اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یعنی

رسولِ خدا صلعم کے حقیقی اصحاب ثلاثہ

سلمان فارسی رضؓ، ابوذر غفاریؓ اور عمار یاسر رضؓ

کی

نہایت مستند، مبسوط، سبق آموز، دلچسپ اور قابلِ دید سوانح عمری

مؤلفہ

شمس الواعظین ادیبِ اعظم جناب مولانا سید ظفر حسن صاحب قبلہ امروہوی مدظلہ العالی

جس کو مومنین و محبانِ اہلبیت عام مسلمانوں کے سامنے پیش کر کے فخر و مباہات کر سکتے ہیں

از مطبع یوسفی دہلی شایع شد

بار سوم قیمت دو روپے

حضرت سلمان فارسیؓ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وآلہ الطیبین الطاہرین المعصومین من ھذا الیٰ یوم الدین

اما بعد اس مختصر رسالہ میں اس مردِ خدا پرست اور دوستدار اہل بیت کے مبارک اور مقدس حالات پر روشنی ڈالی جائے گی جس نے اپنی قابل قدر زندگی کے تمام اوقات خدمت وصحبت رسول برحق اور ان کی اولاد امجاد کے لئے وقف کر کے کمال ایمان، تزکیہ نفس، تصفیہ باطن، زہد فی الدنیا، علو فطرت اور خدا ترسی کا بہترین نمونہ دنیا والوں کے سامنے پیش کیا اور یہ واضح کر دیا کہ ایک خدا کا بندہ دنیا میں کیا کیا ایمانی ترقیاں کر سکتا ہے اور درگاہ صمدی میں کیسے کیسے تقرب حاصل کر کے بنی نوع انسان کے لئے مایۂ ناز وافتخار بن سکتا ہے

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی پر نظر ڈالتے ہوئے ایک حق بین اور معرفت آگین شخص ضرور یہ کہہ اٹھے گا کہ بے شک انسان کامل اور خدا کے خاص بندے ایسے ہوتے ہیں، یہ ہی وہ لوگ ہیں کہ جنھوں نے عرفان الٰہی کو اس حد تک حاصل کیا جہاں بجز مقربانِ درگاہِ ایزدی دوسروں کے خیالات بھی نہیں جا سکتے یہی وہ تابعین رسول اور اصحاب نبی ہیں جنھوں

نے تہذیب اخلاق حسن معاشرت، اصلاح تمدن کے مجسم نمونے مسلمانوں کے لئے پیش کئے اور بتلادیا کہ دیکھو خدا کے برگزیدہ رسول کا فیض صحبت یوں حاصل کیا جاتا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے نبی برحق جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ کی غرض بعثت ہی یہ تھی کہ وہ جناب مکارم اخلاق کی تتمیم کریں اور آیات خدا کو بندگان خدا پر تلاوت فرمائیں اور لوگ ان کو سرچشمۂ ہدایت مان کر تعلیم حاصل کریں مگر چونکہ یہ کام درحقیقت بہت زیادہ ضروری و اہم تھا اس لئے حق سبحانہ تعالیٰ نے ان کی زبان معجز بیان میں ایک اثر یہ بھی کرامت فرمایا تھا جس نے عرب کے ان وحشیوں کو جو تہذیب و اخلاق کے خون کے پیاسے، ایمان و معرفت کے جانی دشمن تھے دم کے دم میں ان کی ایسی کایا پلٹ دی کہ سفاکی سے مانوس طبائع رحمدل و نیک خصلت بن گئیں تین سو ساٹھ بتوں کے سامنے سر جھکانے والے لا الٰہ الا اللہ کے قائل ہو گئے۔ جن سینوں میں صدہا سال سے کفر و ضلالت کی گھنگھور گھٹائیں چھارہی تھیں، جہالت اور سرکشی کے بادل امنڈ رہے تھے ان میں اسی رسول کے پند و وعظ سے نور ایمان کے چشمے اُبلنے لگے، ظلم پسند اور جور آفرین دل موم کی طرح پگھل گئے، وحشی اور خانہ بدوش قومیں جن کو سوائے لوٹ مار، کشت و خون، عشق و محبت کے اور کسی کام سے غرض ہی نہ تھی اخلاق و تمدن کے پُتلے نظر آنے لگے اور رسولؐ کی تعلیم کے ایسے دلدادہ اور شیدائی ہوئے کہ سارے کاروبار ترک کر کے شب و روز خدمت میں حاضر رہنے لگے، جان کا دیدینا آسان تھا مگر خاتم الانبیاء کے حکم سے انحراف ناممکن و محال، خدا کی شان تھی کہاں عرب کی وہ حالت کہاں یہ کیفیت برسوں کے شعلے دم کے دم میں فرو ہو گئے قرنوں کے جھگڑے بات کی باتیں چُک گئے جہاں علوم و فنون کی روشنی نے سیکڑوں برس اپنا پرتو نہ ڈالا تھا۔ وہاں

آناً فاناً ہیں علم کے سمندر موجزن ہوگئے اہلِ علم کی صحبتیں گرم ہونے لگیں، عرب کے چپے چپے پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آوازیں آنے لگیں۔ خدا سے دشمنی رکھنے والے، لات و عزیٰ کو خدا ماننے والے، خدا کی شان منارۂ مسجد پر اذان دیتے ہیں توریت و زبور و انجیل کا درس دینے والے قرآن پڑھتے ہیں لیکن اگرچہ رسول اللہ کی تعلیم میں ایک خاص اثر تھا اور لوگ شب و روز فیضیاب بھی ہوتے تھے مگر کسی شے کا فائدہ حاصل کرنے کیلئے مادۂ قابلہ بھی ہونا چاہیئے جب تک متعلم میں صلاحیت و قابلیت نہ ہوگی معلم کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ہر ایک متعلم کیلئے اولاً قصد حصول تعلیم، دوسرے مادۂ قابلہ ہونا ضروری ہے دیکھو باران کی لطافتِ طبع میں کسی فرد بشر کو کلام نہیں مگر عمدہ زمینوں میں وہ اپنا اثر گل و ریاحین کا دکھاتا ہے اور کھاری اور بنجر مقامات میں بہ سبب عدم قابلیت گھاس جمتی ہے مگر اس سے باران کی فائدہ رسانی پر کوئی حرف نہیں آسکتا، غلہ کا دانہ ضرور اپنے میں یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ درخت اگائے پھل پھول لائے چنانچہ جب اچھی زمین میں دبا دیا جاتا ہے تو ضرور صنعت صانع کو دکھا دیتا ہے مگر جب یہی دانہ خراب زمین میں گاڑا جاتا ہے تو گل سڑ کر خاک ہو جاتا ہے اور کوئی شے اس سے نہیں اُگتی اسی پر قیاس کرو کہ وہی تعلیم تھی کہ بعض لوگ باوجودیکہ برسوں صحبت میں رسول کی رہے مگر کفر و زندقہ کی بو نہ جانی تھی نہ گئی، جہالت و ضلالت کی تاریکی بدستور قلوب میں جمی رہی اور تعلیم کوئی اثر مترتب نہ کر سکی۔ ہاں مواد قابلہ میں ہی تعلیم اپنا اثر یوں دکھاتی ہے کہ جناب علی مرتضیٰؑ کو ہزار باب علم کے تعلیم کئے اور ان پر ہر باب سے ہزار باب خود بخود منکشف ہو گئے، اب خیال کرو کہ کیسی مؤثر وہ تعلیم تھی اور کیسی صلاحیت و قابلیت رکھنے والا وہ نفس تھا کہ جس کو یہ تعلیم دی گئی، حضرت سلمان فارسی نے تعلیم رسول سے جو فیض حاصل کیا وہ اس پایہ کا تھا کہ ان کا مرتبہ اصحابِ رسولؐ میں وہی سمجھا جاتا ہے جو نجوم میں آفتاب

عالمتاب کا بجز اان کے حالات زندگی پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ خداوند عالم نے اس شخص کو کیا نفس مطمئنہ عطا فرمایا تھا اور کیسا مرتبہ ایمان و یقین کا دیا تھا۔

آج ہم دنیا کی یہ حالت دیکھ رہے ہیں کہ علم کی معمولی بضاعت رکھنے والے غرور تکبر سے مرے جاتے ہیں شیخی کے مارے آسمان سر پر اٹھائے لیتے ہیں، ذرا سی کرامت اگر کسی کے ہاتھ آگئی تو وہ اپنے آپ کو ولی اللہ قطبِ زماں، ابدال بے بدل اور نہ معلوم کیا کیا خیال کر رہا ہے اور ایک وہ بندے تھے کہ درگاہ احدیت سے طرح طرح کی کرامات عنایت ہوئی تھیں، تقرب کے مراتب پا چکے تھے علم کے دریاؤں میں موجزن تھے، مگر کیا ممکن کہ ذرا تو تکبر کا ہوا سر میں آئے یا کسی قسم کے نام و نمود کا خیال پیدا ہو بلکہ جوں جوں حقانیت اور عرفانیت بڑھتی گئی، عجز و انکسار راہ پاتا گیا، جس قدر مراتبِ آخرت میں زیادتی ہوئی دنیا سے دل بیزار ہوا۔

ان حضرات کے حالاتِ زندگی ایسے نہیں کہ عوام الناس کی نظروں سے مستور رکھے جائیں اور عام فہم اردو میں ہو کر برادران ایمانی کے سامنے نہ آئیں کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے حالات سے بعد آئمہ علیہم السلام کے واقعاتِ زندگی کی روحانیت و عرفانیت کا پورا پورا سبق ملتا ہے۔

پس اگر ان تمام احادیث کو درج کروں جو رسول اللہ نے اپنے اصحابِ خاص کے بارے میں فرمائی ہیں تو یقیناً یہ ایک ضخیم کتاب بن جائے گی مگر چونکہ مجھ کو اس رسالہ میں جناب سلمانِ فارسی کے حالات لکھنے منظور ہیں اس لئے چندان احادیث کا خلاصہ بطورِ عنوانِ کتاب درج کئے دیتا ہوں جن کا تعلق جناب سلمان رض سے ہے تا کہ ناظرین رسالہ ہذا کے دلوں میں اس مردِ دیندار اور مومن کامل کی عظمت و جلالت پورے طور پر

اثر کر جائے اور افراطِ محبت ایمانی ان جناب کے حالات زندگی کو بکمال ذوق و شوق پڑھنے پر مجبور کرے۔ اللّٰھم تممہ بالخیر۔

عاصی

اصحاب اور حضرت علیؑ

ایک روز جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے عرض کی یا علیؑ آج آپ **ابوذر، حذیفہ و عمار و عبداللہ ابن مسعود و سلمان** فارسی کی بابت اپنی رائے ظاہر فرمائیے اور ان کی خصوصیات بیان کیجئے تاکہ ہم لوگوں پر ان کی حالت اچھی طرح واضح ہو، جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا اچھا سنو **ابوذر غفاری** بہت بڑے عالم ہیں علوم حق کو انہوں نے اچھی طرح جانا ہے مگر دوسروں کو ان سے فائدہ بہت کم پہونچتا ہے اُنہوں نے اپنے علم کے صندوق کو کچھ اس طرح مضبوط بند کیا ہے کہ کوئی شے اس سے نکل نہیں سکتی، **حذیفہ** کی ذات میں یہ خاص وصف ہے کہ ان کو منافقوں کے نام خوب اچھی طرح یاد ہیں، جو جو منافقین ہیں وہ سب کے نام جانتے ہیں، غالباً یہ اشارہ اس امر کی طرف ہوگا کہ ان کو منافقین کی شناخت میں ایک خاص ملکہ حاصل ہے اسی وجہ سے ان کے نام بھی لوگ زبان پر ہیں یا یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو منافقوں کے نام تعلیم فرما دئے تھے اور یہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت عمر اکثر ان سے دریافت کیا کرتے تھے کہ ہمارا نام تو منافقوں کی فرد میں نہیں ہے اپنے اعمال کی وجہ سے ہر وقت دھڑ لگا رہتا تھا۔ **عمار یاسر** ایسا مومن خالص اور صاحب یقین شخص ہے کہ اس کی ہڈیوں کا مغز تک ایمان سے بھرا ہوا ہے مگر کسی قدر نسیان ہے اللہ اکبر جس شخص کی تعریف علی مرتضیٰ سا شخص ان الفاظ میں بیان کرے کوئی شخص کیا اسکے فضائل و مناقب کو پا سکتا ہے، **عبداللہ ابن**

مسعود کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ قرآن کو بہت پڑھتا ہے لیکن سلمان وہ شخص ہے جس نے علم اولین و آخرین کو پایا وہ علم کا ایسا دریا ہے کہ جس کا کنارہ ہی نہیں۔ کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ ان کا علم کس مرتبہ پہ ہے سلمان ہم اہل بیت میں سے ہیں۔

مودت و اصحابِ رسول اللہ

رسول اللہ چونکہ جانتے تھے کہ میری امت بعد میرے میرے اہلِ بیت اور ذوی القربےٰ سے اچھا سلوک نہ کریگی اس لئے رسولؐ کے دل کو لگی ہوئی تھی کہ بغرض اتمام حجت اپنے اہل بیت کے فضائل اچھی طرح لوگوں پر ظاہر کردوں تاکہ کل کو یہ کہنے کا موقع کسی کو نہ ملے کہ ہم تو ان کو جانتے ہی نہ تھے یا ہمیں کیا معلوم تھا کہ درگاہ ایزدی میں آپ کے اہل بیت کا یہ تقرب ہے چنانچہ جب آیۂ قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ علیہ اجراً الا المودۃ فی القُرْبیٰ (اے رسولؐ امت والوں سے کہہ دو کہ میں سوائے اپنے ذوی القربیٰ کی دوستی کے اور کچھ اجر رسالت تم سے طلب نہیں کرتا) نازل ہوئی تو حضرت ختمی مرتبت نے اپنے اصحاب کو جمع فرمایا اور کہا کہ ایہا الناس خداوندِ عالم نے میری طرف سے تمہارے اوپر ایک فریضہ قرار دیا ہے تم اس کو ادا کروگے؟

اصحاب یہ سُن کر چپ ہوگئے کوئی جواب اس مجمع سے آنحضرتؐ کو نہ ملا۔ مختصر یہ کہ اس روز وہ جلسہ برخاست ہوگیا، دوسرے دن جب لوگ پھر خدمتِ سرورِ کائناتؐ میں آئے تو آپ نے پھر وہی الفاظ ارشاد فرمائے مگر جواب ندارد، اِدھر اُدھر کی باتیں ہونے لگیں اور کچھ دیر بعد ایک ایک دو دو اُٹھنے شروع ہوگئے، اور صحبت برہم ہوگئی خیال کیجئے کہ ان دو دنوں میں رسول اللہؐ کے دل پر کیا گذری ہوگی اور کیسے کیسے خیالات قلب اقدس میں پیدا ہوئے ہونگے بہرحال حکم خدا کا پہنچانا تو ضروری

ہی تھا، تیسرے روز پھر وہی فرمایا، مگر جواب کون دیتا، ایسے باا عتقاد لوگوں کا یہ مجمع نہ تھا کہ جو پہلی مرتبہ ہی میں رسولؐ کی آواز پر لبیک پکار اٹھتے، کانوں میں تیل ڈالے ہوئے سنتے رہے، دل میں سوچتے ہوں گے نہ معلوم یہ کیا مانگ بیٹھیں تو اور بیٹھے بٹھائے آفت میں جان آئے بہتر یہی ہے کہ خاموش بیٹھے رہو مگر یہ کوئی ایسی معمولی بات نہ تھی کہ رسول اللہؐ اس کو مجمع عام میں ظاہر نہ فرماتے کیونکہ اسلام کی آئندہ زندگی کا دار و مدار اسی پر تھا، جب تیسرے روز بھی جواب ملا تو چہرۂ مبارک پر آثار حزن و ملال پیدا ہوئے اور فرمایا کہ اے لوگو جو چیز خدا نے تمہارے اوپر فرض کی ہے وہ سونے چاندی کی قسم سے نہیں اور نہ وہ کھانے پینے کی چیز ہے، تم گھبراؤ نہیں، اب ذرا لوگوں کی جان میں جان آئی اور کہنے لگے اچھا فرمائیے تو آخر وہ ہے کیا؟ ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی ہے اور میری مزدوری رسالت میرے اہل بیت کی محبت کو قرار دیا ہے سب نے کہا کہ ہم اس کو قبول کرتے ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بخدا اس شرط پر وفا نہیں کی اور اس حکم کو نہیں مانا مگر صرف سات شخصوں نے سلمان و ابوذر و عمار و مقداد و جابر ابن عبداللہ انصاری زید ابن ارقم، علی ابن ابراہیم۔

اصحاب اور قرآن

دیکھئے جو اصحاب خاص جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں خداوند عالم کے نزدیک ان کی کیسی قدر و منزلت ہے اور کیسے کیسے مقامات ان کے لئے خلق فرما دئیے ہیں، دار دنیا میں اگرچہ زحمت و تکلیف اٹھائی مگر وہ چند روزہ تھی خداوند عالم نے ان کی راحت رسانی اور آرام دہی کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سامان کر دیا۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آیہ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَھُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا (جو لوگ ایمان لا چکے ہیں اور نیک کام کر گذرے ہیں ان کا مقام فردوس بریں ہے) شان میں ابوذرؓ و مقدادؓ و سلمانؓ و عمارؓ کے نازل کی گئی ہے" یہ ہیں حقیقی اصحاب رسولؐ اللہ کے جو اہل زمین کے لئے مایۂ ناز و سرمایۂ افتخار ہیں۔

اصحاب سے دوستی

ایک روز رسول اللہؐ نے کچھ لوگوں کے سامنے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے مجھے اصحاب میں سے چار شخصوں کی دوستی کا حکم دیا ہے اور مجھے یہ بھی خبر دی ہے کہ ان چار کو وہ خود بھی دوست رکھتا ہے، لوگوں نے عرض کی کہ یارسولؐ اللہ وہ لوگ کون ہیں؟ فرمایا علیؑ ابن ابی طالب اور سلمانؓ و ابوذرؓ و مقدادؓ یہ سُن کر لوگ حیران ہو گئے۔

اصحاب اور بہشت

اللہ اکبر یہ بہشت وہ مقام ہے جس کی خواہش میں لوگ کیسے کیسے اعمال صالحہ بجالاتے ہیں کس قدر رنج و تعب دار دنیا میں اُٹھاتے ہیں شب و روز درگاہ جناب باری میں دست بدعا رہتے ہیں پھر اس پر بھی کوئی یقین کا درجہ اسکے اپنے لئے حاصل نہیں ہوتا کون شخص دنیا میں ایسا ہوگا جس کا دل بہشت کا مشتاق نہ ہوگا لیکن کچھ لوگ ایسے گذر گئے کہ بہشت خود اُن کا مشتاق بنا رہا اور یہ آرزو رہی کہ کب خدا کے بندگان خاص میری آغوش میں آئیں جناب رسالتمآبؐ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا یا علیؑ میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ بہشت تمہارا اور سلمانؓ و عمارؓ و ابوذرؓ و مقدادؓ کا مشتاق ہے۔

سابق الایمان

جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ و آلہ نے ایک مرتبہ

جناب امیرالمومنین سے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ ایمان کی طرف سبقت کرنے والے پانچ شخص ہیں تم تو سابق عرب ہوا ور سلمانؓ سابق اہل فارس اور صہیبؓ سابق اہل روم، اور بلالؓ سابق اہل حبش اور جنابؓ سابق اہل قبط ہیں۔ شاید کوئی شخص اس مقام پر یہ شبہ کرے کہ کیا علیؑ پہلے معاذ اللہ کافر تھے جو ایمان لائے۔ کیوں کہ ایمان تو وہی شخص لائے گا جو پہلے ایمان نہ رکھتا ہو گا، لہٰذا مختصر عرض کرتا ہوں کہ مراد اس سے اظہار ایمان ہے، ورنہ ان کو ایمان باللہ و بالرسول عالم نور میں حاصل ہو چکا تھا۔

خلقتِ ارض واصحاب

امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ زمین سات شخصوں کیلئے پیدا کی گئی ہے، اور ان ہی کی وجہ سے اہل زمین رزق وروزی پاتے ہیں ان کی برکت سے مینہ برستا ہے اور وہ لوگ سلمانؓ وابوذرؓ مقدادؓ وعمارؓ وحذیفہؓ وعبداللہؓ بن مسعود ہیں اور ساتواں ان لوگوں میں کا میں ہوں کہ خدا نے مجھے ان کا امام اور پیشوا فرمایا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو نماز میں فاطمہ زہراؑ کی شریک تھے،

تنبیہ:۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تاویل کی محتاج ہے۔ شاید مراد اس سے یہ ہو کہ اگر یہ لوگ اس روز متابعتِ جناب امیرالمومنینؑ کی نہ کرتے اور بیعتِ ابوبکرؓ پر اتفاق کر لیتے تو حق تعالے اہل زمین پر عذاب نازل فرماتا اور کوئی شخص روئے زمین پر زندہ نہ رہتا البتہ اس حدیث میں جو کچھ ابن مسعود کے بارے میں وارد ہوا ہے وہ دوسری احادیث کا مخالف ہے۔ اکثر احادیث سے ان کی مذمت ثابت ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

علیؑ کے مددگار

حقیقت میں بعد رحلت رسول اہل بیت پر عجیب وقت پڑ گیا تھا وہ عداوت کے شعلے جو برسوں سے لوگوں کے سینوں میں مشتعل تھے اور حیاتِ رسولؐ میں بجز سکوت کوئی چارہ نہ تھا رسولؐ کی آنکھیں بند ہوتے ہی بھڑک اُٹھے، اور لوگ ایذا رسانی پر آمادہ ہو گئے۔ ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا، خوب دل کھول کر مخالفت کی اور وہ صدمے اہل بیت کو پہنچائے کہ معصومۂ عالم جناب سیدۃ النساء العالمین کی زبان پر اپنے باپ کے مرثیہ میں یہ شعر آہی گیا خیال کیجئے بضعۂ رسولؐ کے قلب پر کیا اذیت پہونچی تھی جس کے درد نے بے چین کر کے وہ مضمون نکال دیا کہ جس کو سُن کر ہر مومن دیندار بے تاب ہو جاتا ہے ارشاد فرماتی ہیں ؎

صبت علیّ مصائب لو انھا صبت علی الایام صرن ایالیا

یعنی بعد رحلت رسول مجھ پر وہ مصائب گذرے ہیں کہ اگر وہ دنوں پر پڑتے تو اس صدمے سے شب تاریک بن جاتے، خدا کی شان جو لوگ ہر وقت خدمت رسول میں موجود رہتے تھے اپنے کو خیر خواہ دین اسلام اور جان نثار رسول بتلاتے تھے، ان کی یہ حالت کہ رسولؐ نے دنیا سے آنکھ موڑی اور سب چڑیوں کی طرح اڑ گئے، کوئی اہل بیتؑ کو پرسا دینے والا نظر نہیں آتا، کوئی ٹوٹے دلوں کو تسکین دینے والا نہیں، رسول کا جنازہ رکھا ہوا ہے مگر کوئی شخص غسل و کفن کی تدبیر نہیں کرتا، گویا ایسے بیگانہ بن گئے کہ کبھی ان سے اور مرنے والے سے کوئی تعلق ہی نہ تھا، امیرالمومنین لوگوں کو بلاتے ہیں مگر آنے والا کون ہے، رسول کی تجہیز و تکفین میں شرکت کریں یا خلافت کا جھگڑا چکائیں، امیرالمومنینؑ نے

غسل دیا، کفن اور اس حبیب خدا کو سپرد خاک کر دیا، اب زمانہ بہت نازک تھا حضرت
نے گوشہ نشینی اختیار فرمائی اور قرآن کے جمع کرنے میں مشغول ہوئے۔
دیکھئے نائب حقیقی و غیر حقیقی میں یہ فرق ہوتا ہے کہ لوگوں کو مال جمع کرنے
کی فکر ہے اور علی کو شریعت رسول اور کلام خدا کے جمع کرنے کی دھن ہے۔ جب
اس کام سے بھی فراغت حاصل ہو گئی تو ایک روز لوگوں کے اعتقاد اور ایمان
کی جانچ کرنے کو بیت الشرف سے اس طرح باہر تشریف لائے کہ سیدہؑ کا
ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور حسنینؑ کو آگے آگے کیا اور مسلمانوں کے گھر جا جا کر اپنے حق
کو ظاہر فرمایا، قرابتِ رسولؐ کو ظاہر کیا اور امداد کے طالب ہوئے۔ مگر سوائے
چار شخصوں کے کسی نے ان بیکس آوازوں پر لبیک نہ کہی، اور ان مقدسین صورتوں
کا احترام واجب نہ سمجھا وہ۔ چار شخص سلمانؓ و ابوذرؓ و مقداد و عمار تھے۔
ایک روایت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ۴۰ شخصوں نے حضرتؑ سے بیعت کی اُن
کو حضرت نے حکم دیا کہ کل صبح جسم پر ہتھیار سج کر میرے پاس آنا اور اس کا اقرار کرنا
کہ جب تک جان میں جان ہے میری نصرت سے منہ نہ موڑو گے، اس وقت تو
سب نے آنے کا اقرار کر لیا، مگر جب صبح نمودار ہوئی تو سوائے سلمانؓ و ابوذرؓ اور
مقدادؓ اور ... کے کوئی دوسرا نہ آیا، تین شب حضرتؑ نے ایسا ہی کیا۔ مگر
ہر صبح کو سوائے ان چار کے پانچواں شخص نظر نہ آتا تھا۔

شیعہ کون ہیں؟

امام رضا علیہ السلام سے ایک مرتبہ کچھ لوگ ملنے کے ارادے سے آئے اور
حضرت کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ ہم شیعہ امیر المومنین آپ سے ملنے کی آرزو

رکھتے ہیں، حضرت نے ان کو اندر آنے کی اجازت نہ دی، ان لوگوں کو یہ برا معلوم ہوا جا بجا شکایت کرنی شروع، حضرت سے یہ خبر بھی بیان کی گئی فرمایا کہ وہ لوگ چونکہ اپنے دعوے میں جھوٹے تھے اس لئے میں نے منع کر دیا، میں جانتا ہوں کہ حقیقۃً شیعۂ امیر المومنین سوائے حسنؑ و حسینؑ و سلمانؓ و ابوذرؓ و مقدادؓ و عمارؓ و محمد ابی بکرؓ کے کوئی نہیں کیونکہ ان لوگوں نے کبھی کسی وقت اور اور کسی حالت میں آنحضرت کی مخالفت نہیں کی۔

تقسیم مراتب ایمان

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایمان کے دس درجے ہیں ان میں سے آٹھویں درجہ پر مقدادؓ اور نویں درجہ پر ابوذرؓ اور دسویں درجہ پر سلمانؓ ہیں

اصحاب اور قیامت

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز ایک منادی خدا کی جانب سے ندا کریگا کہ کہاں ہیں وہ دوستداران محمد بن عبد اللہ جنہوں نے مرتے دم تک اپنے عہد و پیمان کو نہ توڑا پس اس وقت سلمانؓ و ابوذرؓ اور مقدادؓ اٹھ کھڑے ہونگے پھر ندا دی جائے گی کہ کہاں ہیں حواریان علی ابن ابی طالبؑ پس اُٹھیں گے یہ سن کر عمر ابن حمق خزاعی و میثم تمارؓ و محمد ابن ابی بکرؓ و اویس قرنی

اصحاب و حوران جنت

سلمانؓ فارسی بیان کرتے ہیں کہ بعد رحلتِ رسولؐ ایک روز جو میں گھر سے کسی کام کو نکلا تو راہ میں حضرت علیؑ سے ملاقات ہوئی، حضرتؑ نے

فرمایا اے سلمانؓ تم اسوقت سیدہؑ کی خدمت میں جاؤ، کچھ بہشت کے تحفے ان کے پاس آئے ہیں چاہتی ہیں کہ کچھ تم کو بھی عنایت فرمائیں میں یہ سن کر ان معظمہ کی خدمت میں حاضر ہوا مجھ کو دیکھ کر فرمانے لگیں سلمانؓ تم کہاں رہتے ہو ان دنوں میں ہماری طرف کم آتے جاتے ہو، بخدا جس روز سے باباجان نے انتقال کیا مجھے کسی پہلو چین نہیں آتا، کل کا واقعہ ہے کہ میں اسی جگہ بیٹھی ہوتی تھی، دروازہ گھر کا بند تھا، دل میں خیال کرتی تھی کہ افسوس اب وحیِ الٰہی کا سلسلہ ہمارے گھر سے منقطع ہو گیا، ملائکہ کا آنا جانا بند ہو گیا اس فکر نے کچھ ایسا حزن و ملال میرے دل میں پیدا کیا کہ میں اس کا بیان نہیں کر سکتی۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ دروازہ کھولا گیا اور تین لڑکیاں نہایت حسین و جمیل داخل ہوئیں میں ان کو دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی اور پوچھا کہ تم اہل مکہ سے ہو یا مدینہ سے وہ بولیں کہ دخترِ رسول ہم اہل زمین سے نہیں ہیں خدا نے ہم کو بہشت سے تمہاری خدمت میں بھیجا ہے، کیونکہ ایک عرصے ہم آپ کی زیارت کے مشتاق تھے، ان میں سے سب سے بڑی سے دریافت کیا کہ تیرا کیا نام ہے وہ بولی مجھ کو مقدودہ کہتے ہیں میں نے کہا کہ تیرا نام بہ کس بناء پر رکھا گیا ہے اس نے جواب دیا کہ خدا نے مجھ کو مقداد ابن اسود کے لئے خلق فرمایا ہے، دوسری سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میرا نام ذرّہ ہے اس لئے کہ میں ابوذر غفاری کے لئے پیدا کی گئی ہوں۔ تیسری نے کہا میرا نام سلمٰی ہے اس لئے کہ میں آپ کے پدر بزرگوار کے آزاد کردہ سلمان فارسی کے لئے پیدا کی گئی ہوں اس کے بعد انہوں نے مجھے چند رطب دئے، جو گردہ ہائے نان کی برابر بڑے اور برف سے زیادہ سفید، مشک سے زیادہ

خوشبودار تھے۔

اے سلمان لو یہ ایک رطب تمہارے لئے میں نے رکھ چھوڑا ہے، آج اپنا روزہ اسی سے افطار کرنا اور صبح کو اس کی گٹھلی مجھے لا کر دیدینا۔ میں وہ رطب معصومۂ عالم سے لے کر اپنے گھر کی طرف چلا جس طرف سے میں گذرتا تھا، لوگ تعجب سے کہتے تھے اے سلمان کیا تمہارے پاس مشک ہے؟ جو اس قدر خوشبو آرہی ہے میں کہہ دیتا تھا کہ نہیں غرضکہ جب میں نے افطار کے وقت اس کو کھایا تو اس میں گٹھلی نہ پائی، دوسرے روز جناب سیدہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ حال بیان کیا فرمایا کیونکر گٹھلی ہو سکتی ہے اس رطب میں جو بہشت کے اس درخت کا پھل ہو جس کی نشوونما میری اس دعا کی بدولت ہوئی ہو جس کو میرے باپ نے مجھ کو تعلیم فرمایا تھا اور جو صبح و شام میرے ورد میں رہتی ہے، میں نے عرض کی کہ اے دخترِ رسول ﷺ وہ دعا مجھے بھی تعلیم فرمائیں، اچھا اے سلمان رض اگر تم یہ چاہتے ہو کہ کبھی تم کو تپ نہ آئے تو اسی دعا کو ہمیشہ پڑھا کرو وہ دعا یہ ہے،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بسم اللہ النور بسم اللہ نور النور بسم اللہ نور علیٰ نور بسم اللہ الذی ھو مدبر النور بسم اللہ الذی خلق النور من النور الحمد للہ الذی خلق النور من النور وانزل النور علی الطور فی کتاب مسطور فی رق منشور بقدر مقدور علی نبی محبور الحمد للہ الذی ھو بالعز مذکور و بالفخر مشہور و علی السراء والضراء مشکور وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد وآلہ الطاہرین

•

حالات حضرت سلمان

سلمان رضؓ اور اسلام

ایک روز قبر رسولؐ پر اصحاب اور دیگر اہلِ اسلام کا مجمع تھا، امیرالمومنینؑ بھی تشریف رکھتے تھے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے اباعبداللہ (کنیت حضرت سلمانؓ) آج تم ہمیں ذرا اپنے ابتدائی حالات تو سناؤ کہ کیونکر شرف با سلام ہوئے۔ سلمانؓ نے عرض کی یا علیؑ واللہ اگر کوئی دوسرا شخص مجھ سے یہ سوال کرتا تو کبھی جواب نہ دیتا، مگر آپ وصی رسولؐ خلیفۃ المسلمین ہیں آپ کی اطاعت ہر حالت میں واجب و لازم ہے بغیر عرض کئے کوئی چارہ نہیں یا علیؑ میرا مولد و منشا مضافات شیراز میں ہے میں وہاں کے بزرگ ترین دہقان زادوں میں سے تھا۔ میرے والدین مجھے حد درجہ دوست رکھتے تھے، ایک مرتبہ عید کے دن اپنے باپ کے ساتھ میں عیدگاہ کو گیا جب ہم اس دیر میں پہنچے جو ہماری عیدگاہ تھی تو کسی نے اندر سے باواز بلند کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ عِیْسٰی رُوْحُ اللّٰهِ وَاَنَّ مُحَمَّدًا حَبِیْبُ اللّٰهِ جوں ہی میں نے اس ندا کو سنا محبت محمدؐ میرے گوشت اور خون میں اثر کر گئی اور عشق محمدؐ اس درجہ بڑھا کہ مجھے کھانا پینا ناگوار معلوم ہونے لگا میرے والدین نے اس دیر میں پہنچ کر رسم مجوس کے مطابق آفتاب کو سجدہ کیا اور دوسرے ارکان مذہبی بجا لائے، مگر میں ان باتوں کی طرف متوجہ نہ ہوا میری ماں نے یہ حال دیکھ کر مجھ سے سوال کیا کہ آج تو نے آفتاب کو سجدہ کیوں نہیں کیا میں نے کہا کہ آج سے میں ایسا نہ کروں گا میرا دل ان خیالات سے بیزار ہو گیا، اس کے

بعد بتائید الٰہی میں نے ایسے جوابات دئے کہ وہ خاموش ہو کر رہ گئے غرضکہ جب میں عید گاہ سے واپس آیا تو سقف خانہ میں ایک رقعہ لٹکا ہوا پایا اپنی ماں سے دریافت کیا کہ یہ رقعہ کیسا لٹک رہا ہے اس نے جواب دیا کہ میں نے عید گاہ سے واپس آکر اس کو یوں ہی لٹکا ہوا دیکھا ہے تو اس نامہ کو نہ کھولنا، ورنہ تیرا باپ سخت ناراض ہوگا۔

میں اپنے دل میں حد درجہ متفکر تھا کہ آخر یہ ماجرا کیا ہے اس رقعہ کو کس نے یہاں لٹکایا، بہرحال یہ ٹھان لی کہ اب تو خاموش ہو رہو جب رات کو سب سو جائیں گے تو اس رقعہ کو ضرور دیکھوں گا کہ کیا لکھا ہے، چنانچہ جب رات ہوئی تو میں اپنے مقام سے اٹھا اور اس رقعہ کو کھول کر پڑھنا شروع کیا، اس میں لکھا تھا۔؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ عہد و پیمان خدا کی طرف سے حضرت آدمؑ کے لئے ہے کہ ان کی نسل سے ایک پیغمبر محمدؐ نامی ہوگا جو اخلاق کریمہ اور صفاتِ پسندیدہ کی طرف لوگوں کو دعوت دیگا بتوں اور غیر خدا کی پرستش سے لوگوں کو منع کریگا۔ اے روزبہ (حضرت سلمانؓ کا پہلا نام) تو وصی عیسٰیؑ ہے، ایمان لا، اور مجوسیت کو ترک کر یا،

جب میں نے یہ نامہ پڑھا تو بے ہوش ہو گیا اور آتش عشق محمدؐ سینہ میں اور زیادہ مشتعل ہو گئی، جب میرے والدین کو اس حال سے آگاہی ہوئی تو اول تو مجھے بہت کچھ سمجھایا، مگر جب میرے اوپر اس کا کچھ اثر مترتب ہوتے نہ دیکھا تو ایک گہرے کنوئیں میں مجھے قید کر دیا اور کہا کہ اگر تو اپنے خیالات سے باز نہ آئے گا تو

یاد رکھنا کہ ہم تجھے ہلاک کردینگے کیونکہ ایسے بیٹے کا جو اپنے دین و آئین کے خلاف ہو نہ ہونا ہی بہتر ہے میں نے کہا کہ جو کچھ تمہارا دل چاہتا ہے وہ کرو مگر محبت محمدؐ میرے سینے سے ذرہ بھر کم نہیں ہو سکتی۔ سلمان کہتے ہیں کہ میں اس نامہ کو پڑھنے سے پہلے عربی نہ جانتا تھا، مگر اس روز بالہام الٰہی عربی سے واقف ہو گیا، بہرحال ایک مدت تک میں اس چاہ میں محبوس رہا، ہر روز ایک گردہ نان میرے والدین مجھ کو دیتے تھے اور میں اسی پر قناعت کرتا تھا جب قید کو بہت طول ہوا تو میں نے دستِ مناجات درگاہ جناب باری میں بلند کئے اور عرض کی کہ پروردگارا تو نے ہی محمدؐ اور اس کے وصی کو میرا محبوب قرار دیا ہے اب تو ہی ان حضرات کے واسطے سے میری اس مشکل کو آسان کر اور اس صدمۂ جاں کاہ سے مجھے نکال، ابھی میری یہ دعا تمام ہوئی تھی کہ ایک شخص نورانی شکل سفید لباس پہنے ہوئے میرے نزدیک آیا اور کہنے لگا کہ اے روزبہ اٹھ کھڑا ہو یہ کہہ کر میرا ہاتھ پکڑا اور اس چاہ سے نکال کر ایک دیر کے پاس مجھے پہنچا دیا، میں نے فرط محبت میں نعرۂ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ عِیْسٰی رُوْحُ اللّٰهِ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا حَبِیْبُ اللّٰهِ بلند کیا ناگاہ دیرانی نے سر اپنا صومعہ سے باہر نکالا اور کہا کہ کیا تیرا ہی نام روزبہ ہے؟ میں نے کہا ہاں یہ سُن کر اس دیرانی نے مجھے اپنے پاس بلایا اور کہا کہ آج سے تم ہمارے پاس رہا کرو، میں نے اسکو منظور کیا اور دو سال تک برابر اس کی خدمت بجالاتا رہا جب اس کی وفات کا زمانہ قریب پہنچا تو مجھ سے کہنے لگا کہ اے روزبہ اب میں اس دارِ دنیا سے رخصت ہوتا ہوں میں نے کہا مجھے کس کی سپرد کئے جاتے ہو کہا کہ میرے خیال میں کوئی شخص مذہب حق میں مرا

موافق نہیں مگر وہ راہب جو انطاکیہ میں رہتا ہے تم اس کے پاس جاکر میرا سلام کہہ دینا اور یہ لوح اس کو دیدینا یہ کہہ کر وہ مرگیا میں اس کے کفن دفن سے فارغ ہو کر وہ لوح لئے ہوئے انطاکیہ پہونچا اور اس دیر کے قریب جاکر نعرۂ اَشہدُ اَن لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ وَاَنَّ عیسیٰ روح اللّٰہ وَاَنَّ محمداً حبیبُ اللّٰہ بلند کیا وہاں کے راہب نے بھی یہ آواز سُن کر دیر سے مجھے دیکھا اور کہا کہ کیا تیرا ہی نام روزبہ ہے میں نے کہا ہاں اس نے کہا اچھا اوپر چلے آؤ، غرضکہ دو سال تک میں اس راہب کے پاس رہا۔ اتفاق سے وہ بھی مرض الموت میں مبتلا ہو گیا، جب وقت رحلت قریب آیا تو میں نے کہا کہ اب تم مجھے کس کے سپرد کرتے ہو کہا میں مذہب میں کسی کو اپنے موافق سوائے اُس راہب کے جو شہر اسکندریہ میں رہتا ہے نہیں پاتا ہوں تم اسی کے پاس جانا اور میرا سلام کہہ کر یہ لُوح اس کو دیدینا اتنا کہہ کر وہ مرگیا میں اس کو دفن کر کے شہر اسکندریہ پہونچا اور قریب اس دیر کے جاکر کلمہ شہادت زبان پر لایا، راہب نے بدستور سابق دریافت کیا کہ تیرا ہی نام روزبہ ہے، میں نے کہا ہاں اس نے مجھے اپنے پاس بلایا اور کہا کہ تم میرے پاس رہا کرو۔ پورے دو سال میں نے وہاں گذارے۔ جب وہ راہب بھی مرنے لگا تو میں نے اس سے وہی سوال کیا، اس نے جواب دیا کہ اب وہ وقت قریب آگیا کہ محمد ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب عالم کو اپنے وجود کے نور سے منور بنائیں لیکن میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ان کو تلاش کرو اور جب ان کی خدمت میں پہنچنا تو میرا سلام عرض کرنا اور یہ لوح آنحضرت صلعم کے سپرد کر دینا۔ میں اس راہب کے کفن و دفن سے فارغ ہو کر تلاش محمد صلعم میں چل کھڑا ہوا، راہ میں ایک قافلہ کے ساتھ ساتھ ہو گیا چونکہ میرے پاس کوئی سامان کھانے پینے کا نہ

تھا، اس لئے ان لوگوں سے درخواست کی کہ اگر تم میرے کھانے کے متکفل ہو جاؤ تو میں اس سفر میں تمہاری خدمت بجالاؤں ان لوگوں نے اس کو منظور کر لیا جب وقت کھانا کھانے کا آیا تو موافق سنت کفار قریش انہوں نے ایک بکری کو اس قدر لکڑیاں ماریں کہ وہ مر گئی پھر ان سب نے مل کر گوشت کے کباب کئے، اور مجھے کھانے کے لئے بلایا چونکہ وہ کباب میت کے تھے میں نے شرکت سے انکار کیا انہوں نے وجہ دریافت کی تو میں نے کہا کہ چونکہ میں ایک مرد راہب ہوں اس لئے گوشت نہیں کھاتا یہ سن کر انہوں نے مجھے اس قدر مارا کہ قریب تھا کہ میری جان نکل جائے ایک شخص کو میرے حال پر رحم آیا اور کہنے لگا کہ زیادہ نہ مارو وقت شراب پینے کا قریب آگیا ہے اگر اس نے شراب پینے سے بھی انکار کیا تو بے شک اس کو مار ڈالیں گے چنانچہ جب وہ وقت آیا تو انہوں نے مجھے طلب کیا اور جام شراب بھر کر میرے سامنے رکھا، میں نے کہا میں راہب ہوں، شراب پینا ہمارا شیوہ نہیں. یہ سنتے ہی انہوں نے پھر مجھے مارنا شروع کیا جب میں نے دیکھا کہ یہ لوگ مار ہی ڈالتے ہیں تو کہا کہ مجھے مارو مت میں تمہاری بندگی کا اقرار کئے لیتا ہوں غرض کہ جو شخص ان میں سرگروہ تھا میں نے اس کی بندگی قبول کی کچھ دنوں تک میں اس کے پاس رہا مگر جب اس نے دیکھا کہ میں کسی طرح اس کے دین کو قبول ہی نہیں کرتا تو مجبور ہو کر مجھے ایک یہودی کے ہاتھ بیچ ڈالا، اس یہودی نے ایک روز مجھ سے یہ تمام قصہ معلوم کیا تو میں نے کہا کہ میرا کوئی گناہ سوائے اس کے نہ تھا کہ میں محمدؐ اور ان کے وصی کو دوست رکھتا ہوں یہ سنا کہ وہ یہودی آگ ہو گیا اور کہا کہ میں خود محمدؐ اور وصی محمدؐ کا جانی دشمن ہوں تو میرا غلام ہو کر ان کو دوست رکھے گا تو میں تجھے محبت محمدؐ

کا کیا مزہ چکھاتا ہوں یہ کہہ کر وہ مجھے اپنے گھر سے باہر لایا، اس کے صحن خانہ میں ایک تودہ ریگ کا لگا ہوا تھا اس کو دکھلا کر کہا کہ واللہ اے روزبہ اگر صبح تک یہ ریگ یہاں سے اٹھا کر نہ پھینکے گا تو یہ یاد رکھنا کہ میں تجھے ہلاک کر ڈالوں گا میں تمام رات اس بالو کو اٹھاتا رہا جب محنت کرتے کرتے عاجز آگیا اور کسی طرح اپنے مقصد میں کامیابی کی امید نہ دیکھی تو درگاہ جناب باری میں التجا کی بار الہٰا تو نے ہی میرے دل میں محبت محمدؐ و وصی محمدؐ قرار دی ہے پس واسطہ ان کی قربت و منزلت کا مجھ کو اس رنج و تعب سے بچا اور جادۂ مقصود تک پہونچا تیرے سوا میرا کوئی کفیل نہیں جب میں نے یہ دعا تمام کی تو خدا نے ایک ہوا ایسی بھیجی کہ تمام ریگ اس مکان سے اڑا کر لے گئی، جب صبح کو یہودی نکلا اور یہ حال مشاہدہ کیا تو کہنے لگا کہ تو ساحر معلوم ہوتا ہے ورنہ کسی طرح ممکن نہ تھا کہ تو یہ تودہ رات بھر میں اُٹھا کر باہر پھینک دیتا بس اب تیرا علاج سوائے اسکے کچھ نہیں کہ میں تجھے اس شہر سے باہر نکال دوں، ورنہ تیری بدبختی اور شومی سے یہ شہر تباہ اور برباد ہو جائیگا، دوسرے روز اس نے مجھے ایک عورت کے ہاتھ بیچ ڈالا، یہ عورت مجھ سے حد درجہ الفت رکھنے لگی، ایک روز مجھ سے کہا کہ میرا ایک بہت بڑا باغ ہے اس کا میں نے تجھے مختار بنایا ہے، چاہے اس کے میوے کھایا کھلا، غرضکہ ایک مدت تک میں اس کی خدمت بجالاتا رہا ایک روز میں اسی باغ میں ٹہل رہا تھا کہ سات شخص مجھے اس باغ کے اندر آتے ہوئے معلوم ہوئے جن کے سروں پر ابر سایہ فگن تھا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ کوئی نہ کوئی ان میں ضرور پیغمبر ہے جب یہ لوگ میرے قریب آئے تو میں نے دیکھا کہ جناب رسالت مآبؐ اور امیرالمومنینؑ، حمزہ ابن عبدالمطلبؓ، زید ابن حارثہؓ، عقیل ابن ابی طالبؓ ابوذر غفاری

اور مقداد تھے اس باغ کے خراب خرمے جو زمین پر گرے پڑے تھے ان لوگوں نے کھانے شروع کر دئے ، اور جناب رسول اللہ ص فرماتے جاتے تھے کہ خراب خرموں پر قناعت کرو اور میوۂ باغ کو ضائع نہ کرو میں یہ حالت دیکھ کر مالکۂ باغ کے پاس گیا اور ایک طبق خرموں کی اجازت مانگی اس نے کہا تجھے اختیار ہے میں نے وہاں سے واپس آکر ایک طبق رطب تازہ سے پُر کیا اور دل میں یہ قرار دیا کہ ان لوگوں سے جاکر یہ کہوں گا کہ یہ خرمے تصدق کے ہیں اگر ان میں سے کوئی پیغمبر ہو گا تو تصدق کے خرمے ہرگز نہ کھائیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب میں وہ طبق سامنے لایا اور کہا کہ یہ تصدق کے خرمے ہیں تو حضرت محمد ص اور امیر المومنین ؑ و حمزہ ؓ و عقیل ؓ نے چونکہ بنی ہاشم سے تھے اور صدقہ ان پر حرام ہے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور کوئی خرما ان میں سے تناول نہ فرمایا ، اور بقیہ تین شخصوں نے کھانا شروع کیا اس وقت میرے دل کو یقین ہو گیا کہ جیسا میں کتابوں میں پڑھ چکا ہوں یہ بھی ایک علامت علامات پیغمبر آخر الزماں سے ہے۔

اس کے بعد میں نے دوسرا طبق بھرا اور بطور ہدیہ پیش کیا ، تب آنحضرت ص نے اپنا دستِ مبارک بڑھایا اور بسم اللہ کہہ کر کھانا شروع کیا میں نے دل میں کہا کہ یہ دوسری علامت نبی برحق کی ہے ، جب حضرت تناول فرما چکے تو میں مضطرب ہو کر حضرت ص کے گردِ سر پھرنے لگا بار بار عقب کی جانب نظر کرتا تھا یہ حالت دیکھ کر حضرت میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ کیا تم مہر نبوت کی تلاش کرتے ہو میں نے عرض کی ہاں ! حضرت ص نے دوشِ مبارک اپنا کھول دیا اور وہ مہر جو دونوں شانوں کے درمیان تھی مجھے دکھلا دی میں اس کو دیکھتے ہی قدموں پر گر پڑا حضرت ص نے مجھے اٹھا کر سینہ سے لگا لیا اور فرمایا کہ اے روزبہ اس خاتون کے پاس جا اور کہہ دے کہ

اور کہہ دے کہ محمد ابن عبداللہ کہتا ہے کہ اس غلام کو ہمارے ہاتھ فروخت کر ڈال میں خوشی خوشی اس کے پاس گیا اور حضرت کا پیغام پہنچایا اس نے کہا کہ تو ان سے جاکر کہہ دے کہ اس غلام کی قیمت چار سو درخت خرما کے ہیں جن میں سے دو سو درخت خرمائے زرد کے ہوں اور دو سو درخت خرمائے سرخ کے ہیں حضرتؐ سے آکر عرض کیا تو فرمایا یہ کون بڑی قیمت اس نے طلب کی۔ یا علیؑ تم ذرا دانہائے خرما کو تو جمع کر لو پس امیر المومنینؑ نے چار سو گٹھلیاں جمع کیں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ اپنے دست مبارک سے دانۂ خرما زمین پر بوتے جاتے تھے، اور امیر المومنین علی علیہ السلام اس پر پانی چھڑکتے جاتے تھے جب آنحضرتؐ ایک دانہ نصب کر کے دوسرے دانے کے بونے کا ارادہ کرتے تھے تو پہلا سرسبز و شاداب ہو جاتا تھا تا این کہ جب حضرت بو کر فارغ ہوئے تو تمام درخت ایک مرتبہ بار آور ہو گئے، مجھ سے کہا کہ اب تو پھر اس عورت کے پاس جا اور کہہ دے کہ درختہائے خرما تیار ہو گئے ان کو لے اور ہمارا غلام ہمارے حوالے کر جب اس عورت نے آکر دیکھا تو کہنے لگی کہ میں تو اس وقت تک فروخت نہ کروں گی جب تک یہ سب درخت خرمائے زرد کے نہ ہونگے اسوقت جبریلؑ امین نازل ہوئے اور اپنے پروں کو ان درختوں پر ملا تمام درخت خرمائے زرد کے ہو گئے، یہ دیکھ کر اس عورت نے مجھ سے کہا کہ ایک درخت ان درختوں کا میرے نزدیک محمد ابن عبداللہ اور تجھ سے بہتر ہے۔ میں نے جواب دیا کہ آنحضرتؐ کی ایک دن خدمت کرنا میرے نزدیک تجھ سے اور تمام تیری املاک سے بہتر ہے۔ غرضکہ آنحضرتؐ نے مجھے راہِ خدا میں آزاد کر دیا، اور میرا نام سلمانؓ

رکھا یا علی یہ تھی وہ میری سرگذشت جس کے سننے کے لوگ مشتاق تھے۔

ایک راہب کی پیشین گوئی

بروایت دیگر حضرت سلمان رضؓ سے یوں بھی منقول ہے کہ ایک راہب نے مجھ سے کہا تو سرزمین شام کی طرف جا وہاں پر دو بیشہ ہیں۔ سال میں ایک مرتبہ ایک شخص ایک بیشہ سے نکل کر دوسرے بیشہ میں جاتا ہے اس کی آمد کے منتظر سیکڑوں بیمار اور صاحبان درد وہاں موجود ہوتے ہیں اور اس کی دعا سے شفا پاتے ہیں جب تو اس سے ملنا تو دین حنیفیہ یعنی ملتِ ابراہیم کا سوال کرنا وہ تجھے ٹھیک ٹھیک پتہ دیگا میں اس مقام پر گیا، اور اس وقت کا منتظر رہا، جب وہ شخص حسب عادت ایک بیشہ سے دوسرے میں جانے لگا تو میں نے اس سے کہا کہ خدا تیرے اوپر رحمت نازل کرے مجھے ملت حنفیہ کی بابت خبر دے اس نے کہا تو مجھ سے ایسی چیز کا سوال کر رہا ہے جس کی بابت اس زمانہ کے لوگ دریافت کرتے ہی نہیں آگاہ ہو کہ اب وہ وقت قریب آگیا ہو کہ ایک پیغمبر خانہ کعبہ کے نزدیک ظاہر ہو، جس دین کا تو سوال کرتا ہو وہ اسی دین پر مبعوث ہوگا۔ اگر تو نے اسے پا لیا تو ایسا ہے کہ جیسے حضرت عیسیٰ مل گئے۔

سلمان اور تحقیق رسول

چونکہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے دل سے لگی ہوئی تھی کہ کسی طرح زیارتِ چہرۂ رسول ؐ نصیب ہو۔ کے اسلئے شب و روز اسی جستجو میں بسر کرتے تھے اور فراق حضرت میں بسمل کی طرح تڑپتے تھے، آتش عشق محمدؐ نے قلب و جگر کو ایسا جلایا تھا کہ کسی پہلو چین نہ آتا تھا، اشتیاق کی آنکھیں ہر

وقت محبوب کی طرف لگی ہوئی تھیں مگر عرصہ ہو گیا تھا کہ قسمت ہجر کی راتوں کا منہ کالا ہی نہ کرتی تھی ، ایک روز کا واقعہ ہے کہ جب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکّہ سے مدینہ کو ہجرت فرمائی تو مقام قبا میں نزولِ اجلال فرمایا اور لوگوں سے ارشاد ہوا کہ جب تک علیؑ مجھ سے ملحق نہ ہو لینگے اس وقت تک داخل مدینہ نہوں گا سلمان کہیں خوبی بخت سے اس زمانہ میں ایک یہودی کی غلامی میں تھے اور نخلستان کی خدمت ان کے سپرد تھی ، ان کو بھی یہ خبر لگی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قبا میں اُترے ہیں ، حد درجہ مسرور ہوئے اور طشت خرموں سے بھر کر حضرتؐ کی خدمت میں لائے اور جیسا کہ سابق روایت میں گذرا بطور امتحان تصدّق سے نام زد کرکے پیش کئے حضرت نے تناول نہ فرمائے دوسرے طبق کو پھر بطور ہدیہ پیش کیا وہ خرمے حضرتؐ نے مع اصحاب تناول فرمائے ، پھر بنا بر خواہش سلمان رسول اللہؐ نے ان کو مہر نبوت کا مشاہدہ کرایا انہوں نے عرض کی کہ اے رسولِؐ برحق میں ایک یہودی کی غلامی میں ہوں آپ میرے لئے کیا ارشاد فرماتے ہیں فرمایا کہ تم شوق سے اس یہودی سے مکاتبت کرلو جس مقدار پر وہ راضی ہوگا ہم دے کر تم کو آزاد کردیں گے ۔ سلمان یہ سن کر یہودی کے پاس گئے اور کہا کہ میں تو مسلمان ہو گیا اور اس پیغمبرؐ کے دین کو قبول کرلیا جو اس شہر میں آیا ہوا ہے اب تو اس کے بعد مجھ سے کسی طرح کی خدمت کی امید نہ رکھ جس قدر مال پر تو راضی ہو مجھے مکاتب بنا تاکہ میں اس رقم کو دے کر آزاد ہو جاؤں اس نے کہا کہ اچھا میں اس شرط پر مکاتب بناؤں گا کہ تو پانسو

درخت خرما میرے لئے لگائے اور اس مدت تک ان کی خدمت کرے کہ وہ بارآور ہو جائیں اور علاوہ اس کے چالیس اوقیہ طلا کہ ہر اوقیہ چالیس مثقال کا ہو مجھے دے سلمان یہ جواب سن کر حاضر خدمت رسولؐ ہوئے اور واقعہ بیان کیا، حضرتؐ نے فرمایا کہ تم ابھی جاکر اس سے مکاتبت کرلو سلمان گئے اور نامہ مکاتبہ لے کر واپس ہوئے، حضرت نے پانسو دانہ خرما طلب فرمائے، اور اپنے دست اقدس سے زمین میں ہر ایک دانہ نصب کرنا شروع کیا، ادھر دانہ بویا جاتا تھا کہ سبز و شاداب ہو جاتا تھا، جب حضرت نے تمام گٹھلیاں بو دیں وہ سب درخت بارآور ہو گئے، جب اس یہودی نے دیکھا تو کہنے لگا کہ عرب سچ کہتے ہیں کہ محمدؐ ساحر ہیں پھر کہا کہ اچھا درخت تو میں نے پائے اب سونا اور دو، حضرتؐ نے ایک پتھر وہاں سے اٹھالیا جو باعجاز طلائے خالص بن گیا اور وزن میں پورا چالیس اوقیہ تھا اسکے بعد سے سلمان خدمت رسولؐ میں رہنے لگے۔

حسب و نسب سلمانؓ

سچ تو یہ ہے کہ جس میں ذاتی شرافت اور بزرگی نہیں ہے وہ اگر اپنے آباء واجداد کے شرف پر فخر کرے تو وہ نہایت ہی ابلہ اور سفیہ شخص ہے، انسان وہی ہے جو اپنی ذات میں کوئی کمال پیدا کرے امیر المومنین علیہ السلام نے اس مضمون کو کس خوبی سے دو شعروں میں بیان فرمایا ہے ؎

انا ابن نفسی وکنیتی ادبی کنت من العجم او من العرب
ان الفتی من یقول ها انا ذا لیس الفتی من یقول کان ابی

یعنی میں اپنے نفس کا فرزند ہوں اور میری کنیت ادب ہے خواہ میں عجمی ہوں۔ یا عربی بیشک جواں مرد وہ شخص ہے جو یہ کہے کہ میری ذات میں یہ کمال ہے، نہ وہ شخص جو یہ کہے کہ میرا باپ ایسا تھا بلکہ جس کی ذات میں کوئی کمال نہ ہو اس کو بجائے اب وجد کے شرف پر فخر ومباہات کرنے کے شرم اور غیرت سے ڈوب مرنا چاہیئے کہ میرے باپ دادا تو ایسے باکمال تھے اور میں ان کی اولاد میں ایسا نالائق پیدا ہوا مگر لوگ اس بارہ میں غور نہیں کرتے، ایک روز کا واقعہ سنئے کہ قریش کے لوگ مسجدِ رسولؐ میں بیٹھے ہوئے تھے سلمان فارسی بھی موجود تھے ادھر اُدھر کی باتیں ہوتے ہوتے کچھ حسب ونسب کا ذکر چھڑ گیا، ایک نے دوسرے پر فخر کرنا شروع کیا، حضرت عمر ابن الخطاب صاحب کے دل میں جو تمسخر کے جوش نے چٹکی لی تو جناب سلمان فارسی رضؓ سے فرمانے لگے کہ آج کچھ تم بھی اپنا حسب ونسب بیان کرو سلمانؓ ان کا مطلب تاڑ گئے کہ یہ شخص مجھے اس مجمع میں ذلیل کرنا چاہتا ہے کیونکہ میں عجمی مجوسی النسل ہوں فوراً جواب دیا کہ اے پسر خطاب آگاہ ہو کہ میں پسر بندۂ خدا آزاد کردۂ رسول اللہؐ ہوں میں گمراہ تھا خدا نے بہ برکت محمدؐ مجھے ہدایت کی پریشان خاطر تھا۔ خدا نے اطمینان عنایت فرمایا، غلام تھا خدا نے بتصدق محمدؐ آزاد کیا یہ ہے میرا حسب ونسب ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ رسول اللہؐ بھی تشریف لے آئے، اور پوچھا کہ اے سلمان کیا واقعہ ہے، عرض کی یا رسول اللہؐ یہ لوگ کچھ عجیب طبیعت کے ہیں میں ان کے درمیان اس وجہ سے آکر بیٹھا تھا کہ کوئی فائدہ دینی حاصل کروں ان لوگوں نے حسب ونسب کا ذکر چھیڑ دیا، اور اپنے اپنے

اَب وجد پر فخر کرنے لگے تا ایں کہ عمر ابن الخطاب نے مجھ سے بھی یہ سوال کیا آپ حضرت ؐ نے فرمایا کہ اے سلمان رضؓ پھر تم نے کیا جواب دیا سلمان نے اپنا جواب بیان کیا رسول اللہ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ اے گروہ قریش آگاہ ہو کہ مرد کا حسب اس کا دین ہے اور جوانمردی اس کا خلق ہی، عقل اس کی اصل ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ خلقنا کم ذکر وانثٰی وَجعلنا کم شعوبا وقبائِل لتعارفوا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِندَ اللہ اتقاکم ترجمہ بے شک ہم نے تم کو مذکر و مؤنث پیدا کیا اور تمہارے قبیلے بنائے تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ سب سے زیادہ عزت والا خدا کے نزدیک وہ شخص ہے جو تقوے اور پرہیزگاری میں زیادہ ہو)

قول سلمانؓ کی تصدیق

جو خدا کے خاص بندے ہوتے ہیں، خداوند عالم خاص طور سے ان کی قدر و منزلت کرتا ہے، اور دنیا والوں پر ظاہر فرما دیتا ہے کہ دیکھو کہ جو ہمارے ہو رہتے ہیں ہم بھی ان کی شان بلند کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے ایسی ایسی فضیلتیں دیتے ہیں کہ جن کا ذکر قیامت تک لوگوں کی زبانوں پر رہتا ہے ان برگزیدہ بندوں میں سے ایک حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بھی ہیں دیکھئے خداوند عالم ان کے قول کی کیسی عزت کرتا ہے، ایک روز کا ذکر ہے کہ سلمانؓ خدمتِ رسولؐ میں حاضر تھے کہ ایک عالم یہود عبداللہ ابن صوریا خدمت آنحضرتؐ میں آیا سلمانؓ اور عبداللہ میں کسی بات پر بگڑ گئی عبداللہ کہنے لگا کہ ملائکہ میں جبرئیل ہمارا دشمن ہے سلمانؓ بولے میں

اس کی گواہی دیتا ہوں کہ جو دشمن جبرئیلؑ ہے وہ دشمن میکائیلؑ ہے، اور جو شخص ان دونوں کو دشمن رکھے گا، خدا اس کو دشمن رکھے گا، جو ان کو دوست رکھے گا، خدا اس کو دوست رکھے گا، حق سبحانہ وتعالیٰ نے موافق اس قول کے دو آیتیں نازل فرمائی ہیں قل من کان عدواً لجبرئیل فانّہٗ نزّلہٗ علیٰ قلبک باذن اللہ مصدقاً لما بین یدیہ وھدی و بشریٰ للمومنین من کان عدواً للہ وملٰئکتہ ورسلہ وجبریل ومیکائیل فانّ اللہ عدوٌ للکافرین جو شخص جبرئیلؑ کا دشمن اس وجہ سے ہے کہ اے رسولؐ وہ تمہاری طرف بحکم خدا فضائل علی ابن ابی طالبؑ کو لاتا ہے۔ پس جبرئیلؑ نے اس قرآن کو بحکم خدا تمہارے دین میں اتارا ہے درآنحالیکہ وہ تصدیق کرنے والا ہے، اُن کتابوں کی جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں اور براہ راست ہدایت کرنے والا ہے اور بشارت دینے والا ہے ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں (رسالتِ محمدؐ اور ولایت علیؑ اور ان آئمہ ہدیٰ پر جو ان کے بعد ہیں) جو شخص خدا اور اس کے ملائکہ اور مرسلین اور جبرئیلؑ ومیکائیلؑ کا دشمن ہو پس خدا بھی ان کافروں کا دشمن ہے۔ جب رسول اللہؐ پر یہ آیتیں نازل ہوئیں تو سلمانؓ سے فرمایا کہ دیکھو خدا نے تمہارے قول کی تصدیق کی اور تمہاری رائے کو صواب سمجھا اے سلمانؓ جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ سلمانؓ ومقدادؓ آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور وہ تم سے اور علیؑ سے خالص محبت رکھتے ہیں، اور یہ دو شخص تمہارے اصحاب میں جبرئیلؑ ومیکائیلؑ کی مثل ہیں ملائکہ میں سلمانؓ ومقداد دوست ہیں اس شخص کے جو تم کو اور علیؑ کو دوست رکھتا ہے، اور دشمن

ہیں اس کے جو تم کو اور علیؑ کو دشمن رکھتا ہے، اگر سلمان و مقداد کو اہل زمین اسی قدر دوست رکھیں جتنا کہ ملائکہ آسمان و حجب و کرسی و عرش ان کو دوست رکھتے ہیں تو خدا اہل زمین سے کسی ایک پر عذاب نازل نہ کرے۔

امارتِ مدائن

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے حاکم بن کر مدائن جانے کا واقعہ بھی نہایت عبرت انگیز اور سبق آموز ہے ان سے قبل جو لوگ مدائن کے گورنر ہو کر گئے تھے انہوں نے اہلِ مدائن کو بڑی شان و شوکت دکھلائی تھی خوب جھپیجے اور قہقہے رہے تھے جب اہل مدائن کو معلوم ہوا کہ اب سلمان فارسی حاکم بن کر آرہے ہیں، تو اُن کے استقبال کو مدائن سے باہر آئے مگر جب ان کو ایک درویشانہ حالت میں پایا تو دلی جوش فرو ہو گئے، خیالات بدل گئے، کہاں تو پہلے گورنروں کا وہ تزک اور احتشام، کہاں ان کی یہ سادگی کہ بوریا بغل میں ایک مٹی کا لوٹا ہاتھ میں جسم پر صرف عبا نہ کوئی سامانِ زینت، نہ اسباب عیش و راحت ایک دوسرے کو دیکھنے لگا اور یہ ارشاد ہونے لگا کہ بھلا اس ملا سے کیا حکومت ہو گی۔ یہ بھلا کیا سلطنت کر سکے گا مگر مجبور تھے کچھ کہہ نہ سکتے تھے، بالآخر شہر میں لے جا کر ان سے عرض کیا گیا کہ حضور کون سی دار الامارۃ میں قیام فرمائیں گے، انہوں نے جواب دیا کہ فقیروں کے لئے دار الامارۃ کی کوئی ضرورت نہیں مجھے ایک مسجد میں پہنچا دو وہیں رہوں گا یہ سن کر لوگ اور بھی متعجب ہوئے مگر سلمان نے اس کی کچھ پروا نہ کی اور مسجد میں فروکش ہو گئے، پھر لوگوں نے آن کر پوچھا کہ کس قسم کا طعام تیار کرایا جائے انہوں نے فرمایا کہ تم کو اس بارہ میں فکر کی ضرورت نہیں ہے میں

خود فراہم کر لوں گا، میں بیت المال مسلمین سے ایک حبہ نہ صرف کروں گا خود اپنے ہاتھ سے کسب کر کے خورونوش کا سامان بہم پہنچاؤں گا، خدا نے مجھے اتنی قدرت دی ہے کہ اپنی روزی پیدا کر سکوں لوگ یہ سن کر خاموش ہو گئے اور اپنے مقام پر تذکرہ کرنے لگے کہ خدا خیر کرے دیکھئے مدائن کا انتظام کیسے ہوتا ہے، غرضکہ حضرت سلمانؓ زنبیل بنتے تھے اور اس سے کھانے پینے کا سامان بہم پہنچاتے تھے جب بدمعاش لوگوں نے یہ دیکھا کہ یہ تو حد درجہ سیدھے سادھے آدمی ہیں کسی قسم کی سختی کو مخلوق پر روا ہی نہیں رکھتے ہیں تو تمام مدائن میں شورش پھیل گئی رات کو چوریاں اور ڈاکے پڑنے لگے، کچھ لوگ جمع ہو کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ حضور اب شہر کی حالت بہت خراب ہو رہی ہے خلق خدا کی جان جاتی ہے اور آپ کچھ انتظام نہیں فرماتے، کہا اچھا آج اس کا انتظام ہو جائے گا، ایک منادی کو بلا کر تمام شہر میں یہ ندا کرا دو کہ نصف شب کے بعد جو کوئی گھر سے نکلے گا ہم اس کی جان کے ذمہ دار نہیں جب منادی ہوئی تو لوگوں نے قہقہے لگائے کہ یہ لیجئے ملا صاحب آج انتظام فرمائیں گے، نہ معلوم کون سا لشکر آج رات کو انتظام کو نکلے گا یا وہ جناب خود شہر میں گشت کریں گے، بدمعاشوں کے دل پر کسی قسم کا خوف طاری نہ ہوا اور اپنا کام کرنے کے لئے بدستور آمادہ رہے، پس اس مقرب درگاہ ایزدی نے نماز مغربین پڑھ کر یہ انتظام کیا کہ مسجد سے نکل کر ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں کتوں کا ایک گروہ جمع تھا ان سے کہنے لگے کہ اے مخلوق خدا آج شب کا انتظام تمہارے سپرد کرتا ہوں جو شخص نصف شب

کے بعد شہر میں نکلے اس کو ہلاک کر دو یہ کہہ کر اپنے مقام پر واپس آ گئے، رات کو کچھ لوگ تو بغرض امتحان اور کچھ لوگ اپنے کام کی انجام رسانی کو بعد آدھی رات کے گھروں سے نکل پڑے، وہاں تو کتوں کا لشکر پہرہ پر تھا، ہی دم کے دم میں پھاڑ چیر کر پھینک دیا، جب صبح ہوئی تو لوگ پریشان حال اور روتے پیٹتے ان کی خدمت میں آئے اور تمام واقعہ شب کا بیان کیا انہوں نے فرمایا کہ ایہا الناس تم سمجھتے تھے کہ میں یہاں کا انتظام نہیں کر سکتا، ارے بے وقوفو یہ دنیا ہے اس کا انتظام کتے تک بھی بخوبی کر سکتے ہیں آدمیوں کا کیا ذکر ہے، مگر میں اس طرح کا انتظام کرنا پسند نہیں کرتا جس سے خلقِ خدا پر ظلم ہو میں عدل کرنے اور صراطِ مستقیم پر لوگوں کو چلانے کے لئے حاکم ہوا ہوں نہ اس لئے کہ عیش و آرام میں بسر کروں اور خلقِ خدا لٹ جائے تم لوگوں نے میری قدر نہ کی اور میرے انتظام کو پسند نہ کر کے شورش برپا کی چنانچہ اس کا نتیجہ مل گیا، اور اگر اب بھی باز نہ آئے تو اس سے زیادہ ذلیل ہو گے، غرضکہ اس کے بعد سے پھر کوئی چوری نہ ہوئی دیکھئے حاکمِ عادل کا پیشِ خدا یہ مرتبہ ہے۔

سلمان کی حق گوئی

جب حضرت عمر نے اپنی خلافت کے دوران میں حضرت سلمان رضہ کو والئ مدائن بنا کر بھیجا اور انہوں نے وہاں پہنچ کر اپنا کام شروع کیا، تو کچھ روز بعد خلیفہ صاحب کا ایک فرمان ان کے نام جاری ہوا جس میں ان کی اکثر کارروائیوں پر اعتراض کئے گئے تھے اور حکومت کے زور میں نہ معلوم کیا کیا لکھ گئے گئے تھے۔ لیکن سلمان سا حق پرست و متقی بندہ ایسی باتوں میں کب آنے والا تھا جو خدا

سے ڈرے گا وہ بھلا بندوں کے خوف کو دل میں کیا جگہ دیگا جس کی آنکھوں کے سامنے حکومت حقیقۃ رسولؐ کی تصویر موجود ہوگی وہ ایسی ویسی حکومت کو کب دھیان میں لائے گا، جس کو خدا کے راضی اور خوشنود رکھنے کا خیال ہوگا وہ بندوں کی ناخوشی و ناراضی کی کیا پرواکرے گا۔

نامہ پہنچتے ہی فوراً جواب لکھنا شروع کر دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ نامہ سلمان فارسیؓ آزاد کردہ رسولِ خدا کا عمر ابن الخطاب کے نام ہے اما بعد اے عمر میں نے تیرے نامہ کو اوّل سے آخر تک پڑھا جہاں جہاں مجھ کو ملامت اور سرزنش کی گئی ہے وہ مقامات میرے پیش نظر ہیں میرے اوپر امارت مدائن عنایت کرنے کا جو احسان رکھا گیا ہے تو اس کو بھی میں نے بغور پڑھ لیا ہے، اب آپ اپنی باتوں کا جواب سنئے طرز تحریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ میں پسر حذیفہ کے حرکات کی پیروی کروں، اور اس کی سیرت و طریقت اور آئین و قواعد سلطنت کو اپنے ایام حکومت میں اختیار کرکے تم کو راضی و خوشنود کروں اور خلق خدا کو ستا کر خدا کو ناراض کروں سو اس خیال میں نہ رہنا مجھے ایسی حکومت کی پروا نہیں ہیں ضرور مقدم الذکر کا کچا چٹھا تیرے سامنے پیش کر دیتا مگر کیا کروں خداوند عالم نے آیۂ یا ایّھا الذین امنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً فکرھتموہ واتقوا اللہ اے ایمان والو بہت گمان نہ کیا کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں، اور ایک

ایک دوسرے کے عیب کو تلاش نہ کرو، غیبت نہ کرو، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو دوست رکھے گا کہ اپنے مردہ برادر مومن کا گوشت کھائے تمہیں ضرور کراہت آئے گی بس خدا کے عذاب سے ڈرتے رہو) خدا غیبت کرنے کو منع فرماتا ہے حضرت سلامت مجھ سے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ آپ کی خوشی کے لئے پسر حذیفہ کے نیک و بد کی خبر دیکر خدا کو ناراض کر دوں۔

پہلا اعتراض میرے اوپر یہ کیا گیا ہے کہ میں زنبیل بنتا ہوں اور نانِ جَو کھاتا ہوں۔ جناب! یہ کون سی سرزنش کے قابل بات ہے اس کو امورِ سلطنت سے کیا واسطہ، اے پسر خطاب آگاہ ہو کہ میرے نزدیک جَو کھانا اور زنبیل بننا زیادہ تر محبوب ہے اس سے کہ میں کسی بندۂ مومن کا حق غصب کروں یا شب و روز لذیذ کھانوں کی خواہش میں بسر کروں میں نے بخدا اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جنابِ رسالت مآب کے ہاتھ میں نانِ جَو آتا تھا تو حضرت اس کو تناول فرما کر حد درجہ مسرور ہوتے تھے۔ میں نے زمامِ حکومت کو اس لئے ہاتھ میں نہیں لیا کہ عیش و عشرت میں بسر کروں۔

دوسرا اعتراض آپ کا یہ ہے کہ میں جو کچھ جمع کرتا ہوں وہ لوگوں کو دے ڈالتا ہوں کیا خوب یہ بھی ایک ہی رہی آپ کو اس پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے بے شک میں محتاجوں کی فقر و فاقہ میں خبر لیتا ہوں اور ان کی حاجت براری میں جو کچھ ممکن ہوتا ہے صرف کرتا ہوں، خدا کے عزت و جلال کی قسم مجھے اس کی مطلق پروا نہیں کہ میرے حلق سے مغز گندم گذرے یا جَو کی بھوسی طعام لذیذ ہو یا بد ذائقہ میرے لئے سب برابر ہیں۔ کیسے

ممکن ہے کہ خلق خدا تو بھوکوں مرے اور مسند حکومت پر بیٹھ کر مزے اوڑاؤں تم ہی بتاؤ کہ روز قیامت خدا کو کیا جواب دوں گا؟

تیسرا اعتراض یہ تھا کہ میں نے حکومتِ خدا کو حد درجہ سست و ضعیف بنا دیا، اور اپنے نفس کو اس قدر ذلیل کر رکھا ہے کہ اہل مدائن مجھے مثل امیر کے نہیں سمجھتے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں کے لوگوں نے مجھے مثل ایک پل کے سمجھ رکھا ہے کہ وہ میرے اوپر سے عبور کرتے ہیں اور اپنے بار کو میرے دوش پر رکھتے ہیں، تم کہتے ہو کہ یہ بات سلطنتِ خدا میں ضعف پیدا کر رہی ہے، خدا کے واسطے ذرا غور کرو اور بات کی تہ کو پہونچو۔

یاد رکھو کہ میں اطاعتِ الٰہی میں ذلیل ہونے کو بہ نسبت اس عزت کے جو معصیتِ الٰہی میں ہو زیادہ محبوب رکھتا ہوں تم کیا نہیں جانتے ہو کہ رسول اللہ کس طرح لوگوں کا دل ہاتھوں میں لیتے تھے اور کیسی تالیف قلوب فرماتے تھے باوجود جلالتِ نبوت و رسالت اس طرح عوام الناس سے ملتے تھے کہ مثل انہیں کے ایک شخص معلوم ہوتے تھے، اور اگرچہ وہ بادشاہ دین و دنیا تھے مگر طعام ناگوار نوش فرماتے تھے۔ موٹے جھوٹے کپڑے پہنتے تھے، اور تمام لوگ ان کی نظر میں عجمی ہوں یا عربی، قریشی ہوں یا ہاشمی، کالے ہو یا گورے امورِ دین میں برابر تھے، میں نے خود آنحضرت کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص بعد میرے سات مسلمانوں کا بھی کم از کم حاکم ہوگا اور ان کے درمیان عدل نہ کریگا تو خداوند عالم روز جزا اس پر غضبناک ہوگا۔ بس اے عمر اب میری آرزو یہ ہے کہ میں اس امارت مدائن سے دست کش ہو جاؤں اور اپنے

اس نفس کو جس پر تو نے ذلیل ہونے کا الزام لگایا ہے آزاد رہ کر فائدہ رسانی خلایق میں معروف کروں۔

اے پسر خطاب ذرا غور تو کر کہ کیا حال ہوگا پیش خدا اس شخص کا جو دو بندوں کے درمیان عدل کو قائم نہ رکھے اور ان کا حاکم کہلائے حالانکہ خدا فرماتا ہے۔ تلک الدار الاخرۃ نجعلہا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبۃ للمتقین (یہ دار آخرت ہم نے ان لوگوں کا مقام قرار دیا ہے جو زمین میں فتنہ و فساد برپا نہیں کرتے، اور نیک انجام پرہیزگاروں ہی کے لئے ہے)

آگاہ ہو کہ میں نے اِس حکومتِ مدائن کو کسی اور غرض سے منظور نہیں کیا سوائے اسکے کہ لوگوں کو صراطِ مستقیم پر چلاؤں اور ضلالت و گمراہی سے بچاؤں میں خوب جانتا ہوں کہ اگر اہل مدائن میں کچھ بھی صلاحیت و قابلیت ہوتی اور احکام خدا کی پابندی کرتے ہوتے تو خدا ضرور ان ہی لوگوں میں سے ایک شخص صالح و عاقل کو حکمرانی کے لئے تجویز فرماتا میری یہاں حاکم بن کر آنے کی نوبت نہ آتی۔ اگر ان لوگوں کے قلوب میں خوفِ خدا ہوتا اور اپنے پیغمبرص کے قول کی متابعت کرتے تو کبھی تیری خلافت کو تسلیم نہ کرتے اور تجھے امیرالمومنین نہ کہتے، بس اب جو تیرا دل چاہے وہ کر مجھے اس کی پرواہ نہیں میں جانتا ہوں کہ تو میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتا، اور لبفرض محال اگر ہاتھ پیر نکالے بھی تو وہ اس دنیا ہی تک محدود ہے اے عمر اس مہلت پر جو خدا نے دے رکھی ہے اور عقوبت میں تعجیل نہیں فرمائی بہت زیادہ مغرور نہ ہونا۔ بہت جلد ستم گاری

وجفا کاری کا عوض ملے گا۔

عہد نامہ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنابر خواہش سلمانؓ ان کے قبیلے کے لئے جو مقام گارزون میں تھا۔

ایک عہد نامہ اس مضمون کا تحریر فرمایا۔

"یہ نامہ محمد ابن عبداللہ کی طرف سے اس بنا پر لکھا گیا ہے کہ سلمان نے ایک روز یہ درخواست کی کہ میری بھائی مہار ابن فردخ اور نیز دیگر اقارب واہل بیت اور ان کی نسل کے لئے ایک فرمان بطور سفارش لکھ دیا جائے، پس جو شخص ان میں سے اسلام لائے اور اپنے دین پر قائم رہے اس پر ہمارا سلام ہو میں تمہارے لئے خدائے بزرگ و برتر کی حمد کرتا ہوں کیوں کہ حق تعالٰے نے مجھے حکم دیا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی لوگوں کو تعلیم دوں گا، آگاہ ہو وہ خدا ایسا ہے جس نے تم سب کو نیست سے ہست کیا اور تم کو چلنے پھرنے اور ہر کام کے کرنے کی قوت دی ہم سب کی باز گشت اسی کی طرف ہے میں نے سلمانؓ اور قبیلۂ سلمان سے حسب ذیل تکالیف کو اٹھا لیا، موئے پیشانی کا ترشوانا، جزیہ دینا، خمس یا عشر اپنے اموال سے ادا کرنا، اور دوسرے اخراجات کرنا، اے مسلمانو اگر وہ لوگ تم سے کسی چیز کا سوال کریں تو ان کو عطا کرو اور اگر طالب مدد ہوں تو ان کی مدد کرو۔ اور اگر امان چاہیں تو امان دو اگر کوئی بدی کریں تو اس کو بخش دو۔ اگر دوسرے لوگ ان کے ساتھ برا برتاؤ کریں تو روک دو۔ بیت المال سے ہر سال دو سو حلّے اور سو اوقیہ نقرہ ان کو دیتے رہو کیونکہ سلمان رسول خدا ص

کی جانب سے ان کرامتوں کے مستحق ہیں پھر حضرت نے آخر نامہ میں دعا کی اس کے لئے جو اس پر عمل کرے اور نفرین کی اس شخص پر جو خلاف ورزی کرے۔ یہ نامہ امیرالمومنین نے تحریر فرمایا اور آنحضرتؐ نے مہر مبارک ثبت فرمائی ابن شہرآشوب تحریر کرتے ہیں کہ یہ نامہ آج تک اولادِ جناب سلمان کے پاس موجود ہے اور لوگ موافق فرمانِ رسول عملدرآمد کرتے ہیں، دیکھئے یہ بھی آنحضرتؐ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے کیونکہ اگر حضرت کو اس کا علم نہ ہوتا کہ ان کا دین تمام روئے زمین پر پھیل جائے گا۔ تو کبھی ممالک غیر کے لئے جو اپنے تصرف سے خارج ہوں ایسا تحریر نہ فرماتے۔

علمِ سلمان

ایک شخص نے جناب امیرالمومنینؑ سے عرض کی کہ آپ کچھ سلمان فارسی کی نسبت بیان فرمائیے، ارشاد ہوا کہ سلمان رضؓ کا کیا کہنا ہے وہ ہمارے اہل بیت میں سے ہیں، اور کہاں پیدا ہو سکتا ہے ایسا شخص جو مانند لقمان حکیم کے ہو سلمان علم اولین اور آخرین سب کو جانتے ہیں، اور جناب امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ سلمان علم کا وہ دریا ہے جس کی انتہا ہی نہیں ان کے علم کا یہ عالم ہے کہ ایک روز ان کا گذر ایک مجمع عام کی طرف سے ہوا دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہوا اس مجمع میں کچھ بیان کر رہا ہے۔ سلمان اس کے قریب گئے اور کہا کہ اے بندہ خدا جو کچھ تو نے کل رات اپنے گھر میں کیا ہے اس کی بابت خدا سے توبہ کر یہ کہہ کر سلمان رضؓ تو آگے بڑھ گئے لوگوں نے اس شخص سے دریافت

کرنا شروع کیا کہ کیا ماجرا تھا۔ سلمان نے تجھے بدی کی طرف نسبت دی اور تو نے زبان سے کچھ نہ کہا اس نے کہا کہ بخدا سلمان رضؓ نے مجھے اس کی خبر دی ہے جس کو سوائے میرے اور خدا کے کوئی نہیں جانتا۔

سلمان رضؓ کا تعجب

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ مجھے چھ باتوں پر تعجب آتا ہے۔ تین باتیں تو ان میں سے ہنسانے والی ہیں اور تین باتیں رولانے والی ہیں، جن باتوں پر ہنسی آتی ہے، ان میں سے اول تو وہ شخص ہے جو طلب کرتا ہے دنیا کو اور موت اس کی فکر میں لگی رہتی ہے،

دوسرا وہ شخص ہے جو احوال آخرت سے غافل ہے اور خدا اور اس کے ملائکہ اس سے غافل نہیں ہیں اس کے اعمال کا شمار کرتے ہیں۔

تیسرے وہ شخص جو ہنستا ہے اور اس کو یہ معلوم نہیں کہ اس کا خدا اس سے راضی ہے یا ناراض۔ اور وہ تین باتیں جو رولاتی ہیں ان میں سے پہلی چیز مفارقت محمد ﷺ و دوستان محمد ﷺ ہے۔

دوسری ہول مرگ اور احوال بعد از مرگ۔

تیسرے روز قیامت پیش خدا حساب کے لئے کھڑا ہونا۔

ملک الموت کا جواب

ایک شخص اصحاب حضرت سلمان فارسی رضؓ سے بیمار ہو گیا، جب کئی روز تک ان کو کچھ خبر نہ ملی تو لوگوں سے مستفسر حالات ہوئے اصحاب نے بیان کیا کہ وہ تو بیمار ہے یہ اصحاب کو لئے ہوئے اس کی عیادت کو گئے

جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ سکرات موت میں ہے سلمانؓ بہت رنجیدہ ہوئے اور ملک الموت سے خطاب کیا کہ اس دوست خدا کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کرو ملک الموت نے جواب دیا (جس کو سب اصحاب نے سنا) کہ اے ابو عبداللہ میں سب مومنوں کے ساتھ مہربانی ونرمی کا برتاؤ کرتا ہوں کبھی کسی پر سختی نہیں کرتا اے سلمان اگر میں دنیا میں ظاہر ہو کر کسی شخص سے ملنے کی اجازت دیا جاتا تو وہ شخص تم ہی تھے۔

کراماتِ سلمان

ابوذر غفاری کا بیان ہے کہ ایک روز جو میں سلمان فارسی سے ملنے گیا تو دیکھا کہ سلمان بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک پیالہ شوربے سے بھرا ہوا ان کے سامنے رکھا ہے میں نے کسی بارہ میں سلمان سے گفتگو شروع کی کہ ناگاہ وہ پیالہ زمین پر اوندھا ہو گیا، سلمان نے اسے اٹھا کر سیدھا کر دیا، مگر اس کا شوربا مطلق زمین پر نہ گرا، مجھے یہ حال دیکھ کر نہایت تعجب ہوا۔ مگر دریافت نہ کر سکا، سلمان نے پھر سلسلہ گفتگو کا شروع کیا، دوسری مرتبہ وہ کاسہ پھر سرنگوں ہو گیا، اور مثل سابق کے شوربا اس سے نہ گرا، اب تو میرا تعجب اور بھی زیادہ ہوا، اور خوف کھا کر خانہ سلمانؓ سے باہر نکل آیا، اور اس بارہ میں فکر کرنے لگا، امیرالمومنین علیہ السلام اسوقت خانہ سلمان میں موجود تھے مگر میں نے نہ دیکھا تھا جب آنحضرتؐ نے میرا یہ اضطراب دیکھا تو فرمانے لگے کہ اے ابوذر کیا معاملہ ہے کیوں باہر چلے گئے۔ میں نے عرض کی اے علیؑ آج میں نے سلمان سے اس کرامت کو مشاہدہ کیا کہ جس نے مجھے

حیرت میں ڈال دیا ہے فرمایا اے ابوذر اگر سلمان تمہیں ان امور کی خبر دیں۔ جن کو وہ جانتے ہیں تو تم ضرور کہو گے کہ خدا قاتل سلمان رض پر عذاب نازل کرے اے ابوذر سلمان رض کنز اسرار خدا ہیں جس نے ان کو پہچانا وہ مومن ہے اور جس نے ان کو نہ پہچانا وہ کافر ہے آگاہ ہو کہ سلمان رض ہم اہل بیت میں سے ہیں

دیگر: منقول ہے کہ جب سلمان ایک شتر کو جس کا نام عسکر تھا اور عائشہ رض روز جمل اس پر سوار ہوئی دیکھتے تھے تو تازیانہ سے مارا کرتے تھے، لوگوں نے کہا کہ اے سلمان تم اس چوپایہ کو کیوں مارا کرتے ہو کہا کہ یہ چوپایہ نہیں ہے یہ عسکر پسر کنعان جنی ہے، خدا نے اس کو اس صورت میں کر دیا ہے پھر اس عرب نے جو اس اشتر کا مالک تھا کہنے لگے کہ تو اس کو فلاں مقام پر لے جا۔ وہاں تیری منشا کے موافق قیمت مل جائے گی، جب وہ اعرابی وہاں پہونچا تو لشکر عائشہ رض نے اس اونٹ کو سات سو درہم میں خرید کر لیا، روز جمل عائشہ اسی شتر پر سوار ہو کر جنگ امیر المومنین کو نکلی۔

دیگر۔ ایک روز سلمان فارسی کا گذر کوفہ میں لوہاروں کے بازار کی طرف سے ہوا، ایک نوجوان کو دیکھا کہ بے ہوش پڑا ہوا ہے اور لوگ اس کے گرد جمع ہیں ان کو آتے دیکھ کر انہوں نے کہا کہ اے ابو عبد اللہ اس جوان کو صرع کا عارضہ معلوم ہوتا ہے آپ اس کے کان میں کوئی دعا پڑھ دیجئے شاید ہوش میں آجائے، جب سلمان رض اس کے نزدیک گئے تو وہ جوان ہوش میں آگیا اور کہنے لگا کہ اے ابو عبد اللہ مجھے صرع کا عارضہ نہیں ہے بلکہ بات یہ تھی کہ میں اس طرف سے نکلا ہوا جا رہا تھا یہاں

لوہار اپنے ہتوڑوں سے لوہا کوٹ رہے تھے میرے دل میں خیال ہوا کہ خدا قرآن میں فرماتا ہے ولھم مقامع من حدید یعنی ان کیواسطے گرز ہائے آہنی ہیں پس خوف عذاب الٰہی سے بیہوش کھا کر گر پڑا سلمان رضؓ نے اس کی یہ دین داری اور خدا ترسی دیکھ کر اسے اپنا منہ بولا بھائی بنالیا اور اس کی اس قدر محبت ان کے دل میں پیدا ہو گئی کہ کسی وقت اس سے جدا نہوتے تھے اور ہر وقت شرائط اخوت کو نگاہ رکھتے تھے تا اینکہ وہ جوان بیمار ہوا یہ اس کی عیادت کو جو گئے تو دیکھا کہ وہ دم توڑ رہا ہے انہوں نے ملک الموت سے خطاب کیا کہ میرے بھائی کے ساتھ مدارا کرو ملک الموت نے جواب دیا کہ اے ابو عبداللہ ہم ہر مومن کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کرتے ہیں۔

سلمان کی پیشین گوئی

مسیب ابن نجیہ کا بیان ہے کہ جب حضرت سلمان فارسی رضؓ امیر مدائن ہو کر آ رہے تھے تو ہم لوگ بغرض استقبال اپنے شہر سے نکل کر ایک مقام پر پہونچے اور سلمان سے ملاقات کی جب ہم سب مدائن کو واپس ہو رہے تھے تو گذر ہمارا زمین کربلا کی طرف ہوا سلمان رضؓ نے دریافت کیا کہ اس سرزمین کا کیا نام ہے ہم نے کہا کہ اسے کربلا کہتے ہیں فرمایا کہ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں میرے بھائی قتل کئے جائیں گے پھر وہاں کے ہر مقام کی نسبت علیحدہ علیحدہ بیان کرنا شروع کیا کہ یہ ان لوگوں کے سامان اترنے کی جگہ ہے، یہ اونٹوں کے رہنے کا مقام ہے، اس مقام پر ان

لوگوں کا مقتل ہوگا، یہاں پر ان کے خیام نصب کئے جائیں گے۔

ایہا الناس آگاہ ہو، کہ اس سرزمین پر بہترین اولین و آخرین قتل کیا جائے گا وہاں سے چل کر ہم لوگ حروریں پہنچے۔ جو محلِ اجتماع خوارج نہروان تھا، پوچھا کہ اس مقام کا کیا نام ہے ہم نے کہا کہ حرور کہا یہ وہ جگہ ہے جہاں بدترین اوّلین نے خروج کیا ہے! ور بدترین آخرین خروج کریں گے، جب ہم لوگ کوفہ میں پہونچے تو کہا کیا یہ کوفہ ہے ہم نے کہا ہاں فرمایا کہ یہ قبہ اسلام ہے۔

سلمانؓ کی منزلت

ایک روز جناب امام محمد باقر علیہ السلام کے سامنے کچھ ذکر سلمانؓ کا آگیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ سلمان محمدیؐ ہیں اور ہم اہل بیت سے ہیں۔

خصائل سلمانؓ

کسی شخص نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کیا وجہ ہے کہ ہم آپ سے سلمان فارسیؓ کا ذکر زیادہ سنتے ہیں، حضرتؑ نے فرمایا کہ ان کو سلمانؓ فارسی نہ کہو، بلکہ سلمانؓ محمدیؐ کہو کیا تم نہیں جانتے کہ میں ان کو کیوں زیادہ یاد کرتا ہوں، راوی نے کہا نہیں، فرمایا تین خصلتوں کی وجہ سے۔

اول یہ کہ انہوں نے خواہش امیر المومنین علیہ السلام کو اپنے نفس کی خواہش پر مقدم رکھا۔

دوسرے یہ کہ فقرا کو بہت دوست رکھتے تھے اور بہ نسبت مالداروں اور ذی عزت لوگوں کے ان کو زیادہ چاہتے تھے۔

نیز علم اور علماء کو دوست رکھتے تھے، آگاہ ہو کہ سلمان خدا کے شائستہ بندے تھے کسی طرح انہوں نے شرک کو اختیار نہیں کیا۔

سلمان کا مکالمہ

ایک دن حضرت سلمان اور کسی شخص سے کسی قدر سخت گفتگو ہو پڑی اس نے کہا کہ اے سلمان ذرا اپنی خبر تو لو کہ تم ہو کون سلمان نے جواب دیا کہ ابتداء میری اور تیری ایک نطفہ نجس سے ہے اور آخر میرا اور تیرا مردار گندیدہ ہے۔ مگر جب بروز قیامت میزان اعمال نصب ہو گی تو اسوقت جس کے حسنات کا پلہ بھاری رہے وہ گرامی و بزرگ ہے اور جس کا پلہ ہلکا ہو وہ لئیم و بے مقدار ہے وہ شخص یہ جواب باصواب سن کر خاموش ہو گیا۔

سلمانؓ کی بے تکلفی

ابو وائل لکھتا ہے کہ میں ایک روز اپنے ایک دوست کے ساتھ سلمانؓ کی خدمت میں گیا، اور ان کے پاس جا کر بیٹھا۔ سلمانؓ کہنے لگے کہ اگر رسول اللہ مہمان کے ساتھ تکلف کرنے کو منع نہ فرماتے تو البتہ تم لوگوں کے لئے تکلف کرتا، اور تکلف کے یہ معنی ہیں کہ جو چیز کسی شخص کے پاس موجود نہ ہو اس کو بہ مشقت حاضر کرے یہ کہہ کر چند روٹیاں اور تھوڑا سا نمک لا کر ہمارے سامنے رکھ دیا، میں نے اپنے دوست سے کہا کہ اگر اس کے ساتھ پودینہ بھی ہوتا تو کیا اچھا ہوتا۔ سلمانؓ نے یہ سُن کر اپنے لوٹے کو اٹھا لیا اور باہر چلے گئے، تھوڑی دیر بعد پودینہ لئے ہوئے داخل ہوئے، جب ہم لوگوں نے کھانا شروع کیا تو میرے دوست

نے کہا کہ میں شکر کرتا ہوں اس خدا کا جس نے ہم کو ہماری روزی پر قانع بنایا، سلمانؓ نے جواب دیا کہ اگر تم قانع ہوتے اس چیز پر جو خدا نے روزی کیا ہے تو میرا مطہرہ (طہارت کرنے کا برتن) رہن نہ ہوتا۔

زہد حضرت سلمانؓ

اللہ اکبر اس سے بہتر اور کیا زہد کی مثال ہو سکتی ہے کہ مدت العمر سلمانؓ نے اپنے لئے کوئی گھر نہیں بنایا دیوار اور درختوں کے سایہ میں بسر کیا کئے ایک شخص کو ان کی یہ حالت دیکھ کر رحم آیا کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ آپ کے لئے ایک مکان بنوا دوں انہوں نے کہا بھائی مجھے اس کی حاجت نہیں چند روزہ زندگی کے لئے کون یہ درد سر مول لے، اس نے کہا نہیں میں ایسا ہی مکان بنواؤں گا جس کو آپ بھی پسند کریں۔ سلمان نے کہا کہ اچھا اس مکان کا وصف تو بیان کرنا کہ مجھے معلوم ہو کہ وہ میری مرضی کے موافق ہے یا نہیں اس نے کہا وہ گھر ایسا ہو گا کہ جب تم کھڑے ہو تو سر چھت سے ٹکرائے اور جب لیٹو تو پاؤں دیواروں سے ٹکرائیں یعنی نہ تم اس میں تن کر کھڑے ہو سکو گے اور نہ پاؤں پھیلا کر سو سکو گے۔ کہا خیر ایسے گھر کا کوئی مضائقہ نہیں۔

سلمان فارسیؓ کے پاس لکھا ہے کہ صرف ایک عبا تھی جس کا نصف حصہ شب کو بچھاتے تھے اور نصف اوڑھ لیتے تھے، اللہ اکبر کیوں نہ ہو آخر اہل بیت رسول سے سبق حاصل کیا تھا۔

تصدق سلمانؓ

ہر سال سلمانؓ کو بیت المال سے پانچ ہزار

درہم دئے جاتے تھے مگر انہوں نے کبھی ان میں سے ایک درہم اپنے خرچ میں نہیں لیا، تمام مقدار فقراء اور مساکین کو تقسیم کر دیتے تھے اور خود مزدوری کر کے طعام بہم پہونچاتے تھے۔

فضائل سلمان رض

جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ دین اگر ثریا میں بھی ہوگا تو سلمان رض اس تک ضرور پہنچے گا، اور امیر المومنین ارشاد فرماتے ہیں کہ سلمان فارسی مثل لقمان رض حکیم کے ہیں وہ از سرتاپا علم و حکمت سے بھرے ہوئے ہیں

سلمان محدّث تھے

امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ علی ابن ابی طالبؑ اور سلمان رض محدّث تھے، یعنی دونوں ملائکہ سے بات چیت کرتے تھے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ سلمان رض کے محدث ہونے سے یہ مطلب ہے کہ امام ان سے حدیث بیان کرتے تھے اور اپنے اسرار کو تعلیم کرتے تھے نہ یہ کہ خدا کی جانب سے ان کو حدیث پہنچتی تھی کیونکہ سوائے حجت خدا کے کسی دوسرے پر خدا کی جانب سے ان کو حدیث نہیں پہنچ سکتی۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ حیات القلوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ جو نفی اس حدیث آخر میں ہے وہ اسی بناء پر ہے کہ بات کرنا خدا کا بے واسطۂ ملک ہو یعنی خدا بے واسطہ ملک کے حجتِ خدا کسی سے بات نہیں کرتا۔ ہاں بالواسطۂ ملک ممکن ہے جیسا کہ حدیث اول میں ذکر ہوا۔

ایک دوسرے مقام پر جب امام جعفر صادقؑ سے سلمان کے محدّث ہونے

کا مطلب دریافت کیا تو فرمایا کہ ملک ان کے کان میں بات کہتا تھا، سائل نے عرض کی کہ مولا جب سلمان کا مرتبہ یہ ہو گیا تو پھر امیر المومنین کا کیا مرتبہ قرار دیا جائے گا، فرمایا خاموش ہو اور اپنی راہ لے تو کیا اِن باتوں کو سمجھ سکتا ہے۔

اور ایک دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ سلمان رض کے دل پر ہدایت کو نقش کر دیتا تھا۔

ایک حدیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ سلمان متوسم تھے یعنی فراست سے لوگوں کا حال معلوم کر لیتے تھے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ سلمان اسمِ اعظم جانتے تھے۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک روز جناب امیر المومنین ع کے سامنے کچھ ذکر تقیہ کا آیا، حضرت نے فرمایا کہ اگر ابوذر جان لیتے اس چیز کو جو سلمان کے دل میں ہے تو باوجود اس انتہائی محبت کے اُن کو ہلاک کر ڈالتے پس جب ایسے لوگوں کا یہ حال ہو تو بھلا عام لوگوں کا کیا ٹھکانا۔ کیسے انسان اپنی جان کو محفوظ نہ رکھے۔

خلیفہ ثانی اور سلمان

ایک روز رسول اللہ اپنے اصحاب کے مجمع میں بیٹھے ہوئے ارشاد فرما رہے تھے کہ تم میں سے ایسا کون شخص ہے جو تمام سال روزہ رکھتا ہو سب اصحاب تو یہ سُن کر خاموش ہو گئے۔ حضرت سلمان فارسی اُٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ ایسا شخص

میں ہوں، حضرت صؐ نے فرمایا اچھا کون شخص تم میں سے ہمیشہ شب زندہ دار رہتا ہے؟ سلمان رضؓ نے کہا کہ میں یہ سنتے ہی خلیفہ صاحب کو طیش آگیا مگر ضبط کئے ہوئے بیٹھے رہے تیسری مرتبہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اچھا بتاؤ تم میں کون ایسا شخص ہے جو ہر روز ختم قرآن کرتا ہو سلمان نے عرض کی کہ میں ہوں، اب کیا تھا ابن الخطاب غصہ میں کھڑے ہی تو ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ مرد فارسی چاہتا ہے کہ ہم قریش پر فخر کرے۔ یہ بالکل دروغگو اور لاغی ہے اکثر روز ایسے گذرے ہیں کہ اس نے روزے نہیں رکھے اکثر راتیں ایسی گذری ہیں کہ یہ سوتا رہا ہے اکثر دن ایسے ہوئے ہیں کہ یہ بالکل خاموش رہا ہے جناب رسول اللہ صؐ نے فرمایا اے عمر اپنا غصہ کم کر۔ دیکھ سلمانؓ مثل لقمان حکیم کے ہے، اس نے یہ بات بے سوچے سمجھے نہیں کہی تو اس سے سوال کر وہ ہر ایک بات کا جواب دے گا، جب حضرت عمر رضؓ نے دریافت کیا تو سلمان بولے اے عمر آگاہ ہو کہ میں ہر ماہ میں تین روزے رکھتا ہوں، اور خدا ارشاد فرماتا ہے کہ جو ایک نیکی کریگا میں اس کا دس گنا ثواب دونگا پس یہ روزے میرے حساب تو کر کتنے ہو گئے، علاوہ اس کے تمام ماہِ شعبان میں روزے رکھتا ہوں اور ان کو ماہ رمضان المبارک سے ملا دیتا ہوں اور شب بیداری میری اس طور پر ہے کہ ہر رات کو باوضو سوتا ہوں اور رسول اللہؐ کا یہ ارشاد ہے کہ جو شخص باوضو سوتا ہے ایسا ہے کہ گویا تمام رات اس نے عبادت میں بسر کی ختم قرآن کا حال سُن میں ہر روز تین مرتبہ سورۂ قل ہو اللہ احد کو پڑھ لیتا ہوں اور میں نے رسول خدا صؐ سے سنا ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے فرماتے تھے یا علی تم میری امت میں مثل سورۂ قل ہو اللہ احد کے ہو۔ یعنی

جس نے سورۂ مذکور کو ایک بار پڑھا اس نے گویا ثلث قرآن پڑھا اور جس نے تین بار پڑھا اس نے قرآن ختم کیا۔

اسی طرح جس نے تم کو زبان سے دوست رکھا ایک ثلث ایمان اس کو حاصل ہوا، اور جس نے دل و زبان دونوں سے دوست رکھا اس کو دو ثلث ایمان مل گیا اور جس نے دل و زبان سے تو دوست رکھا اور ہاتھ سے تمہاری مدد کی وہ کامل الایمان ہو گیا یا علیؑ قسم ہے اس خدا کی جس نے مجھے مبعوث برسالت کیا ہے کہ اگر تم کو اہل زمین اس طرح دوست رکھتے جس طرح اہل آسمان دوست رکھتے ہیں تو خدا کسی کو آتش جہنم سے عذاب نہ کرتا۔ یہ مسکت جواب سن کر حضرت عمر خاموش ہو گئے۔

دعوت ابوذر رضؓ

امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک روز سلمان رضؓ نے ابوذر کی دعوت کی دو روٹیاں اُن کے سامنے رکھیں ابوذر نے ان روٹیوں کو ہاتھ میں اٹھالیا اور بغور دیکھنے لگے۔ سلمان رضؓ نے دریافت کیا کہ اے ابوذر رضؓ کیا دیکھ رہے ہو، کہا میں یہ دیکھتا ہوں کہ یہ کہیں سے کچی تو نہیں رہ گئی، یہ سنتے ہی سلمان کو غصہ آگیا اور کہنے لگے اے ابوذر کیا تم جرأت رکھتے ہو کہ اس روٹی کو ہاتھوں میں پھراؤ اور نظر کرو قسم خدا کی کہ اس روٹی کے لئے بہت سے کارکنان قدرت نے کام کیا ہے اول تو اس پانی نے جو زیر عرش الٰہی ہے پھر ملائکہ نے ہوا نے ابر نے سورج نے زمین نے لوہے نے لکڑی نے چوپاؤں نے آگ نے، نمک نے۔ ہیزم نے غرض کہاں تک میں تفصیل بیان کروں کہ کتنے عمل کرنے والے اس روٹی کے

لئے تھے۔

اے ابوذرؓ کیا تم سے ممکن ہے کہ اِس نعمت کا شکریہ ادا کرو، ابوذرؓ نادم ہوئے اور کہا سلمان میں اپنے اس فعل پر خدا سے توبہ اور تم سے معذرت کرتا ہوں دوسرے روز پھر سلمانؓ نے ابوذرؓ کو بلایا اور اپنی تھیلی سے چند ٹکڑے خشک روٹی کے نکالے اور اُن کو پانی سے تر کر کے ابوذرؓ کے سامنے رکھ دیا، ابوذرؓ بولے کہ اگر ذرا سا نمک اور ہوتا تو بڑا مزا آتا سلمانؓ یہ سُنکر باہر گئے اور نمک لاکر ابوذرؓ کے سامنے رکھا۔

ابوذرؓ نے ان روٹی کے ٹکڑوں پر نمک چھڑک کر کھانا شروع کیا اور کہنے لگے کہ میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس نے مجھے اس قدر قناعت دی۔ سلمانؓ نے کہا کہ اگر قناعت ہوتی تو میرا مطہرہ نمک کیلئے گرو نہ ہوتا۔

سلمانؓ اہل بیت سے ہیں

فضل ابن عیسیٰ بیان کرتا ہے کہ میں اپنے باپ کے ساتھ خدمت امام جعفر صادق ؑ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا حضرت کیا یہ بات سچ ہے کہ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے سلمان ہم اہل بیت میں سے ہیں، حضرت ؑ نے فرمایا بے شک یہ بالکل صحیح ہے میرے باپ نے پوچھا کہ کیا سلمان فرزندانِ عبد المطلب سے ہیں، فرمایا کہ ہم اہل بیت میں سے ہیں میرے باپ نے عرض کی کہ میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا فرمایا بس یہی سمجھو کہ وہ ہم اہل بیت میں سے ہیں پھر حضرت ؑ نے اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ ایسا نہیں ہے جیسا تو نے سمجھا ہے، آگاہ ہو کہ حق تعالےٰ نے

ہماری طینت کو علیتین سے خلق فرمایا ہے اور ہمارے شیعوں کی طینت کو ایک درجہ اس سے پست کر کے پیدا کیا ہے پس سلمانؓ ان لوگوں میں سے ہیں اور سلمانؓ لقمانؑ سے بہتر ہیں۔

اخوت

کلینی نے جناب امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے سلمانؓ اور ابوذرؓ کے درمیان اخوت قرار دی اور ابوذر کو یہ تاکید کی کہ کبھی سلمان کی مخالفت نہ کریں۔

سلمان اور اہل بیت

امیر المومنینؑ سے کسی شخص نے ایک مرتبہ فضیلت سلمان کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا پوچھتا ہے اس شخص کی بابت جو ہماری طینت سے خلق کیا گیا ہو، اور روح اس کی ہماری روح سے مقرون ہو حق تعالیٰ نے ان کو مخصوص کیا ہے علم اول و آخر و ظاہر باطن سے اے شخص میں ایک روز خدمتِ رسول میں حاضر تھا اور سلمان بھی اس وقت موجود تھے کہ ایک عرب آیا اور سلمان کو ان کی جگہ سے ہٹا کر خود بیٹھ گیا، رسول اللہ کو یہ دیکھ کر غصہ آگیا اور چہرہ ہائے مبارک سرخ ہو گئیں، فرمایا کہ او عرب تو نے ایسے شخص کو ہٹایا ہے جس کو خدا دوست رکھتا ہے اور اس کی دوستی کا اظہار اپنے ملائکہ کے سامنے کرتا ہے اور خدا کا رسول اس کو زمین پر دوست رکھتا ہے اے اعرابی تو نے ایسے شخص کو ہٹایا ہے جس کا پیش خدا یہ مرتبہ ہے کہ جب جبرئیل میرے پاس آتے ہیں خدا کی جانب سے اس کو سلام ضرور پہنچاتے ہیں تو نہیں جانتا سلمان ہم میں سے ہیں جس نے ان پر ظلم کیا اس نے مجھ پر ظلم کیا جس نے ان کو ہٹایا اس نے مجھ کو

ہٹایا جس نے ان کو پاس بٹھایا اس نے مجھے پاس بٹھایا اے اعرابی سلمان رضؓ
کے بارے میں دھوکا نہ کھانا بتحقیق خدا نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں سلمان رضؓ
کو واقف کردوں لوگوں کی موت کے وقت سے اور ان بلاؤں سے
جو مردم پر نازل ہوتی ہیں اور لوگوں کے حسب و نسب ان کو بتا دوں اور
وہ امور تعلیم کردوں جو حق و باطل کو جدا کرتے ہیں اعرابی نے عرض کی کہ
یارسول اللہ میرا یہ خیال نہیں تھا کہ اعمالِ سلمانؓ اس مرتبہ کو پہنچ گئے ہیں
یا حضرت کیا وہ پہلے مجوسی نہیں تھے، اور اس کے بعد مسلمان نہیں ہوئے۔
حضرت نے فرمایا کہ اے اعرابی تو کچھ عجیب عقل کا آدمی معلوم ہوتا ہے کہ
میں تجھ سے برابر سلمان رضؓ کے فضائل بیان کر رہا ہوں اور تو یہی کہے جاتا ہے
کہ سلمان مجوسی تھے اے بے عقل وہ مجوس نہیں تھے مگر شرک کو تقیۃً ظاہر کرتے
تھے اور ایمان کو پوشیدہ رکھتے تھے اے شخص کیا تو نے نہیں سُنا کہ خدا
ارشاد فرماتا ہے۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ
بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا
تَسْلِيمًا (کیا یہ بات نہیں ہے کہ وہ لوگ تیرے پروردگار پر ایمان لائیں،
تاکہ اے رسول تجھ کو اپنے جھگڑوں میں حکم قرار دیں اور پھر اپنے نفسوں میں
تنگی اور مزاحمت نہ پائیں اس فیصلہ کی وجہ سے جو تو ان کے درمیان کر دے
اور وہ اس کو تسلیم کریں حق تسلیم کرنے کا)
اے عرب میں جو تجھ کو تعلیم کر رہا ہوں اس کو یاد رکھ اور خدا کے شکرگذار بندوں
میں سے بن میری تعلیم سے روگردانی نہ کرنا ورنہ مستحق عذاب الٰہی کا ہوگا۔

مدح حضرت سلمان

ایک روز سلمان داخل مجلس رسول خداؐ ہوئے صحابہ نے بکمال تعظیم و توقیر صدر میں جگہ دی تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ ثانی بھی آئے دیکھا کہ سلمان صدر میں بیٹھے ہوئے ہیں بہت ناگوار گذرا، چونکہ صحبت رسول تھی اس وجہ سے اور تو کچھ نہ کر سکے البتہ بطور تجاہل عارفانہ دریافت کیا کہ کیوں صاحب یہ عجمی کون بزرگ ہیں جو صدر مجلس بنے بیٹھے ہیں، رسول اللہؐ کو ان جناب کی یہ حرکت بہت ناگوار گذری، اسی وقت منبر پر تشریف لے گئے، اور ایک خطبہ پڑھ کر فرمایا کہ ایہا الناس آدمی آدم سے اسوقت تک مانند کنگھی کے دندان کے ایک دوسرے کے برابر ہیں، کوئی فضیلت عرب کو عجم پر اور سرخ کو سیاہ پر نہیں ہے۔ مگر تقویٰ اور پرہیزگاری سے آگاہ ہو کہ سلمان رضؓ وہ دریا ہے جس کا کنارہ ہی نہیں، وہ خزانہ ہے جس کی انتہا ہی نہیں، سلمانؓ ہم اہل بیت سے ہیں وہ خدا کی حکمت اور برہان کو ظاہر کرتا ہے۔

ایضاً ایک روز امام جعفر صادق عم کے سامنے سلمان رض کا ذکر آیا کچھ لوگ جعفر کو سلمان پر فضیلت دینے لگے، ابو بصیر اس مجلس میں موجود تھا کہنے لگا کہ سلمان کسی طرح جعفر کے مثل نہیں ہو سکتے، کیونکہ وہ پہلے گبر تھے، پھر مسلمان ہوئے یہ سننا تھا کہ امام علیہ السلام کو غصہ آگیا اور فرمایا کہ اے ابو بصیر خاموش ہو تو اس بات کو کیا سمجھتا ہے، بے شک جعفر کو خداوند عالم نے یہ رتبۂ عظیم عطا فرمایا کہ وہ ملائکہ کے ساتھ بہشت میں پرواز کرتے ہیں مگر سلمان بھی وہ شخص ہے جس کو خدا نے مجوسی ہونے کے بعد علوی اور

فارسی ہونے کے بعد قریشی بنایا، پس صلوات خدا ہو سلمان پر۔

سلمان کا مزاح

ایک روز سلمان خدمت رسول سے رخصت ہو کر مکان جارہے تھے راستہ میں خلیفۂ ثانی سے ملاقات ہوئی انہوں نے دریافت کیا کہ اے سلمان رسول اللہ اسوقت تنہا بیٹھے ہوئے ہیں یا کوئی اور شخص بھی حضرت کی خدمت میں موجود ہے سلمان رض نے کہا کہ تنہا نہیں ہیں ایک شخص اور بھی بیٹھا ہے حضرت عمر نے دریافت کیا کہ کون ہے انہوں نے کہا کہ میں ان کو پہچانتا نہیں یہ کہہ کر سلمان اپنے مکان مکان کو چلے گئے اور خلیفہ صاحب خدمت رسول میں حاضر ہوئے۔ یہاں دیکھا تو علی مرتضیٰ ع اور رسول اللہ بیٹھے ہوئے ہیں ان کو سلمان کے اس مذاق پر بہت غصہ آیا اور رسول اللہ سے شکایت کی کہ آج مجھ سے سلمان نے ایسا ایسا بیان کیا، حضرت صؐ نے فرمایا اچھا سلمان کو بلاؤ اور دریافت کرو کہ انہوں نے ایسا کیوں کہا جب سلمان حاضر ہوئے تو رسول اللہ صؐ نے دریافت فرمایا، عرض کی یارسول اللہ آپ ہی نے تو فرمایا ہے کہ خدا کو کسی نے نہیں پہچانا مگر میں نے اور خدا نے اور علی کو کسی نے نہیں پہچانا مگر میں نے اور خدا نے بس میں نے کیا ظلم کیا اگر یہ کہہ دیا کہ جو شخص اس وقت حضرت کے پاس بیٹھا ہوا ہے میں اسے نہیں پہچانتا، حضرت عمر یہ جواب سن کر خاموش ہو گئے اور کچھ سلمان کو جواب دیتے نہ بنی۔

سلمانؓ اور فضائل علیؑ

ایک روز سلمان فارسی کسی مجمع میں بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت امیر المومنین

علیہ اس طرف سے جا رہے تھے سلمان نے حضرت کو دیکھ کر اس جماعت سے کہا کہ ایہا الناس کیوں نہیں اُٹھ کر دامن پکڑتے اور اپنے دین کے مسائل دریافت کرتے ہو۔ علی سے قسم ہے اس خدا کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور خلائق کو پیدا کیا کہ سوائے اسکے کوئی تم کو سیرت پیغمبرؐ کی خبر نہ دے گا، یہ تمام روئے زمین کا حال جانتے ہیں زمین ان ہی کی وجہ سے ساکن ہے، اگر ان کا وجود تمہارے درمیان نہ ہوتا تو علم کی روشنی معدوم ہو جاتی یہ ہی سرچشمۂ ہدایت اور بحر کرامت ہیں۔

عمر سلمانؓ عمر حضرت سلمان میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ساڑھے تین سو برس ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ڈھائی سو برس۔

اولاد میں صرف تین لڑکیاں تھیں ذکور میں کوئی نہ تھا۔

وفات سلمانؓ اصبغ ابن نباتہ بیان کرتا ہے کہ ابتدائی خلافت جناب امیر المومنینؑ میں جب سلمان امیر مدائن تھے تو میں بھی وہاں موجود تھا، ایک روز جو میں ان کی ملاقات کو گیا تو معلوم ہوا وہ بیمار ہیں میں برابر اس بیماری میں ان کی عیادت کو جاتا رہا تا اینکہ بیماری روز بروز طول پکڑتی گئی اور ان کو اپنی موت کا یقین ہو گیا، ایک روز مجھ سے فرمانے لگے کہ اے اصبغ رسول اللہ نے مجھے خبر دی ہے کہ جب میری موت کا زمانہ قریب ہو گا تو مردہ میری بات کا جواب دیگا، اب میں یہ بات معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ وقت نزدیک پہنچا یا نہیں لہٰذا تم میرے لئے ایک تخت لاؤ اور اس پر اس طرح فرش کرو جیسے مردوں کے لئے کرتے ہیں اور چار آدمی بلا کر مجھے قبرستان مدائن میں لے چلو، راوی کہتا ہے میں نے حکم

کی تعمیل کی اور ان کو قبرستان مدائن میں پہنچا دیا، سلمان رضؓ نے کہا کہ مجھے رو بقبلہ کرو، پھر باواز بلند ندا کی کہ سلام خدا ہو تم پر اے وہ لوگو جو خلائق سے پوشیدہ ہو گئے ہو، سلام ہو میرا ان لوگوں پر جنھوں نے زمین کو اپنا لحاف بنا لیا ہے سلام میرا ان پر جو صور اسرافیل پھونکے جانے کا اس لئے انتظار کر رہے ہیں کہ اپنی اپنی قبروں سے باہر آئیں میں تم سے خدا و رسول کی قسم دے کر ایک سوال کرتا ہوں لازم ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس کا جواب دے میں ہوں سلمان فارسی آزاد کردۂ محمد ابن ابو عبداللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تحقیق کہ آنحضرت صلعم نے مجھے خبر دی ہے کہ جب میری وفات کا زمانہ قریب ہوگا تو مردہ مجھ سے ہم کلام ہوگا، پس اب میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ وقت قریب آیا یا نہیں، جب سلمان رضؓ نے اپنے اس کلام کو تمام کیا تو ایک مردہ نے اپنی قبر سے یوں جواب دینا شروع کیا، سلام و رحمت خدا ہو اس گروہ پر جنہوں نے دار دنیا میں مکانات اس لئے تعمیر کرائے کہ وہ ان میں رہیں حالانکہ موت سب کو فنا کر دیگی۔ سلام خدا ہو ان لوگوں پر جن کو عنقریب خدا کا منادی کوچ کی خبر دینے والا ہے۔ اے سلمان میں نے تمہاری بات کو سن لیا میں جواب دینے پر آمادہ ہوں، جو کچھ دریافت کرنا چاہتے ہو دریافت کرو خدا تم پر اپنی رحمت نازل کرے سلمان نے کہا اے بعد موت کے کلام کرنے والے آیا تو اہل بہشت سے ہے یا اہل دوزخ سے اس نے کہا کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جن پر خدا نے انعام کیا ہے اور اپنے کرم سے داخل بہشت فرمایا۔ سلمان نے کہا کہ اے بندہ خدا بیان تو کر تو نے موت کو کیسا پایا اور اس وقت تیرے اوپر کیا گذری کیا کیا چیزیں تو نے

مشاہدہ کیں ہیبت نے جواب دیا کہ اے سلمان ٹھہرو ذرا جلدی نہ کرو قسم ہے خدا کی کہ بدن کا آرہ سے کاٹا جانا اور اعضا کا قینچی سے ٹکڑے ٹکڑے ہونا میرے اوپر موت کی سختی سے زیادہ آسان ہے اے سلمان آگاہ ہو کہ دار دنیا میں خدا نے مجھ کو نیکیوں کی طرف الہام کیا تھا اور میں ہمیشہ اعمال خیر بجالاتا تھا فرائض الٰہی کو ادا کرتا تھا قرآن کی تلاوت کرتا تھا والدین کے ساتھ حسن سلوک کو لگاہ رکھتا تھا حرام چیزوں سے بچتا تھا ظلم و ستم سے ڈرتا تھا، طلب حلال میں رات دن سعی کرتا تھا، غرضکہ حد درجہ خدا ترسی کے ساتھ میں نے اپنی زندگی بسر کی ایک روز جب کہ میں نہایت خوش و خرم تھا یکایک ایک مرض میں مبتلا ہو گیا، ہر چند صحت کی تدبیریں کیں مگر کوئی سود مند نہ ہوئی، آخر کار وقت موت کا آگیا اس وقت میں نے دیکھا کہ ایک شخص نہایت خوفناک صورت زبردست ہاتھ پیر کا قریب میرے آکر کھڑا ہوا اور میری آنکھوں کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا میں فوراً اندھا ہو گیا، پھر کان کی جانب اشارہ کیا میں بہرا ہو گیا، پھر زبان کی طرف اشارہ ہوا میں گونگا ہو گیا۔

میری حالت اس وقت ایسی تھی کہ ان آنکھوں سے نہ کوئی چیز دیکھ سکتا تھا، کانوں سے نہ کوئی آواز سن سکتا تھا زبان سے نہ کوئی لفظ بول سکتا تھا، کچھ دیر اسی حالت میں پڑا رہا آخرکار پھر اس نے ایک اشارہ کیا، اور میرے کانوں میں کسی قدر سننے کی قوت معلوم ہوئی اس وقت میں نے سنا کہ میرے اہل و عیال رو رہے ہیں سارے گھر میں کہرام مچا ہوا ہے، عزیز و اقارب اور ہمسایہ کے لوگ جمع ہیں یہ دردناک آوازیں

سن سن کر میرا دل بھر آیا اور اس شخص سے کہا کہ اے بندہ خدا تو کون ہے جو مجھ کو میرے اہل و عیال سب سے جدا کئے دیتا ہے کہا میں ملک الموت ہوں اس لئے آیا ہوں کہ تجھ کو دار دنیا سے دار آخرت کی طرف لے جاؤں۔ اے شخص تیری مدت حیات ختم ہو گئی، ابھی یہ بات چیت ہو رہی تھی کہ دو شخص اور میرے پاس آئے مگر یہ خلقت و صورت میں بہ نسبت شخص اول کے اچھے تھے، ایک ان میں سے میری داہنی جانب اور دوسرا بائیں جانب بیٹھ گیا اور مجھ سے کہنے لگے۔ السلام علیک و رحمۃ اللہ و برکاتہ ہم تیرے لئے تیرا نامہ لائے ہیں۔ اس کو دیکھ میں نے کہا یہ نامہ کیسا ہے، کہا ہم دونوں وہ فرشتے ہیں جو دنیا میں تیرے نیک و بد اعمال کو لکھا کرتے تھے دیکھ اس میں جو کچھ تو نے اپنی تمام عمر میں کیا ہے سب درج ہے پہلے میں نے اپنے حسنات یعنی نیکیوں کا نامہ اس ملک کے ہاتھ سے لیا جسکو رقیب کہتے ہیں اور دیکھنے لگا جوں جوں میری نظر اپنی نیکیوں پر پڑتی جاتی تھی خوش ہوتا جاتا تھا جب میں اس کو پڑھ چکا تو اپنے گناہوں کا نامہ دوسرے فرشتے کے ہاتھ سے جس کو عتید کہتے ہیں لے لیا۔ اور پڑھنے لگا اور اپنے گناہوں کو دیکھ کر دل میں کڑھنے لگا، آنکھوں سے میرے آنسو جاری ہو گئے۔ میرا یہ حال دیکھ کر انہوں نے کہا کہ غمگین نہ ہو تیرا انجام بخیر ہو گا یہ کہہ کر دونوں فرشتے چلے گئے اور ملک الموت میرے پاس آیا روح کو میرے جسم سے کھینچنا شروع کیا اس وقت کی تکلیف میں بیان نہیں کر سکتا یہاں تک کہ میری جان کھنچ کر سینہ تک آ گئی تب اس نے میری طرف ایک حربے سے اشارہ کیا جو ایسا تھا کہ اگر کسی پہاڑ پر پڑتا تو پہاڑ بھی پگھل

جاتا اور میری رُوح کو اس نے میری ناک سے قبض کر لیا اس وقت میرے
اہل و عیال سے اور بھی زیادہ آواز گریہ بلند ہوئی میں ان کی باتوں کو سنتا
تھا اور جو کچھ وہ کہتے تھے اسکو دیکھتا تھا، مگر کچھ نہ کہہ سکتا تھا، جب
میرے اہلبیت کا رونا چلانا زیادہ ہوا تو ملک الموت نہایت غصہ اور آزردگی
سے ان کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ اے لوگو یہ گریہ کس وجہ سے ہے؟ میں
نے اس پر کوئی ظلم و ستم نہیں کیا جس کی تم شکایت کرتے ہو کوئی تعدی نہیں کی
جس کی تم فریاد کرتے ہو ہم اور تم سب خدا کے بندے ہیں اگر خدا تمکو ہمارے بارہ
میں ایسا ہی حکم دیتا جیسا ہمکو تمہارے بارے میں دیا ہے تو تم ضرور اس کا حکم ہمارے
ساتھ اسی طرح بجالاتے جس طرح ہم تمہارے ساتھ بجالا رہے ہیں قسم خدا کی ہم
نے اس کی روح کو قبضہ نہیں کیا مگر اسوقت جبکہ اسکی روزی مقدر تمام ہو گئی،
اور مدت حیات منقطع ہو چکی پس اب اپنے پروردگار کی طرف جاتا ہے اگر تم سب
لوگ اس موقع پر صبر کروگے تو اس کا اچھا بدلہ خدا سے پاؤ گے اور اگر بیقراری
ظاہر کروگے تو گنہگار ہوگے اے لوگو ابھی تو بہت سے موقع ایسے آئیں گے کہ میں
تمہارے لڑکے لڑکیوں ماں اور باپ میں تم سے جدائی ڈالوں گا، یہ کہہ کر وہ
وہاں سے میری روح کو لئے ہوئے چل دیا اور ایک دوسرے فرشتے کے حوالے
اس کو کردیا اس نے اس کو ایک جامۂ پاک حریر میں لپیٹ لیا اور ایک چشم زدن میں
میری روح کو خداوند عالم کے سامنے حاضر کیا پس خدا نے قدرت ہر عمل
صغیر و کبیر کی بابت مجھ سے سوال کیا مثل نماز و روزہ و حج و زکواۃ و تلاوت
قرآن و تصدق و اطاعت پدر و مال یتیم کا کھانا ناحق کسی کو قتل کرنا لوگوں پر

ظلم و ستم کرنا شب و روز کی عبادت غرضکہ کوئی شے ایسی نہ تھی جس کا سوال مجھ سے نہ کیا گیا ہو بعد اس کے باذن خدا میری روح پھر زمین پر بھیجی گئی اسوقت غسل دینے والا میرے جسم کے قریب آیا اور میرے کپڑے اتار کر غسل دینا شروع کیا۔ میری روح اس دم ندا دیتی تھی کہ اے بندۂ خدا اس جسم ضعیف کے ساتھ نرمی کر قسم ہے خدا کی میں اس میت کی کسی رگ سے باہر نہیں آئی۔ مگر یہ کہ اس کو توڑ دیا ہے کسی عضو سے اس کے نہیں نکلی مگر یہ کہ اس کو پارہ پارہ کر دیا ہے بخدا اگر غسل دینے والا میری روح کا یہ کلام سن لیتا تو ہرگز غسل نہ دیتا۔ پھر اس غسال نے میرے جسم پر پانی ڈالا اور تین غسل دے کر مجھے تین کپڑوں میں لپیٹا، اور حنوط کیا اے سلمان یہ وہ توشہ تھا جس کو میں دنیا سے لے کر آخرت کی طرف چلا جب یہ تمام ارکان ادا ہو چکے تو میری میت بڑے بیٹے کے سپرد کی گئی اور کہا گیا کہ خدا تجھ کو باپ کے ماتم میں صبر عطا فرمائے پھر میرے اہل اور ہمسایہ کے لوگ مجھے وداع کرنے کے لئے میرے قریب آئے، جب وداع کر چکے تو ایک تخت پر لٹا کر میرے اوپر نماز پڑھی جب اس سے بھی فراغت ہو گئی تو مجھے قبر میں رکھا اور اس کو بند کر کے خاک انبار لگا دیا اب میری روح پھر میرے جسم میں آئی جب لوگ مجھے دفن کر کے چلے گئے تو میں افسوس کرنے لگا کہ کاش میں بھی ان کے ساتھ ساتھ لوٹ جاتا۔ میں اسی خیال میں تھا کہ ایک شخص نے گوشۂ قبر سے میری بات کا یوں جواب دیا کہ اب یہاں سے جانا ممکن نہیں اور پھر یہ آیت پڑھی کلا انھا کلمۃ ھو قائلھا ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون۔ یعنی کفار مرنے کے

بعد پھر دنیا کی طرف لوٹنا چاہتے ہیں وہ ہرگز نہیں لوٹ سکتے، یہ کلمہ جس کا وہ کہنے والا ہے اور ان کے پیچھے برزخ ہے اس دن تک کے لئے وہ زندہ ہوں اور مبعوث کئے جائیں اور برزخ وہ فاصلہ ہے جو دنیا و آخرت کے درمیان ہے میں نے اس سے کہا کہ تو کون ہے جو مجھ سے بات چیت کرتا ہے کہا میرا نام منبہ ہے میں وہ فرشتہ ہوں جس کو خدا نے اس لئے خلق فرمایا ہے کہ بعد مرگ ہر شخص پر تنبیہ کر کے اسکے ہاتھ سے لکھوا لوں تا کہ پیش خدا حجت ہو یہ کہہ کر اس نے مجھے اٹھا کر بٹھا دیا اور کہا کہ سب اپنے اعمال لکھ دے میں نے کہا کہ مجھے تو اپنے اعمال یاد نہیں کہا کیا تو نے اپنے پروردگار کا کلام نہیں سنا اَحْصَاهُ اللّٰهُ وَنَسُوهُ لوگ اپنے کئے کو بھول گئے ہیں مگر خدا نے ان کا احصا کر لیا ہے پھر مجھ سے کہا کہ اچھا تو لکھ میں تیرے اعمال کو بتاتا جاؤں گا میں نے کہا میرے پاس کاغذ کہاں ہے اس نے میرے کفن کا ایک کنارہ کھینچا اور اس میں سے ایک کاغذ نکال کر کہا کہ لے یہ تیرا صحیفہ ہے میں نے کہا کہ میں قلم کہاں سے لاؤں، کہا انگشت شہادت تیرا قلم ہے میں نے کہا سیاہی کہاں ہے اس نے کہا تیرا آب دہن سیاہی ہے غرضکہ جو کچھ میں نے اپنی تمام عمر دنیا میں کیا تھا اس نے بیان کرنا شروع کیا اور میں سب باتوں کو لکھتا گیا جب وہ نامہ تمام ہو گیا تو اس نے میرے ہاتھ سے لے کر اپنی مہر لگائی اور میری گردن میں مثل طوق کے ڈال دیا۔
میں نہیں کہہ سکتا کہ اس میں کس قدر وزن تھا اگر تمام دنیا کے پہاڑ میری گردن میں طوق بنا کر ڈال دیئے جاتے تو شاید گرانی نہ ہوتی میں نے کہا کہ اے منبہ تو نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا اس نے کہا کیا تو نے نہیں سنا خدا فرماتا ہے وَ کُلَّ اِنسَانٍ اَلزَمنَاهُ طَائِرَهُ فِی عُنُقِهِ وَنُخرِجُ لَهُ یَومَ القِیَامَةِ کِتَابًا یَلقَیهُ

منشوراً اقراء کتابك کفی بنفسك الیوم علیك حسیباً (ہر انسان کی گردن میں ہم نے اس کا نامۂ اعمال ڈال دیا ہے، روز قیامت ہر شخص ایک کھلی ہوئی کتاب دیکھے گا۔ اور اس سے کہا جائیگا اپنے نامۂ اعمال کو پڑھ تیرا نفس آج تیرا حساب کرنیوالا اور تیرے اعمال کا گواہ ہے) اے شخص یہ خطاب روز قیامت تجھ سے بھی کہا جائیگا اور تو پیش خدا اس صورت سے حاضر ہوگا کہ تیرا نامہ اعمال دونوں آنکھوں کے سامنے کھلا ہوا ہوگا اور تیرا نفس سب باتوں کی گواہی دیگا یہ کہہ کر منبہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد نہایت خوفناک صورت میں منکر فرشتہ ایک گرز آہنی ہاتھ میں لئے ہوئے داخل قبر ہوا اور ایک ایسی ہولناک آواز نکالی کہ اگر تمام اہل زمین اس کو سنتے تو خوف سے مرجاتے پھر اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ بتا تیرا خدا کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا پیغمبر و رسول کون ہے؟ امام کون ہے؟ تو کس طریقہ اور حالت پر تھا کیا کیا اعتقادات دل میں رکھتا تھا یہ سُن کر میری زبان بستہ ہوگئی اور حیران تھا کہ کیا جواب دوں اس کے خوف سے میرے تمام اعضا ٹوٹے جاتے تھے۔ مگر خدا کی رحمت اس وقت شامل حال ہوئی اور میری زبان اس طرح گویا ہوئی کہ اے بندۂ خدا مجھے کیوں ڈراتا ہے جب کہ میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں محمدؐ میرے رسول ہیں اسلام میرا دین ہے قرآن میری کتاب ہے کعبہ میرا قبلہ ہے، علیؑ میرا امام ہے، مومنین میرے بھائی ہیں یہ ہے مرا اعتقاد جس سے بروز قیامت اپنے خدا سے ملاقات کروں گا تب اس نے کہا اے بندہ خدا تیرے لئے بشارت سلامتی ہو، بے شک تو نے نجات پائی یہ کہہ کر وہ چلا گیا، پھر نکیر فرشتہ میرے پاس آیا اور ایک مہیب آواز دی کہ مثل سابق کے پھر میرے اعضا شکستہ

ہونے لگے اور کہا کہ اے بندہ خدا اپنے اعمال بیان کر میں حیران تھا کہ کیا جواب دوں گا، ناگاہ خدا نے میرے خوف کو کم کیا اور توفیق جواب عنایت فرمائی میں نے کہا کہ اے عبد خدا میرے ساتھ مدارا کر اور مہربانی سے کام لے۔ میں دنیا سے آتا ہوں اور اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ کوئی خدا سوائے اللہ کے نہیں ہے اور محمدؐ اسکے رسول ہیں، بہشت حق ہے، عذاب آتش جہنم حق ہے صراط حق ہے میزان حق ہے حساب و کتاب حق ہی سوال منکر نکیر قبر میں حق ہی، زندہ ہونا قیامت میں حق ہے خدا نے بہشت میں جن چیزوں کا وعدہ کیا ہے حق ہے۔ جہنم کے بارہ میں جس قدر ڈرایا ہے حق ہے قیامت کا آنا حق ہے یہ میرا جواب سن کر اس نے کہا کہ تجھے نعم ابدی کی بشارت ہو پھر مجھے قبر میں لٹا دیا اور میرے سرہانے قبر میں ایک دروازہ کھول دیا جس سے برابر بہشت کی خوشبو مجھ تک آتی ہی اور اس کے بعد میری قبر کو خوب کشادہ کر کے چلا گیا۔

اے سلمان میرے خیال سے سب سے زیادہ محبوب خدا کے نزدیک تین چیزیں ہیں اول زیادہ سرد رات میں نماز پڑھنا، دوسری گرم دن میں روزہ رکھنا۔ تیسری تصدق کرنا دستِ راست سے اس طرح کہ دستِ چپ کو خبر نہ ہو، ای سلمان رضؓ یہ وہ حالات تھے کہ جنکے سننے کے تم مشتاق تھے، میں گواہی دیتا ہوں وحدانیتِ خدا اور رسالت محمد مصطفےٰؐ کی ای سلمان رضؓ خدا کے سامنے کھڑے ہونیکا خیال دل میں لاؤ اور اسوقتِ خاص سے ڈرو اتنا کہہ کر وہ مردہ خاموش ہو گیا راوی کہتا ہے کہ تب سلمان رضؓ نے مجھ سے کہا کہ میرے سر کے نیچے تکیہ لگاؤ جب تکیہ لگایا گیا تو انہوں نے اپنی نظر آسمان کی جانب کی اور یا من بیدہ ملکوت کل

شیٔ وَ اِلَیْہِ ترجعون وَ ھو یجیر ولا یجار علیہ بک آمنت و لنبیک
اتبعت و بکتابک صدقت وقد اتانی ما وعدتنی یا من لا
یخلف المیعاد اقبضنی الیٰ رحمتک وانزلنی دار کرامتک فانا
اَشہد ان لا اِلٰہ اِلّا اللہ وحدہ لا شریک لہٗ وَ اشہد انّ
محمدًا عبدہٗ وَ رسولہ کہہ کر اس دنیا سے گذر گئے ہم لوگ ابھی حیرت
کے عالم میں تھے کہ ناگاہ ایک شخص سفید گھوڑے پر سوار نقاب چہرہ پر ڈالے نمودار
ہوا اور ہم پر سلام بھیجا۔ ہم نے جواب سلام دیا، اور دریافت کیا کہ تم کون ہو جواب
سے معلوم ہوا کہ وہ مظہر العجائب و الغرائب حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔
حضرتؑ نے مجھ سے فرمایا کہ اے اصبغ اب تجہیز و تکفین سلمان کا اہتمام کرو سب لوگ سامان بہم
پہنچانے لگے، حضرت نے فرمایا کہ کفن و حنوط کی کوئی حاجت نہیں یہ سب میرے پاس موجود
ہے غرضکہ آنحضرتؐ نے خود سلمان کو غسل دیا، کفن پہنایا اور نماز جنازہ پڑھی پھر
قبر میں خود ہی اتارا اور قبر کو خود ہی بند کیا، جب سب کاموں سے فراغت ہوگئی
تو حضرت وہاں سے چلنے لگے میں نے بڑھ کر دامن امیر المومنین علیہ السلام کا پکڑ
لیا اور عرض کیا کہ مجھے یہ بتا دیجئے کہ آپ یہاں کیونکر آئے اور کس نے آپ کو سلمان
کے مرنے کی خبر دی فرمایا اے اصبغ اس کا عہد کر کسی سے اس واقعہ کو جب تک
میں زندہ ہوں نقل نہ کروں گا میں نے عہد کیا، حضرتؑ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہؐ
نے اس وقت کی خبر دیدی تھی میں ابھی کوفہ میں نماز عصر سے فارغ ہو کر گھر گیا تھا کہ
یکایک نیند کا غلبہ ہوا۔ خواب میں ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ سلمان مر گئے،
یہ سنتے ہی میں بیدار ہو گیا، اور یہ کفن و حنوط اپنے ساتھ لے کر گھوڑے پر سوار ہوا

اور اس طرف کا قصد کیا، خدا نے مدائن کو میرے لئے اس قدر نزدیک کر دیا کہ میں اتنی جلد یہاں پہونچ گیا، یہ فرما کر حضرت میری نظروں سے غائب ہو گئے۔

راوی کہتا ہے کہ جب میں کوفہ میں پہنچا تو میں نے سُنا کہ حضرت اسوقت وہاں پہونچ گئے تھے، جب موذن نماز مغرب کے لئے اذان دے رہا تھا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ ط

ابن شہر آشوب نے جابر ابن عبداللہ انصاری سے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک روز امیرالمومنین علیہ السلام مدینہ میں نماز صبح ہم لوگوں کیساتھ ادا فرما رہے تھے بعد ختم نماز ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ایہا الناس خدا تمہارے اجر کو تمہارے بھائی سلمان کی مصیبت میں زیادہ کرے۔ ہم لوگ یہ سُن کر حد درجہ غمگین ہوئے اور ایک دوسرے سے سلمان کا ذکر خیر کرنے لگے۔

امیرالمومنین نے عمامۂ رسول سر پر باندھا، پیراہن آنحضرت زیب تن فرمایا عصا ہاتھ میں لیا، شمشیر رسول حمائل کی اور ناقہ غضبا پر سوار ہو کر قنبر سے فرمایا۔ کہ ایک سے دس تک شمار تو کرو قنبر کا بیان ہے کہ جب میں دس تک پہنچا تو ہم نے اپنے آپ کو سلمانؓ کے گھر کے سامنے مدائن میں پایا زاذان کہتا ہے کہ جب وقت سلمان کی وفات کا قریب پہونچا تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کو غسل کون دیگا، فرمایا جس نے رسول اللہ کو غسل دیا ہے۔ میں نے متعجب ہو کر دریافت کیا کہ تم مدائن میں ہو اور وہ مدینہ میں ہیں کہا اے زاذان بعد مرنے کے تم کو ایک آواز آئے گی تم سمجھ لینا کہ وہ آ گئے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بعد مرگ جب میں وہاں سلمان کو باندھ چکا تو میرے کان میں ایک آواز آئی

باہر نکل کر دیکھا تو امیر المومنینؑ موجود تھے مجھے دیکھ کر فرمایا اے زاذان کیا ابو عبداللہ رحمت حق سے واصل ہو گئے میں نے کہا ہاں اے سردار میرے پس حضرت گھر میں داخل ہوئے اور ردا چہرۂ سلمان سے ہٹائی سلمان کے چہرہ پر آثار تبسم عیاں ہوئے حضرت نے فرمایا مرحبا اے ابو عبداللہ جس وقت رسول اللہ سے ملاقات ہو تو جو کچھ ان کی اُمت نے میرے ساتھ سلوک کیا ہے سب بیان کرنا اسکے بعد حضرت تجہیز و تکفین سلمان میں مصروف ہوئے جب نماز پڑھائی تو دو شخص اس وقت اور بھی موجود تھے میں نے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں فرمایا ایک میرے بھائی جعفر اور دوسرے حضرت خضر ہیں۔

سلمان کا خواب میں آنا

کتاب روضۃ الواعظین میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک رات میں نے خواب میں حضرت سلمان کو اس طرح دیکھا کہ تاج یاقوت ان کے سر پر تھا قسم قسم کے حلے بر میں تھے اور ایک عجیب قسم کا نور پیشانی سے ساطع تھا میں نے کہا کہ اے سلمان سبحان اللہ کیسی قدر و منزلت خدا نے تمہاری فرمائی ہے کہا شکر ہے اس کے احسان و کرم کا میں نے دریافت کیا کہ اے سلمان یہ تو بتاؤ بعد ایمان لانے کے خدا اور رسول پر تم نے سب سے بہتر کیا چیز پائی، کہا اطاعت علی ابن ابی طالبؑ۔

حضرت ابوذر غفاری رحمۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین واٰلہ الطیبین الطاہرین من یومنا ھذا الیٰ یوم الدین اما بعد خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ سوانحعمری سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تمام ہوئی میں نے اس رسالہ کے مقدمہ میں اصحاب رسول ص کے مراتب و فضائل کا بالاجمال تذکرہ کر دیا ہے جس سے حضرات ناظرین کو واضح ہو گا کہ جو رسول اللہ ص کے سچے پیرو اور حقیقی مصاحب تھے، خدا اور رسول ص کے نزدیک ان کے مراتب کیا ہیں گو کہ بعض مسلمانوں کا یہ خیال ہے کہ رسول اللہ ص کے جملہ اصحاب فلک ہدایت کے ستارے اور عرفانیت وحقانیت کے پتلے تھے چنانچہ اس کی تائید میں حدیث اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم پیش کی جاتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ میرے اصحاب ستاروں کے مثل ہیں جس کے ساتھ بھی اقتدا کرلوگے ہدایت پا جاؤ گے لیکن ہر ذی عقل سمجھ سکتا ہے کہ اس کی اصلیت کتنی ہے جب ستاروں میں نحوست و سعادت دیکھی جاتی ہے تو بھلا اصحاب رسول میں عدالت و عفت و شجاعت و حکمت کیوں نہ دیکھی جائے گی صرف رسول کی صحبت میں بیٹھ جانا ہدایت امت کا تمغہ قرار نہیں پا سکتا اگر کسی نبی کی صحبت و ہمنشینی ہی فقط تقرب ایزدی کا باعث ہوتی تو حضرت نوح ع کا بیٹا سب سے زیادہ اس کا اہل ہوتا کیونکہ وہ رسول ع کے نطفہ سے تھا، نبی خدا نے اسکو اپنی گودوں میں کھلایا تھا مگر معاملہ برعکس ہے دیکھو بداعمالی وہ چیز ہے کہ تقرب درگاہ ایزدی اور ہدایت

امت تو ایک طرف وہ اہلبیت سے ہی خارج ہو گیا جیسا کہ خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے وَاِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ اور اعمال صالحہ وہ چیز ہیں کہ جناب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ باوجودیکہ عجمی تھے، مگر رسول اللہؐ نے نور عرفانی ان کی پیشانی اعمال سے تاباں دیکھ کر اپنے اہل بیت میں شامل کر لیا خدا کے یہاں دنیوی وجاہت خاندانی عزت باہمی تعلقات آپس کے رشتے ناتے، صحبت و قربت کچھ نہیں دیکھی جاتی وہاں تو کمال ذاتی اور شرافت نفسی دیکھی جاتی ہے ہاں اگر کسی کی ذات میں کمال ہے تو مقدم الذکر چیزیں حسن اصلی پر خط و خال کا کام دیں گی پھر کیونکر ممکن ہے کہ جملہ اصحاب رسول کو مثل ستاروں کے سمجھ کر اپنا ہادی و مقتدا مان لیں یوں رسول اللہؐ کی صحبت میں جس کا دل چاہتا تھا جا بیٹھتا تھا مگر حقیقتاً مصاحب رسول وہی شخص کہا جائیگا جس نے صحبت رسولؐ سے فیض حاصل کیا ہو اور ان کی تعلیم کو عملی لباس پہنایا ہوا ور خدا اور رسولؐ نے جس کے اعمال صالحہ کی تصدیق کی ہو۔

افسوس برا ہو اس خود غرضی اور تعصب کا جس نے انظار خلائق پر جہالت کا پردہ ڈال کر حق بینی سے باز رکھا ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ مسلمانوں میں اس قدر اختلاف پیدا ہوتا اس میں شک نہیں کہ دینداری اور خدا پرستی بڑی مشکل چیز ہے شیطان نے دنیوی چیزوں کو ہماری نظر میں ایسی وقعت دے رکھی ہے کہ حقیر سی حقیر چیز ہمکو یادِ خدا سے غافل کرنے اور اعمال صالحہ سے منہ پھرانے کے لئے کافی ہے یہ بات کچھ اسی زمانہ سے مخصوص نہیں بلکہ ہر زمانہ میں ایسا ہوتا رہا ہے کہ لوگوں کی توجہ بہ نسبت روحانیت کے مادیت کی طرف زیادہ رہی ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب تک درد محسوس نہیں ہوتا اسکے علاج کی طرف توجہ بھی نہیں ہوتی دنیا کے زیادہ تر لوگ ایسے ہی ملیں گے

جن کی پوری کوشش جسمانی ترقی کی طرف ہو گی لہذا ان کو اس جسم کی ذرا سی معمولی تکلیف بھی بے چین کر دیتی ہے اور فوراً دوا کی طرف رجوع کر دیتے ہیں بخلاف روحانیت کے کہ کبھی بھولے سے بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور اس کی خرابی پر نظر نہیں ڈالتے، آخر کار نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ روحانیت غائب یا کم ہو جاتی ہے اور مادیت غالب آجاتی ہے رفتہ رفتہ جب یہ حالت استقرار پکڑ جاتی ہے تو پھر نہ کسی ناصح کی نصیحت سودمند ہوتی ہے نہ کسی ہادی کی ہدایت کارگر مگر جن لوگوں نے اس رمز کو سمجھ لیا اور دنیا کی حقیقت کو اپنی عاقبت بین نظروں میں تول لیا انہوں نے اپنی نفسانی تکمیل کو نصب العین قرار دیا اور آخرت کے سنوارنے کی کوشش سامنے رکھی جسمانی تکالیف کو روحانی نقصان کے مقابل میں ہیچ سمجھا دنیوی لذات کو آخرت کے عیش و آرام پر قربان کر دیا، معبود حقیقی کے حسن عالم افروز پر ایسے دلدادہ و شیدائی بنے کہ اپنی ناچیز ہستی کو پروانہ صفت نثار کر دیا، یہی لوگ تھے جنھوں نے خدا کو اپنا اور اپنے کو خدا کا بنا لیا، طرح طرح کی مصیبتیں قسم قسم کی تکلیفیں جھیلیں مگر صبر و شکر کے سوا کچھ منہ سے نہ نکالا وہ جانتے تھے کہ دنیا کی کائنات چندروزہ ہے دلبستگی کیلئے سزاوار نہیں نہ یہاں کا آرام آرام ہے نہ تکلیف تکلیف ہے، اگرچہ دنیا پرستوں اور ظاہر بینوں نے اس خیال کی قدر نہ کی اور اس عقیدت کو ذلت و حقارت کا لباس پہنایا مگر کر نیوالے کر گذرے کسی نے وجاہت دنیوی اور حکومت ظاہری کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دیکر آخرت کو خیرباد کہا، کسی نے دنیا کو مایۂ غرور و تکبر سمجھ کر خدا کی رضا و خوشنودی کو اپنی خلقت کی غرض اصلی قرار دی اور اس چندروزہ عزت و راحت کو لات مار کر حیات ابدی حاصل کی۔

رسول اللہ کی تعلیم کو جو درحقیقت خدائی تعلیم تھی لوگوں نے مختلف حیثیت سے دیکھا

بعض عقیدت آئین اور معرفت آگین تو یہ سمجھے کہ یہ جو کچھ فرماتے ہیں واجب العمل ہے۔ یہ خدا کے سچے رسول ہیں اور کوئی بات اپنی طرف سے کہتے ہی نہیں ان کا ہر ارشاد کسی نہ کسی فائدہ پر مبنی ہے اسکو بغیر کمی زیادتی کے قبول کر لینا چاہئیے بعض لوگوں نے جو اپنی کسی ذاتی غرض سے اور رسالت پر ناصیہ فرسائی کر رہے تھے اسکو وقعت کی نگاہ سے نہ دیکھا اور بغیر اپنی اصلاح کے مان لینا قرینِ مصلحت نہ سمجھا مگر ہمکو صرف ان ہی حضرات سے مطلب ہے جنھوں نے رسول اللہ کی تعلیم کو کماحقہ حاصل کیا۔

حضراتِ اہل سنت اور اہل تشیع کے درمیان جہاں اور بہت سی باتوں میں بٹوارہ ہو گیا ہے وہاں اصحاب رسول میں بھی ہوا ہے۔ شیعہ حضرات کے حصہ میں سلمان فارسی، ابوذر غفاری، عمار یاسر و مقداد وغیرہ آئے کیونکہ یہ سب دوستدار اہل بیت ہیں اسی جرم پر ان حضرات نے ان لوگوں سے کچھ زیادہ تعلق نہ رکھا خدا رکھے اور بہت سے اصحاب رسول قابل مدح و ستایش ہیں ان ہی کی یاد سے فرصت نہیں پھر یہ بیچارے کس شمار اور قطار میں ہیں بہت اچھا جناب خفا نہ ہوجئے ہم اپنے بڑوں کو یہ بھر ہی گے انہوں نے اہل بیت کو دوست رکھا ہم ان کو دوست رکھیں گے، وہ جملہ فضائل خاندان رسالت کا نشر کرتے تھے ہم ان کے حالات دنیا میں پھیلائیں گے وہ علیؑ اور آلِ علیؑ کو چلاتے تھے ہم ان کی یاد تازہ کریں گے آپ سے اور ان سے اگر تعلق نہیں ہم سے تو ازلی تعلق ہے، ہم اور وہ ایک صورت کے متوالے ایک محفل کے مست ہیں اگرچہ جسمانی ملاقات نہیں نصیب ہوئی مگر روح بغلگیر ہو رہی ہے اور خدا کو منظور ہے تو حوض کوثر پر بھی کھول کر ملیں گے ولایتِ علیؑ کے جام بھر بھر کے پئیں گے۔ وہ ہمارے ہیں ہم ان کے ہیں ہم اور ان کا مقصود ایک، مطلب ایک ہادی ایک راہ ایک

آپ چھوڑ دیجئے ہم نہ چھوڑیں گے، آپ بھول جائیے ہم نہ بھولیں گے، آپ کچھ کہئیے ہم ان کی محبت کا دم بھرے جائیں گے اور کیونکر دم نہ بھریں، جب رسول اللہ صلعم نے ان کا دم بھرا ہو اور قدر کی نگاہوں سے دیکھا ہو، ذرا حالات کو پڑھیئے اللہ اللہ محض محبت اہل بیتؑ کا یہ گناہ تھا کہ ان کے محاسن و محامد پر پانی پھیر دیا گیا بخدا کلیجہ خون ہوا جاتا ہے جب حضرت ابوذر غفاری کے مصائب اور آلام کو پڑھتے ہیں کیا جرم تھا کیا خطا تھی جس کی یہ سزا دی گئی، صرف یہی نہ کہ اہل بیتؑ کو دوست رکھتے تھے۔ صراط مستقیم پر چلنے کی لوگوں کو ہدایت کرتے تھے مگر اے انصاف والو یہ ایسی خطا نہ تھی کہ ایک برگزیدہ صحابی رسولؐ کو اپنے شہر سے نکال کر آوارۂ دشت غربت کیا جائے اور طرح طرح کی آفتوں میں مبتلا کیا جائے مگر واہ رے دیندار مرحبا اے ایمان والے مصیبتوں کے پہاڑ گرے بلاؤں کا آسمان سر پر آرہا مگر زبان سے اُف نہ کی، استقلال و صبر کے پیر کو جنبش نہ ہوئی۔ صد آفریں اس خلوص پر کہ مرتے مرتے نام علیؑ زبان پر رہا، دم توڑتے توڑتے اہل بیتؑ کے فضائل بیان کئے۔

اے ابوذر! اے رسول کے صحابی حقیقی تم نے بڑا کام کیا خدا تم کو جزائے خیر دے میرا اور جمیع مومنین کا تمہارے اوپر سلام ہو۔

حالات ابوذر غفاریؓ

ان کا اصلی نام جندب، باپ کا نام جنادہ، ابوذر کنیت عرب کے قبیلہ بنی غفار سے تھے

اسلام ابوذرؓ علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ نے ان کے اسلام لانے کی کیفیت کتاب حیات القلوب میں اس طرح بیان فرمائی ہے کہ ایک روز ابوذر

مرجوبین جو مکہ معظمہ سے ایک منزل پر ہے اپنی بکریاں چرا رہے تھے اتفاقاً ایک بھیڑیا داہنی جانب سے آکر بکریوں پر حملہ آور ہوا ابوذرؓ نے اس کو بھگا دیا وہ بائیں طرف آگیا انہوں نے اپنا عصا اس پر مارا اور کہا کہ تو بڑا ہی خبیث بھیڑیا ہے بھاگتا ہی نہیں وہ بقدرت خدا گویا ہوا کہ اے ابوذر بخدا اہل مکہ تو مجھ سے بھی زیادہ خبیث ہیں خدا نے اپنے فضل و کرم سے ان کی طرف نبی بھیجا اور وہ بجائے اس کی اطاعت اور فرماں برداری کے جھٹلاتے ہیں اور ناسزا کہتے ہیں ابوذر اس حیوان صحرائی سے یہ کلام سن کر حیران ہوئے اور دل میں کہنے لگے کہ ایسے برگزیدہ نبیؐ کی تلاش کرنی لازم ہے جس کی نبوت کی گواہی درندہ تک دے رہے ہیں اپنی زوجہ سے کہا میرا مطہرہ عصا اور تھوڑا سا توشہ اٹھا لاؤ میں نبیؐ خدا کی جستجو جاتا ہوں۔

غرضکہ یہ چیزیں لے کر وہاں سے پیادہ پا روانہ ہو گئے مسافت طے کرتے ہوئے دوپہر کے وقت داخل مکہ معظمہ ہوئے شدت گرما سے تشنگی غالب تھی، چاہ زمزم پر پہنچ کر ایک ڈول بھرا دیکھا تو پانی کی جگہ اس میں دودھ ہے دل میں کہا جو کچھ خبر بھیڑئے نے دی ہے وہ صحیح معلوم ہوتی ہے، کیونکہ یہ بھی پیغمبر آخرالزماں کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے پھر اس دودھ کو پی کر مسجد کے ایک گوشہ میں جا بیٹھے وہاں قریش کے کچھ لوگ بھی ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے آنحضرتؐ کی شان میں کلمات ناسزا کہہ رہے تھے اور یہ گفتگو اس قدر طولانی ہوئی کہ وقت شام کا آگیا اسوقت حضرت ابو طالب داخل مسجد ہوئے جب ان لوگوں نے ان کو آتے ہوئے دیکھا تو یہ کہہ کر خاموش ہو گئے چپ رہو اس کا چچا آتا ہے، حضرت ابو طالب کچھ دیر تک وہاں بیٹھ کر اٹھ کھڑے ہوئے ابوذرؓ کہتے ہیں میں بھی ان کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا، جب انہوں نے مجھے اپنے ہمراہ دیکھا

پوچھا تمہاری کیا حاجت ہے؟ میں نے جواب دیا کہ جو پیغمبر تم میں مبعوث ہوا ہے میں اس کی خدمت میں جانا ہوں پوچھا کیوں؟ میں نے کہا تا کہ ان پر ایمان لاؤں اور جو کچھ وہ فرمائیں میں اس کی تصدیق کروں اور اپنے کو ان کے اطاعت گذاروں میں سے بناؤں انہوں نے کہا کیا ضرور ایسا کرو گے؟ میں نے کہا بے شک۔ پس حضرت ابو طالب مجھ کو اپنے ساتھ لئے ہوئے خانہ امیر حمزہ میں داخل ہوئے۔ میں نے سلام کیا انہوں نے دریافت کیا تم کیسے آئے، میں نے اپنا مطلب بیان کیا کہا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ خدا ایک ہے اور محمدؐ اسکے رسول ہیں میں نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدً الرَّسُوْلُ اللّٰهِ یہ سُن کر حضرت حمزہؓ اُٹھے اور مجھے اپنے ساتھ لئے ہوئے خانہ جناب جعفر طیارؓ میں آئے میں نے بدستور سابق ان کو بھی سلام کیا۔ پوچھا تم کون ہو اور کیوں آئے ہو میں نے وہی جواب دیا اور کلمۂ شہادتین اپنی زبان پر لایا یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئے اور مجھ کو اپنے ساتھ لے کر امیر المومنینؑ کے مکان میں آئے آنحضرت بعد سوال وجواب مجھے لے کر خدمت رسولؐ میں حاضر ہوئے، میں نے حضرت کو سلام کیا اور اجازت لے کر سامنے بیٹھ گیا۔ دریافت فرمایا کہاں آئے میں نے عرض کی کہ اس طرح کا ماجرا ہے آپ پر ایمان لاتا ہوں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ فرمایا اے ابو ذر تم اپنے وطن کو چلے جاؤ کیونکہ وہاں پہنچنے پر تم اپنے چچا کے بیٹے کو مرا ہوا پاؤ گے اس کا کوئی وارث بجز تمہارے نہیں ہے لازم ہے کہ اس کا مال اپنے قبضہ میں لو اور اپنے اہل وعیال کے خرچہ میں لاؤ، تم کو اپنے وطن میں اس وقت تک رہنا چاہیے جب تک نبوت ظاہر نہو پھر میرے پاس چلے آنا۔ ابوذرؓ یہ سُن کر اپنے وطن کو روانہ ہوئے جب وہاں پہنچے سنا کہ چچا کے بیٹے نے انتقال

کیا ہے اس کا تمام مال انہوں نے اپنے قبضہ میں لیا اور آنحضرت صلعم کے ہجرت کے زمانہ تک وہاں مقیم رہے۔

اخلاق ابوذر

ابوذر نہایت نیکدل اور پاک خصلت شخص تھے۔ رقتِ قلب کی یہ حالت تھی کہ جب کسی کو کسی مصیبت میں مبتلا دیکھتے تو بے چین ہو جاتے۔ جب سے مشرف باسلام ہوئے تھے شب و روز اپنا وقت طاعت الٰہی میں بسر کرتے تھے جنابِ رسالت مآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وعظ و پند کے ایسے دلدادہ و شیدا تھے کہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر گھنٹوں مسائل دینیہ دریافت کرتے تھے اور خوفِ خدا سے رویا کرتے یتیم بچوں پر حد درجہ شفقت فرماتے تھے بیوہ عورتوں کی امداد کرتے تھے بہ نسبت مالداروں کے فقرا سے زیادہ ملتے تھے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ نے ان کے اور جناب سلمان فارسیؓ کے درمیان اخوت قرار دی تھی، دونوں بزرگوار اکثر ایک جگہ بیٹھ کر عشقِ الٰہی کے راگ گاتے تھے معرفت معبود کا دم بھرتے، کبھی کبھی ایک دوسرے کی دعوت کرتا اور حسب موقعہ نصیحت کرتا حضرت ابوذرؓ سلمان فارسی کو حد درجہ دوست رکھتے تھے ابوذر کے دل میں دردِ دین اس درجہ تھا کہ جب کسی کو خلاف حکم خدا کوئی کام کرتا دیکھتے فوراً آثار غضب چہرے سے نمایاں ہو جاتا اور اس کو منع کرتے۔

صداقتِ ابوذرؓ

حضرت ابوذرؓ کی صداقت و حق گوئی کے ثبوت میں صرف ایک حدیث رسول اللہ صلعم کی لکھ دینی کافی ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ آسمان نے سایہ نہیں ڈالا اور زمین نے غبار نہیں بلند کیا کسی ایسے سخن گو پر جو ابوذرؓ سے زیادہ راست گو ہو۔

زہد ابو ذر رض جنابِ رسالتمآب صلے اللہ علیہ و آلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری امت میں زہد ابو ذر کا زہد عیسیٰ ابن مریم سے مشابہ ہے۔

دیگر۔ کلینی نے جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ابو ذر کہا کرتے تھے کہ میرا دل اس دنیا سے بیزار ہو گیا ہے مجھے دنیا کی تمام چیزوں سے نفرت ہے سوا ان دو گردۂ نان کے جن میں سے ایک صبح کو کھاتا ہوں اور ایک شام کو تاکہ طاقت عبادت خدا کرنے کے لئے قائم رہے اور دو کپڑے ان کے جن میں سے ایک کو کمر سے باندھتا ہوں اور دوسرے کو کندھے پر ڈالتا ہوں۔

دیگر:- امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے ابو ذر رض کو آکر بشارت دی کہ آپ کی بکریوں کے بہت سے بچے پیدا ہوئے ہیں اب ماشاء اللہ ان کی تعداد بہت بڑھ گئی، ابو ذر نے کہا یہ امر میرے لئے خوشی کا باعث نہیں کیونکہ یہ مال دنیا ہے اس کو ثبات و قرار نہیں ہے تو اس شے کو دوست رکھتا ہوں جو ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہے علاوہ ازیں جو چیز کم ہو مگر کافی ہو وہ اس سے زیادہ میرے لئے محبوب ہے جو یادِ خدا سے مجھے غافل کرے، سرمایۂ دنیا جس قدر بڑھتا جائیگا خدا کی یاد میں کمی ہوتی جائے گی۔ میں نے اپنے حبیب رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ روز قیامت صراط کے دونوں طرف رحم و امانت ہوں گی جس شخص نے دنیا میں صلۂ رحم زیادہ کیا ہو گا، اور لوگوں کے مال میں خیانت کو روا نہ رکھا ہو گا، صراط کبھی اس کو آتش جہنم میں نہ گرنے دیگی۔ پس انسان کو لازم ہے کہ دنیا میں ان باتوں کو زیادہ خیال رکھے اور کثرت مال کی حرص میں مبتلا ہو کر اپنی آخرت کو تباہ و برباد نہ کرے۔

ابو ذر علم ابو ذر جناب امیر المومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ابو ذر رض نے اس

قدر علم حاصل کیا کہ لوگ اسکے اٹھانے سے عاجز ہیں لیکن اس پر ایسی گرہ لگائی کہ کوئی شئے باہر نہ آسکی۔

عبادتِ ابوذر رضؓ

امام جعفر صادقؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ زیادہ تر عبادتِ ابوذر رضؓ کی امور دین میں فکر کرنے اور واقعاتِ عالم سے عبرت حاصل کرنے میں تھی۔

ابوذر رضؓ کی خدا ترسی

امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ابوذر خوفِ خدا میں اس درجہ روتے تھے کہ آنکھیں زخمی ہو گئی تھیں، لوگوں نے کہا کہ اے ابوذر خدا سے دعا کرو کہ تمہاری آنکھوں کو شفا دے کہا مجھے ان آنکھوں کا غم نہیں ہے مگر اندیشہ ان دو بڑی چیزوں کا ہے جو میرے سامنے ہیں بہشت و دوزخ۔

مراتبِ ابوذر رضؓ

ابن بابویہ نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایک روز ابوذر رضؓ کا گذر رسول اللہؐ کی طرف ہوا اس وقت جبرئیل بصورتِ دحیہ کلبی خدمت آنحضرتؐ میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے یہ خیال کرکے اسوقت دحیہ کلبی خلوت میں کچھ باتیں رسول اللہؐ سے کر رہے ہیں جانا مناسب نہ سمجھا اور آگے بڑھ گئے جبرئیلؑ نے کہا اے محمدؐ اسوقت ابوذر ہماری طرف سے گذرے مگر سلام نہ کیا، اگر وہ سلام کرتے میں ضرور جواب دیتا، اے محمدؐ ابوذر کی ایک دعا ایسی ہے کہ اہل آسمان میں مشہور ہو گئی ہے جب میں آپ کے پاس سے چلا جاؤں ان سے سلام نہ کرنے کی وجہ ضرور دریافت کیجئے گا۔

الغرض جب جبرئیلؑ چلے گئے اور ابوذر حاضر خدمت ہوئے حضرت نے پوچھا اے ابوذر تم اسوقت ادھر سے نکلے چلے گئے اور ہم پر سلام بھی نہ کیا عرض کی میں نے یہ

دیکھ کر کہ دحیہ کلبی آپ سے خلوت میں کچھ گفتگو کر رہے ہیں کلام کا قطع کرنا مناسب نہ سمجھا حضرتؐ نے فرمایا اے ابوذر وہ دحیہ کلبی نہ تھے بلکہ جبرئیل تھے اور ایسا ایسا کہتے تھے ابوذر سُن کر بہت نادم ہوئے پھر حضرت نے فرمایا اے ابوذر وہ تمہاری کون سی دعا ہے اہل آسمان میں بھی مشہور ہو گئی ہے عرض کی میں اس دعا کو اکثر پڑھا کرتا ہوں اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ الْاِیْمَانَ بِکَ وَالتَّصْدِیْقَ وَالْعَافِیَۃَ عَنْ جَمِیْعِ الْبَلَآءِ وَ الشُّکْرَ عَلَی الْعَافِیَۃِ وَالْغِنٰی عَنْ اَشْرَارِ النَّاسِ۔

گوسفندانِ ابوذرؓ

ایک روز ابوذرؓ نے رسول اللہؐ سے عرض کی کہ اب میں کچھ عرصہ کے لئے حضورؐ کی خدمت سے علیحدہ ہونا چاہتا ہوں فرمایا کیوں عرض کی یا رسول اللہ میرے پاس ساٹھ بکریاں ہیں عرصہ سے کچھ ان کی خبر معلوم نہیں ہوئی چاہتا ہوں کہ جا کر دیکھوں کہ وہ کس حال میں ہیں مجھے چرواہے کی ذات پر بھروسہ نہیں یہ لوگ اپنے آرام کی غرض سے اکثر غریب جانوں پر ظلم و ستم کرتے ہیں اور کما حقہ ان کی خدمت نہیں کرتے حضرت نے فرمایا ضرور جا کر اُن کو دیکھ آؤ، ابوذر چلے گئے اور سات روز کے بعد پھر آگئے حضرت نے فرمایا ابوذر تم نے اپنی بکریوں کا کیا انتظام کیا؟ عرض کی یا حضرت ان کا عجیب و غریب واقعہ ہے۔

ایک روز میں نماز پڑھ رہا تھا ایک بھیڑیا میری بکریوں پر حملہ آور ہوا میں دل میں سوچنے لگا کہ نماز کو قطع کر کے ان جانوروں کی جان بچاؤں یا بدستور عبادتِ خدا میں مشغول رہوں اس وقت شیطان نے میرے دل میں یہ وسوسہ پیدا کیا کہ اگر میں نے نماز قطع نہ کی، یہ بھیڑیا تمام بکریوں کو کھا جائے گا اور پھر میرے پاس مال دنیا سے کچھ بھی باقی نہ رہے گا بسر اوقات کیوں کر کروں گا لیکن میں نے

بہ فضل خدا اس خیال کو دل سے دور کیا اور کہا کہ اگر یہ بکریاں میری پاس نہ بھی
تو کیا غم ہے توحید حق تعالےٰ اور ایمان برسولخدا اور محبت علی ابن ابی طالب جیسی
دولت میرے پاس موجود ہے جو تمام دنیا کی کائنات سے بہتر ہے، عبادت الٰہی
کو ترک کرنا کسی طرح روا نہیں، غرضکہ میں نماز بدستور پڑھتا رہا اس اثنا میں وہ
بھیڑیا ایک بکری کے بچے کو اٹھا کر لے چلا ناگاہ بقدرت خدا ایک شیر ہیبتناک پیدا
ہوا، اور اس بھیڑیے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے، بکری کا بچہ اسوقت تک زندہ تھا
اس شیر نے اس کو آہستہ سے اپنے منہ میں دبا کر گلے میں پہنچا دیا اور ربآواز بلند مجھ سے کہا
اے ابوذر تم اپنی نماز میں مشغول رہو، خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تا فراغ نماز تمہارے
گلّے کی حفاظت کروں، یہ آواز سُن کر میں نے اطمینان خاطر و بحضورِ قلب نماز
پڑھی جب فارغ ہوا وہ شیر میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے ابوذر ابھی محمدؐ کے پاس جا
اور یہ خبر دے کہ خدا نے تمہارے اس مصاحب کی جو محافظِ شریعت ہے یہ عزت کی ایک
شیر کو تا فراغ نماز اس کے گلہ کا نگہبان قرار دیا۔ جو لوگ اسوقت رسولؐ کی
خدمت میں موجود تھے یہ واقعہ ابوذر رضؓ سے سن کر بہت متعجب ہوئے اور ایک دوسرے
کی طرف مسکرا کر دیکھنے لگا، حضرتؐ نے فرمایا اے ابوذر تم اپنے قول میں صادق ہو، میں
اور علیؑ اور فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ اس کی تصدیق کرتے ہیں اب تو منافقوں کا حال اور
بھی دگرگوں ہو چلا چپکے چپکے کہنے لگے کہ یہ بات ضرور پہلے سے ابوذر و محمدؐ میں قرار پا گئی ہوگی
کہ تم ایسا ایسا بیان کرنا ہم اس کی تصدیق کرینگے اس سے محمدؐ کا یہ مطلب ہے کہ ہم ان
حیلوں میں آکر فریب کھا جائیں اور جو کچھ یہ کہیں اس کا یقین کریں مگر اس
خیال کو دور رکھیں ہم ایسی کچی گولیاں کھیلنے والے نہیں ہیں بعض بولے بھائی

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے چل کر آزما ہی کیوں نہ لو تاکہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے ابھی ابوذر سے کہو کہ وہاں چل کر نماز پڑھیں ہم بھی پیچھے سے آتے ہیں۔ دیکھیں بھلا شیر کیسے ان بکریوں کی حفاظت کرنے آتا ہے یہ رائے سب کو پسند آئی اور ابوذر رضؓ سے ذکر کیا گیا ابوذر رضؓ نے وہاں پہنچ کر نماز شروع کی شیر آیا، اور چاروں طرف بکریوں کے پھرنے لگا جو بکری گلہ سے باہر نکل جاتی تھی وہ شیر اسکو گھیر کر پھر گلہ میں داخل کر دیتا تھا، جب ابوذر رضؓ نماز سے فارغ ہوئے وہ شیر بقدرت الٰہی گویا ہوا اے ابوذر اپنی بکریاں لے لو پھر اس نے اپنا منہ ان منافقوں کی جانب کیا اور کہنے لگے کہ اے گروہِ منافقان کیا تم انکار کرتے ہو اس امر کا کہ خدا نے مجھے مسخر کیا ہے اس شخص کی بکریوں کی حفاظت کے لئے جو محمدؐ و آلِ محمدؑ کو دوست رکھتا ہے اور توسل ان کے خدا سے دعا مانگتا ہے قسم ہے اس خدا کی جس نے محمدؐ اور آل محمدؐ کو برگزیدۂ خلائق بنایا کہ اگر ابوذر رضؓ مجھے تمہارے ہلاک کرنے کا حکم دیں تو ابھی تم سب کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں اوناداں تم خدا کی قدرت کو بھول گئے یہ سن کر منافقوں کے جسم میں رعشہ پڑ گیا اور وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

نصائح ابوذر رضؓ

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ ابوذر اپنے ایک خطبہ میں کہتے تھے اے طالبان علم دنیا کی ہر چیز دو حال سے خالی نہیں یا اس کے خیر سے نفع پہنچتا ہے یا اس کے شر سے ضرر پس تم اس شے کو طلب کرو جس میں امید خیر ہو اے علم کے طلب کرنے والو اہل اور مال کی فکر میں اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالنا کیوں کہ یہ ساری خوبی صرف اسوقت تک ہے جب تک تمہاری آنکھیں کھلی ہیں جس روز تم ان سے جدا ہوئے مثل اس مہمان کے

ہو جاؤ گے جو رات اپنی کسی مقام پر لوگوں کے درمیان بسر کرے اور صبح کو ان سے جدا ہو کر اپنی راہ لے، یاد رکھو کچھ مرنے اور مبعوث ہونے میں بہت بڑا زمانہ نہیں ہے صرف اتنا وقت ہے کہ جیسے کوئی شخص سو جائے اور جلدی سے بیدار ہو جائے اے علم کے طلب کرنے والو اپنے مرنے سے پہلے اس روز کے لئے اعمالِ صالحہ بھیجدو جس کی مصیبت ہولناک ہے کوئی شخص مددگاری کے لئے نہ ملیگا، اور تم پیش خدا حساب کتاب کیلئے کھڑے کئے جاؤ گے اس روز تمکو اپنے اعمال کا بدلہ ملے گا۔

چند سوالات

ایک شخص نے ایک روز ابوذر سے یہ چند سوال کئے؟

سائل: اے ابوذر یہ بتائیے کہ لوگ موت کیوں نہیں پسند کرتے

ابوذر: اسلئے کہ انہوں نے دنیا کو آباد کر رکھا ہے اور اپنی آخرت کو خراب کر لیا ہے وہ کس طرح گوارا کریں کہ آباد گھر سے نکل کر اجاڑ گھر میں چلے جائیں۔

سائل: اے ابوذر پیش خدا لوگ کس طرح جائیں گے۔

ابوذر: نیک بندے اس طرح جائیں گے جس طرح کوئی مسافر اپنے گھر کی طرف لوٹتا ہے اور بد اس طرح جس طرح بھاگا ہوا غلام آقا کے سامنے لایا جائے اور سزا کے خوف سے اسکا جسم تھرتھرا کانپے

سائل: اے ابوذر پیش خدا کیا ہو گا؟

ابوذر: خدا خود فرماتا ہے ان الابرار لفی نعیم و ان الفجار لفی جحیم یعنی نیکوں کے لئے جنت اور گنہ گاروں کے لئے دوزخ۔

سائل: اے ابوذر رحمتِ خدا کہاں رہتی ہے؟ **ابوذر** - نیک کرداروں کے پاس۔

سائل: اے ابوذر مجھے کوئی عمدہ نصیحت کیجئے۔ **ابوذر** - اپنے دوست کے ساتھ بدی نہ کرو۔

سائل: ایسا کون ہو گا جو اپنے دوست کے ساتھ بدی کریگا۔؟

ابوذر ؓ ایک تو تو ہی ہے۔ تیری جان تیرے لئے سب سے زیادہ محبوب ہے مگر تو خدا کی نافرمانی کر کے اسکو نقصان پہونچا رہا ہے۔

مصاحبتِ ابوذرؓ

مدینہ کا ایک شخص اکثر مسجدِ رسول میں آیا جایا کرتا تھا اور عرصہ تک بیٹھا رہتا تھا ایک روز جو وہ آیا درگاہِ جناب باری میں عرض کی کہ پروردگارا! میری وحشت کو انس سے اور تنہائی کو وصل سے بدل فرما اس وقت میرے لئے کسی ہم نشین شائستہ کو بھیجدے، جب وہ دعا سے فارغ ہوا تو مسجد کے ایک گوشہ میں ایک شخص کو بیٹھا ہوا پایا اس نے پاس جاکر سلام کیا، اور پوچھا اے بندۂ خدا تو کون ہے؟ جواب میں کہا کہ میں ابوذر غفاری ہوں اس شخص نے یہ سُن کر دو مرتبہ نعرۂ اللہ اکبر بلند کیا، ابوذر ؓ نے کہا کہ اے شخص تو نے تکبیر کس لئے کہی۔ اس نے جواب دیا کہ جب میں مسجد میں داخل ہوا تھا، خدا سے یہ دعا کی تھی بس خدا نے تمکو میری ملاقات کے لئے بھیجا ہے، ابوذر ؓ نے کہا کہ اب میں تم سے زیادہ تکبیر کہنے کا سزاوار ہوں کیونکہ خدا نے وہ ہم نشین شائستہ مجھے قرار دیا، بخدا میں رسول اللہ سے اس واقعہ کے متعلق سُن چکا ہوں وہ فرماتے تھے کہ روز قیامت تو اور میں بلند مرتبہ پر ہونگے پس اے بندۂ خدا اب تو میرے پاس سے چلا جا کیونکہ عثمان ؓ نے لوگوں کو میری ہم نشینی سے روک دیا ہے اگر اس کو خبر ہو گئی مفت میں تیری جان کا دشمن ہو جائے گا۔

ابوذرؓ کی تباہی

ایک روز ابوذر ؓ نے خدمتِ رسول میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ مدینہ کی ہوا مجھے موافق نہیں آتی اگر آپ اجازت دیں میں اپنے بھتیجے کو ساتھ لے کر قبیلہ مزینہ میں چلا جاؤں، حضرتؐ نے فرمایا مجھے خوف ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی عرب کے سواروں کا قافلہ تمہیں لوٹ لے اور تمہارے بھتیجے کو

قتل کر ڈالے پھر تم پریشان اور تباہ حال یہاں آؤ اور عصا پر تکیہ کر کے میرے سامنے کھڑے ہو اور ظالموں کے ظلم کی شکایت کرو۔ ابوذرؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ اگر خدا نے چاہا کوئی ایسا امر حادث نہ ہوگا، فرمایا اچھا جاؤ، ابوذر اپنے بھتیجے کو لیکر قصبۂ مزنیہ میں پہنچ گئے کچھ روز بعد قبیلۂ فزارہ کے سواروں کا ایک گروہ ان لوگوں کے لوٹنے کے ارادہ سے آیا، جہاں ان لوگوں کا مال و دولت لوٹا گیا، ابوذر کے تمام حیوانات انکے قبضہ میں چلے گئے، اور پیارا بھتیجا جان سے مارا گیا۔ یہ بیچارے وہاں سے پریشان ہو کر بھاگے اور رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، چونکہ ان کے شکم پر نیزہ کا ایک زخم لگا تھا اس لئے عصا کے سہارے سے کھڑے ہوئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ آپ نے صحیح فرمایا تھا ان لوگوں نے میرے تمام جانور چھین لئے اور پسر برادر کو ہلاک کر دیا، اور میں بسبب زخم شکم آپ کے سامنے عصا پر تکیہ کئے ہوئے بھی کھڑا ہوں رسول اللہؐ یہ سن کر بے چین ہو گئے، اور تمام مسلمانانِ مدینہ کو ندا دی سب لبیک کہتے ہوئے حاضر ہوئے، فرمایا تم سب لوگ ابھی جا کر قبیلہ فزارہ کا تعاقب کرو اور ابوذرؓ کا مال چھین لو۔ مسلمانوں کا گروہ گیا اور بہت سے مشرکوں کو قتل کر کے ابوذر کا مال ان سے چھین لیا۔

(نوٹ) علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ ابوذر کا خلاف حکم رسول کرنا ان کے ایمان سے بعید ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ان کے کامل الایمان ہونے سے پہلے کا ہے یا اس سے مقصود آنحضرت کے معجزہ کا اظہار ہو)

نصیحتِ رسولؐ

شیخ طوسی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز جناب رسول اللہؐ نے ابوذرؓ سے فرمایا اے ابوذر

جس چیز کو میں اپنے لئے پسند کرتا ہوں تمہارے لئے بھی پسند کرتا ہوں، آج میں تم کو ایک نصیحت کرتا ہوں وہ یہ کہ کسی یتیم کے مال کے متکفل نہ ہونا، اور نہ کبھی حکومت و امارت کی خواہش کرنا چاہے وہ حکومت دو ہی شخصوں پر کیوں نہ ہو اسلئے کہ میں تم کو بہت ضعیف و ناتوان پاتا ہوں تم اپنے کو ان جھگڑوں سے بچائے رکھو۔

دیگر۔ ابوذر رض کا بیان ہے کہ ایک روز میں اور عثمان راہ میں چلے جاتے تھے دیکھا کہ رسول اللہ ص مسجد میں تکیہ کئے ہوئے بیٹھے ہیں ہم دونوں حضرت کے پاس آئے اور بہت دیر تک بیٹھے رہے یہاں تک کہ عثمان رض اٹھ کھڑے ہوئے اور میں بیٹھا رہا حضرت ص نے مجھ سے فرمایا اے ابوذر عثمان رض سے کیا باتیں کرتے آ رہے تھے میں نے عرض کی قرآن کا ایک سورہ پڑھ رہا تھا، فرمایا بہت جلد وہ وقت آنیوالا ہے کہ تم دونوں آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو جاؤ گے پس جو تم میں سے ستمگار ہوگا وہ اوندھے منہ دوزخ میں ڈالا جائیگا، میں نے کہا یا حضرت مجھے یہ بتا دیجئے کہ ہم دونوں میں سے کون ستمگار ہوگا فرمایا یہ کیوں دریافت کرتے ہو میں تم کو ایک نصیحت کرتا ہوں اس پر عمل کرو وہ یہ ہے کہ ہمیشہ حق بات کہنا خواہ وہ کیسی ہی تلخ کیوں نہ ہوتا ایں کہ روز قیامت مجھ اسی عہد کے ساتھ ملاقات کرو جس کو میں نے تم سے دنیا سے باندھا ہے ایسا کرنے سے تمہارا انجام بخیر ہوگا

اہلبیت و ابوذر رض

امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور ایک شخص سے ابوذر رض کے بارہ میں حسب ذیل گفتگو ہوئی

سائل:۔ یا حضرت ابوذر بہتر ہیں یا آپ اہلبیت؟ امام۔ سال کے کتنے مہینے ہوتے ہیں

سائل:۔ بارہ۔ امام۔ کتنے مہینے سال میں حرام و محترم ہیں۔

سائل: چار۔ امام۔ کیا ماہ رمضان بھی ان میں داخل ہے۔

سائل :۔ نہیں۔ امام :۔ ماہ رمضان بہتر ہے یا ماہ ذی الحرام۔
سائل :۔ ماہ رمضان بہتر ہے۔ امام ۔ اے شخص یہی حال ہم اہل بیت کا ہے، کسی شخص کو ہم پر قیاس نہ کرنا چاہیئے، آگاہ ہو کہ ایک روز ابوذر اصحاب رسول ؐ کے ایک گروہ میں بیٹھے تھے اور اس امت کے فضائل ذکر کر رہے تھے اثنار کلام میں کہا کہ بہترین اس امت کے جناب امیرؑ ہیں وہ دوزخ و بہشت کے تقسیم کرنیوالے ہیں اور اس امت کے صدیق و فاروق (فرق کرنیوالا حق و باطل ہیں) اس امت کے لیئے حجتِ خدا ہیں، جب منافقوں نے یہ کلام سنا تمام دن اس کا چرچا کرتے رہے اور کہا کہ ابوذر جھوٹے ہیں، ابو امامہ باہلی نے ابوذر کی گفتگو اور منافقوں کے انکار کا حال رسول اللہؐ سے بیان کیا فرمایا وہ لوگ خود کاذب ہیں ابوذر سے زیادہ سچا دنیا میں کوئی نہیں ہے۔

اضطراب ابوذرؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایک روز ابوذرؓ نے کسی شخص کو پسر زنِ سیاہ کہہ کر سرزنش کی اسلیئے اس کی ماں سیاہ تھی رسول اللہ صلعم نے فرمایا کیوں ابوذر تم نے ماں کی طرف نسبت کر کے برا کیوں کہا چونکہ خوف خدا دل میں جگہ پکڑے ہوئے تھا اور رسول اللہؐ کے اشاروں کو سمجھتے تھے یہ کلام سن کر خاک پر گر پڑے اور زار زار رونے لگے۔ کمال اضطراب سے اپنا خاک پر ملتے تھے اور توبہ کرتے تھے یہاں تک کہ آنحضرت ان سے راضی ہو گئے۔

ذکر نعمت ایک روز ابوذرؓ سے لوگوں نے پوچھا آج تم نے صبح کس حالت میں کی کہا خدا کی دو نعمتوں کے درمیان میں اول خدا نے میرے گناہوں کو دیکھا اور چھپایا دوسرے میرے عمل پر لوگوں نے تعریف کی لیکن جو شخص اپنی تعریف پر مغرور ہو وہ دھوکہ میں ہے۔

ابوذر کا جناب رسولؐ کو جگانا

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ ایک روز ابوذر رض رسول اللہؐ کو تلاش کرتے ہوئے باغ میں گئے دیکھا کہ حضرتؐ آرام فرما رہے ہیں انہوں نے یہ معلوم کرنیکے لئے کہ سوتے ہیں یا بیدار ہیں ایک خشک لکڑی کو زور سے توڑا، حضرتؐ نے فرمایا کہ اے ابوذر کیا میرے ساتھ چالیں چلتے ہو تم نہیں جانتے کہ میں خواب میں بھی تمہارے اعمال کو اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح بیداری میں میری آنکھیں سوتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا۔

نصائح رسولؐ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر وہ دُرِ ہدایت اور جواہرِ حکمت بھی حضرات ناظرین کے سامنے پیش کئے جائیں جن کا خزانہ جناب رسالتمآبؐ نے اپنے مصاحبِ خاص جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا جو زندگانی دنیا کو عمدہ طرح بسر کرنے اور آخرت کے حاصل کرنے کیلئے ایک مکمل دستور العمل ہے کہ اگر انسان اس پر کاربند ہو کبھی صراطِ مستقیم سے بال بھر نہیں ہٹ سکتا۔ ایک ایک نصیحت خیر و صلاح کی جان اور ہدایت و کرامت کی روح رواں ہے ہر بندہ خدا کا فرض ہے کہ ان کو بغور و تامل پڑھے اور عمل کرے وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

(۱) اے ابوذر:- خدا کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسکو دیکھ رہے ہو اگرچہ تم اس کو نہیں دیکھتے مگر وہ تمکو دیکھتا ہے آگاہ ہو کہ سب سے اول عبادتِ خدا کی معرفت ہے بایں طور کہ وہ ہر شے سے اول ہے کوئی شے اس سے پہلے نہیں وہ اکیلا ہے کوئی اس کا ساتھی نہیں وہ باقی ہے مگر اس کی بقا کی حد نہیں، وہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے سب کا خالق ہے وہ لطیف و خبیر ہے اور ہر شے پر قادر ہے۔

پھر اس کے بعد میری رسالت کا اقرار کرنا اور اس کی گواہی دینا کہ خداوند عالم

نے مجھے تمام آدمیوں پر بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے اسکے اذن سے لوگوں کو اس کی طرف
بلانے والا ہوں اسی نے مجھے عالم کے لئے سراج منیر قرار دیا، پھر محبت میرے اہلبیت
کی ہے وہ اہل بیت جن سے خدا نے رجس و پلیدی کو دور کیا اور پاک کیا حق پاک کرنیکا۔

(۲) اے ابوذر:۔ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ ان سے محروم رہتے ہیں، اول صحت
دوسرے فارغ البالی۔

(۳) اے ابوذر! پانچ چیزوں کی قدر پانچ چیزوں سے پہلے کرو اور ان کو غنیمت جانو
جوانی کو قبل بڑھاپے کے صحت کو قبل بیماری کے، غنا کو قبل فقر کے، فارغ البالی کو قبل ترددِ
قلب کے حیات کو قبل موت کے۔

(۴) اے ابوذر! آپ کو سستی اور کاہلی سے بچاؤ، جو کچھ کرنا ہے وہ آج کر لو، کل پر نہ
چھوڑو، کیونکہ اگر تم نے کل کو پالیا وہ مثل آج ہی کے ہو جائے اور اگر نہ پایا اپنی کوتاہی پر شرمندہ...

(۵) اے ابوذر! یاد رکھو بہت سے آنیوالے دن ایسے ہوتے ہیں کہ انسان ان میں کچھ نہیں کرتا
اور بہت سے کل کا انتظار کرنے والے ایسے ہیں کہ اس کی صورت بھی نہیں دیکھتے، اے
ابوذر اگر تم موت کو اور اس کی چال کو دیکھ لیتے یقیناً امید و غرور سے نفرت کرنے لگتے۔

(۶) اے ابوذر! دنیا میں اس طرح رہو جس طرح منزل کا مسافر یا پل کا گذرنے والا
اور اپنے نفس کو مردہ شمار کرو۔

(۷) اے ابوذر: جب تمکو صبح ہو تو اپنے نفس سے شام کی بات نہ کرو اور جب شام
ہو صبح کا ذکر نہ کرو۔ صحت سے قبل بیماری کے اور حیات سے قبل موت کے فائدہ
حاصل کرو، کیونکہ تم نہیں جانتے کل تمہارے لئے کیا ہونیوالا ہے۔

(۸) اے ابوذر! کبر سے احتیاط کرو مبادا تمہارا دم نکل جائے اور تمہارے دل میں کبر کا

اثر باقی ہو کیونکہ تم پھر واپس آنے پر قادر نہ ہو گے۔

(۹) اے ابوذر! اپنی عمر بہ نسبت درہم و دینار کے زیادہ بخیل ہو یعنی اپنی عمر کو فضول گنواؤ

(۱۰) اے ابوذر! دنیا کے لوگوں کی زندگی چند چیزوں کے انتظار پر منحصر ہے یا ایسی لالداری جو اطاعت کی ہوئی ہو یا ایسی فقیری جو بھولی ہوئی ہو یا ایسا مرض جلاء کرنیوالا ہو۔ یا ایسا بڑھاپا جو بدحواس کر دینے والا ہو یا ایسی موت جو جاری ہونیوالی ہو یا دجال کا وہ شر جو غائب ہے۔ یا قیامت جو سب سے زیادہ مصیبت ناک اور تلخ ذائقہ والی ہو۔

(۱۱) اے ابوذر! قیامت کے روز سب سے بُرا حال اس عالم کا ہو گا جس کے علم سے لوگوں کو فائدہ نہ پہونچا ہو جس نے طلب علم اس غرض سے کی ہو کہ لوگوں کو خدا کی طرف سے برگشتہ کر دے ایسے لوگ جنت کی بو تک نہ سونگھیں گے۔

(۱۲) اے ابوذر! جب تم سے کسی بات کا سوال کیا جائے جس کو تم نہیں جانتے صاف کہہ دو کہ میں نہیں جانتا تم ایسی حالت میں رنج سے نجات پاؤ گے اور جس شے کا تمہیں علم نہو اس پر کبھی فتوی نہ لگاؤ تاکہ عذاب روز قیامت سے نجات پاؤ۔

(۱۳) اے ابوذر! جنت والوں کا ایک گروہ دوزخ والوں کی طرف سے گذرے گا اور پوچھے گا کہ تم کو کس چیز نے دوزخ میں داخل کیا حالانکہ ہم جنت میں تمہارے ہی ادب سکھانے اور تعلیم دینے کے سبب سے پہنچے ہیں وہ کہینگے ہم تمکو نیکی کرنے کا حکم دیتے تھے مگر خود نہیں کرتے تھے۔

(۱۴) اے ابوذر! تمہاری زندگی رات اور دن کی گذرگاہ میں ہے مدت عمر دم بدم کم ہوتی جاتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ علم الٰہی میں محفوظ ہے موت کے آنے کا وقت کسی کو معلوم نہیں وہ اچانک طور سے آجاتی ہے جس نے دنیا میں بدی کا بیج بویا ہے وہ عنقریب ندامت کی فصل کاٹے گا کیونکہ ہر بونے والے کے لئے وہی چیز ہے جس نے اسکو بویا ہے۔

(۱۶) اے ابوذر! حرص کرنیوالا کبھی اس شے کو نہیں پا سکتا جس پر وہ قادر نہیں۔

(۱۷) اے ابوذر! جو شخص نیکی کریگا خدا اس کو نیکی دیگا اور جو شر سے بچے گا خدا اسکو بچائیگا۔

(۱۸) اے ابوذر! متقی لوگ دنیا کے سردار ہیں اور فقہا آدمیوں کو راہ پر چلانے والے ہیں ان کی مجالست باعث زیادتی علم و کمال ہے۔

(۱۹) اے ابوذر! مومن اپنے گناہ سے ایسا ڈرتا ہے کہ وہ ایک بہت بڑی چٹان کے نیچے ہے جھکے گر نیکا ہر دم خوف ہے اور کافر اپنے گناہ کو ایسا سمجھتا ہے جیسے اس کی ناک پر سے مکھی ہو کر اڑ جائے

(۲۰) اے ابوذر! مومن کا نفس اس سے کہیں زیادہ خوف خدا سے لرزتا ہے جتنا کہ اس طائر کا دل کانپتا ہے جو جال میں پھنس گیا ہو۔

(۲۱) اے ابوذر! چھوٹے گناہ پر نظر نہ ڈالو بلکہ یہ دیکھو کہ تم کس کا گناہ کر رہے ہو؟

(۲۲) اے ابوذر! جس کا قول و فعل ایک ہو اس نے اپنا حصہ آخرت کا پالیا اور جس کا قول و فعل ایک نہ ہوگا اس کا نفس ہمیشہ جھڑکا جائیگا۔

(۲۳) اے ابوذر! جس امر سے تمہیں تعلق نہ ہو اس کی بابت گفتگو نہ کرو اپنی زبان کو اپنے رزق سے زیادہ محفوظ رکھو

(۲۴) اے ابوذر! خدا نے میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز کو قرار دیا ہے اور اسکو میرے لئے اس درجہ محبوب بنایا ہے جیسے بھوکے کے لئے طعام اور پیاسے کے لئے پانی مگر فرق اتنا ہے کہ یہ لوگ کھا پی کر سیر ہو جاتے ہیں اور میرا دل کبھی نماز سے سیر نہیں ہوتا۔

(۲۵) اے ابوذر! جب تک تم نماز میں مشغول رہو یہ سمجھو کہ میں بادشاہ کا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہوں اور جو اکثر شاہوں کا دروازہ کھٹکھٹائے گا وہ ضرور اس مقصد میں کامیاب ہوگا۔

(۲۶) اے ابوذر! نماز دین کا ستون ہے اور صدقہ گناہوں کو محو کرتا ہے۔

(۲۷) اے ابوذر! جنت میں ایک درجہ اتنا بڑا ہو گا جتنی زمین و آسمان کے درمیان کی مسافت اور اس میں ایسا نور ہو گا کہ لوگوں کی آنکھیں خیرگی کرنے لگیں گی اپس اس درجہ کا صاحب دریافت کریگا کہ یہ نور کیسا ہے؟ کہا جائیگا یہ نور تیرے برادرِ مومن کا ہے، وہ کہیگا کیا یہ فلاں شخص ہے جس کے ساتھ میں دنیا میں اعمال خیر کرتا تھا اس نے یہ بزرگی مجھ پر کس طرح حاصل کی۔ جواب دیا جائیگا کہ یہ تجھ سے از روئے اعمال افضل تھا، پھر اِن دونوں کے درمیان الفت قائم ہو جائے گی۔

(۲۸) اے ابوذر! خدا کو دل سے یاد کرو۔

(۲۹) اے ابوذر! قلب سخت خدا کی رحمت سے دور ہوتا ہے مگر لوگ اس کو سمجھتے نہیں حالانکہ ہر شخص کو یہ خیال کر کے رونا چاہیئے۔

(۳۰) اے ابوذر! خدائیتعالیٰ کہتا ہے کہ میں اپنے بندوں پر دو طرح کے خوف اور دو قسم کے امن کو جمع نہ کروں گا یعنی اگر میرا بندہ مجھ سے بے خوف ہو گا میں اس کو روز قیامت سے ڈراؤں گا اور اگر مجھ سے ڈریگا قیامت کے دن سے بے خوف کر دوں گا۔

(۳۱) اے ابوذر! روز قیامت ایک بندہ پر اسکے گناہ پیش کئے جائیں گے وہ درگاہِ احدیت میں عرض کریگا کہ پروردگار میں نے گناہ ضرور کئے مگر ہمیشہ تیرے خوف سے ڈرا بھی اس وقت دریائے رحمت جوش میں آئے گا اور گناہ اسکے بخشدئے جائیں گے۔

(۳۲) اے ابوذر! اپنے گھر کو قبر نہ بناؤ اس میں نماز پڑھو خدا اسکے باعث تمہاری قبر کو روشن کریگا۔

(۳۳) اے ابوذر! عقلمند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو متواضع بنائے اور ایسے اعمال بجالائے جو بعد موت اسکے کام آئیں اور عاجز وہ شخص ہے جو خواہش نفسانی کی پیروی کرتے ہوئے خدائے تعالےٰ سے اپنی امیدوں کے پورا ہونے کی دعا کرے۔

(۳۴) اے ابوذر: پہلی جو شے اس امت سے اٹھ گئی وہ امانت وخشوع ہے، حتیٰ کہ تم کسی کو خاشع نہ دیکھو گے۔

(۳۵) اے ابوذر اگر خدا اس دنیا میں لوگوں کے اعمالِ قبیحہ پر نظر کر کے برابر مچھر کے پیر کے بھی عدل کرے تو کوئی کافر و فاجر اس دنیا میں پانی تک نہیں پی سکتا۔

(۳۶) اے ابوذر یہ دنیا ملعونہ ہے ملعونہ ہے ملعونہ ہے اور جو چیز اس میں پائی جاتی ہے وہ بھی ملعون ہے سوا اسکے جس سے خدا کی طرف توجہ ہو۔

(۳۷) اے ابوذر خدا کے نزدیک اس پر ایمان لانے سے زیادہ محبوب کوئی شے نہیں، یا ترک کرنا اس شے کا جس کے چھوڑنے کا اس نے حکم دیا ہے۔

(۳۸) اے ابوذر: خدا نے میرے بھائی عیسیٰؑ کو وحی بھیجی تھی کہ اے عیسیٰ دنیا کو دوست نہ رکھو کیونکہ میں اس کو دوست نہیں رکھتا اور آخرت کو دوست رکھو کیونکہ وہ دار المعاد ہے۔

(۳۹) اے ابوذر جس نے دنیا میں زہد اختیار کیا خدا اسکے قلب کو حکمت سے بھر دیتا ہے اور اس کی زبان کو اسکے لئے ناطق بنا دیتا ہے عیوبِ دنیا اس کی نظروں کے سامنے کر دیتا ہے اور اس کو دنیا سے صحیح وسالم نکال کر دار السلام میں پہنچا دیتا ہے۔

(۴۰) اے ابوذر جب خدا کسی بندے کے ساتھ نیکی کا ارادہ کرتا اسکو فقیہ دین اور زاہد دنیا بنا دیتا ہے اور اسکے نفس کے عیوب اسے دکھلا دیتا ہے۔

(۴۱) اے ابوذر میرے لئے حکم خدا یہ ہے کہ اس دنیا میں رہ کر اس کی تسبیح وتحلیل کروں نہ یہ کہ مال جمع کروں۔

(۴۲) اے ابوذر: آپکو ساجدین میں سے بناؤ اور تا وقت مرگ خدا کی عبادت کئے جاؤ

(۴۳) اے ابوذر: میں سوتی کپڑا پہنتا ہوں زمین پر بیٹھتا ہوں خر بے زین پر سوار ہوتا

ہوں پس جس نے میری سنت سے نفرت کی وہ مجھ سے نہیں ہے۔

(۴۳) اے ابوذر بشارت ہو ان لوگوں کے لئے جنھوں نے دنیا کو چھوڑا اور آخرت کی طرف رغبت کی یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے زمین خدا کو بساط اس کی مٹی کو فرش اور اسکے پانی کو خوشبو سمجھا کتاب خدا کو اپنا شعار اور اس خدا سے دعا کرنے کو دثار قرار دیا اور دنیا سے گزر گئے

(۴۵) اے ابوذر آخرت کی کھیتی اعمال صالحہ ہیں اور دنیا کی کھیتی مال اور اولاد۔

(۴۶) اے ابوذر خدا سے ڈرو اور ایسا نہ کرو کہ لوگ تمکو خدا سے ڈرنے والا سمجھ کر اکرام کریں اور تمہارا قلب فاجر ہو۔

(۴۷) اے ابوذر تین وقتوں میں اپنی آواز بلند نہ کرو، جنازہ کے پاس قتال کے وقت قرآن پڑھے جانے کی جگہ۔

(۴۸) اے ابوذر ہر شے جب خراب ہو جاتی ہے اس کی اصلاح نمک سے کی جاتی ہے لیکن اگر نمک خراب ہو جائے تو اس کے لئے کوئی دوا نہیں (کہا جاتا ہے کہ یہ ارشاد حضرت کا علمائے سوء کی نسبت ہے)

(۴۹) اے ابوذر، دو عادتوں کو ترک کرو اول بغیر کسی عجیب بات کے ہنسنا۔ دوسرے بلا ضرورت سستی کرنا۔

(۵۰) اے ابوذر، دو رکعتیں فکر کی توجہ سے پڑھنا، تمام رات کی اس عبادت سے بہتر ہیں جس میں دل متوجہ نہ ہو۔

(۵۱) اے ابوذر اپنے نفس کا آپ حساب کرو قبل اسکے کہ تمہارے نفس کا حساب کیا جائے کیونکہ ابھی اس میں حساب کے لئے بہت کچھ کمی ہے اور اس کا وزن کر لو قبل اسکے کہ وہ وزن کیا جائے پس جو کچھ کمی ہو اسکو پورا کرو اور عرض اکبر کے لئے آمادہ ہو جاؤ، یاد رکھو کہ

خدا پر کوئی شے مخفی نہیں ہے۔

(۵۲) اے ابوذر نیکی کے ساتھ صرف اسی قدر دعا کرنا کافی ہو گا جتنا کھانے میں نمک۔

(۵۳) اے ابوذر اس شخص کی مثال جو بغیر عمل کے دعا کرتا ہے ایسی ہے جیسے کوئی بے کمان کے تیر چھوڑے۔

(۵۴) اے ابوذر جب کوئی شخص کسی سنسان زمین پر ہو تو اسے چاہیئے کہ وضو یا تیمم کر کے اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھے خدا اپنے ملائکہ کو حکم دیتا ہے کہ اسکے پیچھے جا کر اس قدر لمبی صف باندھیں کہ کنارہ نظر نہ آئے اور اسکے رکوع کے ساتھ رکوع اور سجود کریں اور اس کی دعا پر آمین کہیں۔

(۵۵) اے ابوذر جو نماز کے لئے صرف اقامت کہے اور اذان نہ کہے اسکے پیچھے کوئی فرشتہ سوا اِن دو فرشتوں کے جو اس کے ساتھ ہیں نماز نہیں پڑھتا۔

(۵۶) اے ابوذر غافلوں میں ذکر خدا کرنیوالا ایسا ہے جس طرح غازیوں میں قتال کرنیوالا

(۵۷) اے ابوذر تنہائی برے جلیس سے اور جلیس صالح تنہائی سے بہتر ہے۔ نیکی کا ذکر کرنا سکوت سے بہتر ہے اور شر کے ذکر کرنے سے سکوت بہتر ہے۔

(۵۸) اے ابوذر مومن کے سوا کسی سے مصاحبت نہ کرو اور سوائے پرہیزگار کے کسی کو کھانا نہ کھلاؤ، نہ فاسقوں کا کھانا خود کھاؤ۔

(۵۹) اے ابوذر اپنا کھانا اس شخص کو کھلاؤ جسکو تم دوست خدا ہونے کے سبب سے دوست رکھتے ہو اور اس شخص کا کھانا کھاؤ جو تم کو دوست خدا ہونے کی وجہ سے دوست رکھتا ہے۔

(۶۰) اے ابوذر۔ خدا ہر کہنے والے کی زبان سے نزدیک ہے۔ بس چاہیئے کہ ہر شخص خدا سے

ڈرے اور یہ سمجھے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے؟۔

(۶۱) اے ابوذر :۔ زبان سے زیادہ کوئی شئے قید کرنے کی سزاوار نہیں۔

(۶۲) اے ابوذر :۔ اجلالِ خدا اس میں ہے کہ علم و علماء کا اکرام کرو، بوڑھے مسلمان اور حاملانِ قرآن، اہل القرآن اور بادشاہ عادل کی عزت کرو۔

(۶۳) اے ابوذر :۔ میں چند کلمات تم کو ایسے تعلیم کرتا ہوں جن کی وجہ سے خدا تمکو نفع دیگا (۱) احکامِ خدا کی حفاظت کرو خدا تمہاری حفاظت کریگا (۲) تم اسکو عیش کی حالت میں پہچانو وہ سختی کے وقت تمہاری مدد کریگا، (۳) جب سوال کرو خدا سے کرو اور جب غنا چاہو خدا سے چاہو اور یاد رکھو کہ جو کچھ قیامت تک ہونیوالا ہے اسکو قدرت کا قلم لکھ چکا ہے اگر تمام مخلوق یہ چاہے کہ تمکو اس سے فائدہ پہنچا دے۔ جو تمہارے لئے مکتوب نہیں وہ ہرگز اس پر قادر نہ ہوسکیں گے اسی طرح اگر لوگ تم کو ضرر پہونچانا چاہیں اور وہ ضرر تمہارے لئے تحریر نہیں کیا گیا تب بھی ان سے ممکن نہ ہوگا

(۴) اے ابوذر اگر تم سے ممکن ہو خدا کے ہر کام کو رضا اور خوشنودی کے ساتھ قبول کرو اور اگر اسپر قادر نہیں ہو پھر ہر مصیبت میں صبر سے کام لو کیونکہ صبر کرنا بڑی نیکی ہے۔

(۵) نصرتِ خدا صبر کے ساتھ اور خوشی رنج کے ساتھ ساتھ ہے اِنَّ مَعَ العسر یسرا

(۶۴) اے ابوذر خدا تمہاری صورتوں اور اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے قلوب اور اعمال کو دیکھتا ہے۔

(۶۵) اے ابوذر تقویٰ اختیار کرو اور تقویٰ کی جگہ یہ ہے (اشارہ اپنے سینہ مبارک کی طرف کیا)

(۶۶) اے ابوذر۔ چار باتیں ایسی ہیں کہ وہ سوا مومن کے دوسرا نہیں پاتا، اول خاموشی جو اول عبادت ہے دوم خدا کی درگاہ میں تواضع کرنا۔ سوم ہر حالت میں خدا کا ذکر

(۶۷) اے ابوذر افسوس ہے اس شخص پر جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے مجلس میں بیٹھ کر جھوٹ بولے، وائے ہو اس پر، وائے ہو اس پر، وائے ہو اس پر۔

(۶۸) اے ابوذر غیبت سے بچو، غیبت کا گناہ زنا سے زیادہ ہے کیونکہ زانی اگر توبہ کرلے خدا اس کا گناہ معاف کر دیتا ہے مگر غیبت کا گناہ اسوقت تک نہیں بخشا جاتا جب تک صاحب غیبت معاف نہ کرے۔

(۶۹) اے ابوذر مومن کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے اور اس کے گوشت کا کھانا بہت بڑا گناہ ہے (گوشت کھانے سے مراد غیبت ہے) مومن کے مال کی حرمت مثل اس کے خون کے کرنی چاہئے ابوذر نے عرض کی یارسول اللہؐ غیبت سے کیا مراد ہے فرمایا اپنے کسی بھائی کا ایسے الفاظ میں ذکر کرنا جسکو وہ بُرا سمجھتا ہے ابوذر رضؓ نے کہا اگر وہ بات اس میں موجود ہو پھر کرنا چاہئے فرمایا جب بھی غیبت ہے، اگر موجود نہو اور بیان کی جائے تو بہتان ہے۔

(۷۰) اے ابوذر رضہ جو شخص برادر مومن سے کوئی بلا دفع کرے اس کا حق خدا پر یہ ہے کہ اس کو دوزخ سے آزاد کرے۔

(۷۱) اے ابوذر رضہ چغل خور کبھی جنت میں داخل نہ ہوگا۔

(۷۲) اے ابوذر رضہ چغل خور عذاب آخرت سے نجات نہ پائے گا۔

(۷۳) اے ابوذر رضہ منافق اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

(۷۴) اے ابوذر رضہ۔ جو شخص تکبر کی حالت میں مرگیا وہ جنت کی بُو نہ سونگھے گا جب تک قبل مرنے کے خدا سے توبہ نہ کرے۔

(۷۵) اے ابوذر رضہ مجلسوں میں بیٹھ کر امانت کا خیال رکھو اپنے بھائی کا بھید

بیان کرنا خیانت ہے۔
(۷۶) اے ابوذر رضہ اکثر اہل دوزخ وہی لوگ ہونگے جنھوں نے غرور و تکبر کیا ہوگا۔ ایک شخص نے عرض کی یا حضرت کوئی کبر سے نجات بھی پا سکتا ہے فرمایا وہ شخص جو اون پہنے، گدھے پر سواری کرے، اور بکریوں کا دودھ دوہے فقیروں کی مجلس میں بیٹھے، دامن کم کرے، اپنا جوتا ٹانکے۔
(۷۷) اے ابوذر رضہ جس کے پاس دو کرتے ہوں چاہئے ایک خود پہنے اور دوسرا اپنے برادر مومن کو دیدے۔
(۷۸) اے ابوذر رضہ جو باوجود قدرت رکھنے کے صرف از روئے تواضع لباس زینت ترک کرے خدا اسکو کرامت کا حلہ پہنائے گا۔
(۷۹) اے ابوذر رضہ آخر زمانہ میں ایک قوم ایسی ہوگی کہ جاڑوں اور گرمیوں میں اون پہنے گی اور اسکو اپنی فضیلت خیال کریگی لیکن ملائکہ سموات اس پر لعنت کریں۔
(۸۰) اے ابوذر رضہ کیا میں تمہیں خبر دوں کہ جنت میں داخل ہونے والے کیسے ہونگے عرض کی ضرور۔ فرمایا وہ لوگ پریشان مو، گرد آلود چہرے والے ہونگے، اور دو پرانی چادریں ان کے پاس ہوں گی۔

محبت رسول ص منقول ہے کہ جب جناب رسول اللہ جنگ تبوک کیلئے جا رہے تھے ابوذر تین روز کی راہ پیچھے رہ گئے کیونکہ ان کا اونٹ بہت لاغر و ناتوان تھا جب انہوں نے یہ جان لیا کہ یہ اونٹ بہت لاغر و ناتوان ہے اور کسی طرح قافلہ سے نہیں مل سکتا اسکو راستہ میں چھوڑ دیا اور اپنا تمام اسباب

اپنی پشت پر لاد کر پیادہ پا روانہ ہوئے، جب قریب فوج اسلام کے پہنچے آفتاب کی گرمی سے بہت پریشان حال تھے، شدت تشنگی سے زبان ہونٹوں پر پھیرتے تھے مسلمانوں نے ان کو جب اس حال سے آتے دیکھا رسول اللہ ص سے عرض کی کہ ابوذر رض آپہونچے مگر تشنگی سے عجب حال ہے فرمایا فوراً پانی پلاؤ ابوذر رض نے پانی پیا اور خدمت جناب رسول میں آئے حضرت ص نے دیکھا کہ ان کا مطہرہ پانی سے بھرا ہوا ہے پوچھا ابوذر رض یہ کیا معاملہ ہے؟ جب پانی تمہارے پاس موجود تھا تو پیاسے کیوں رہے عرض کی یا رسول اللہ راستہ میں ایک مقام پر بارش کا پانی جمع تھا جب میں نے اسکو چکھا حد درجہ شیریں پایا میں نے کہا کہ جب تک میرے حبیب رسول خدا اس پانی کو نہ پی لیں گے میں ہرگز نہ پیوں گا۔ حضرت ص نے ان کی یہ محبت دیکھ کر فرمایا اے ابوذر خدا تم پر رحم کرے اور اس کی جزائے خیر دے افسوس ہے کہ تم تنہا ہی مرو گے اور تنہا ہی مبعوث ہو گے اور تنہا ہی داخل بہشت ہو گے عراق کی ایک جماعت تمکو غسل و کفن دیکر دفن کریگی

خلیفہ ثالث اور ابوذر رض

کتب تواریخ میں مندرج ہے کہ زمانہ خلافت عمر میں ابوذر رض بیچارے خلیفہ وقت کے خوف سے مدینۂ رسول ص کو ترک کر کے شام میں چلے گئے تھے ایک مدت تک وہاں رہے، جب یہ خبر وہاں پہونچی کہ حضرت ثانی لا ثانی دنیا سے کوچ کر گئے اور اب ان کی جگہ پر جامع القرآن حضرت عثمان سریر آرائے خلافت ہیں حد درجہ غمگین و محزون ہوئے دل میں سوچتے ہونگے افسوس رسول ص کا سچا جانشین امام منصوص من اللہ خلیفہ بلا فصل خلافت سے محروم رکھا جائے اور سب لوگ مزے اڑائیں چونکہ مومن دیندار تھے اور اہل بیت کے مدارج سے اچھی طرح واقف تھے اسلئے شب و روز اسی فکر میں سر دھنتے

تھے اور ہونٹ چبا چبا کر رہ جاتے تھے خاصکر ابوذر کو غصہ اور بھی زیادہ ہوا جب یہ بات مشہور ہوئی کہ جناب ذوالنورین نے بزورِ حکومت دستِ ریاحضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ سے بزرگوار پر دست تعدی دراز کیا اور خوب اچھی طرح زدوکوب کرکے ان کی تذلیل و تحقیر کی۔

بالآخر ابوذر شام سے مدینہ آئے یہاں آکر کچھ عجیب ہی حالت پائی خلیفہ صاحب بیت المال مسلمین میں پورا پورا تصرف کررہے تھے اپنے ہوا خواہوں اور دعاگوؤں مثل مروان وغیرہ منافقین کی بڑی قدر افزائی کی جارہی تھی اہل حاجت اور صاحبان استحقاق بلبلاتے پھرتے تھے مگر کچھ سماعت نہوتی تھی ابوذر کو یہ حالت دیکھ کر بہت غصہ آیا اور گلی کوچوں میں اس کے کفر و عناد کو بیان کرنے لگے آیۂ والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم باوازبلند پڑھتے تھے پس جب عثمان کو یہ خبر پہونچی پہلے کسی مصلحت سے توجہ نہ کی مگر جب ناصیہ فرسایانِ آستانِ خلافت نے بہت شور مچایا تو آپنے ایک آزاد کردہ غلام کے ذریعے سے ان کے پاس کہلا بھیجا کہ ان باتوں کو بالکل چھوڑ دو ورنہ اس کا نتیجہ اچھا نہوگا ابوذر رضؓ نے کہا کیا خوب اب خلیفہ صاحب کی جرات اتنی بڑھ گئی کہ کتاب خدا کے پڑھنے سے بھی منع کرنے لگے۔ کیا جس شخص نے ترک حکم خدا کیا ہے میں اس کے عیوب بیان نہ کروں گا؟ ضرور کروں گا قسم خدا کی عثمان کا ناراض کرنا خدا کے ناراض کرنے سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے کیا میں اس کی خوشنودی کے لئے اپنے معبود کو ناخوش کردوں جب خلیفہ صاحب کو اس کی اطلاع ہوئی تو بہت غصہ آیا مگر نہ معلوم کیا سوچ سمجھ کر خاموش ہو گئے تا این کہ ابوذر کچھ لوگوں میں بیٹھے ہوئے خلیفہ صاحب کا کچا چٹھا بیان کررہے تھے کسی خیر خواہ خلافت نے یہ خبر وہاں بھی

پہنچادی ابوذر طلب کئے گئے، عثمان نے ان سے چیں بہ جبیں ہو کر کہا کیوں اے ابوذر۔ اب تیری ایذا رسانی حد سے بڑھ گئی تو مجھ کو اور میرے اصحاب کو کچھ سمجھتا ہی نہیں جو جی میں آتا ہے وہ کہہ دیتا ہے اب میرے نزدیک کسی طرح تیرا مدینہ میں رہنا مناسب نہیں بہتر ہو گا کہ تجھے پھر شام میں بھیج دوں۔

ابوذر رضؓ نے کہا اے عثمان جو تیرا دل چاہے کر مگر حق کہنے سے میں کبھی باز نہ رہونگا۔

عثمان رضؓ نے حکم دیا کہ ابوذر کو شام بھیجا جائے، جب وہاں پہنچے جوش ایمانی میں اور بھی زیادہ کھلم کھلا خلیفہ صاحب کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور ان کے ساتھ شام کے ذی رتبہ گورنر جناب امیر معاویہ کو بھی لپیٹ لیا کیونکہ عرصہ سے شام میں ان کی حرکات دیکھتے دیکھتے کلیجہ پک گیا تھا عنانِ صبر ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی اب جو کچھ منہ میں آیا کہنا شروع کیا برسوں کے دبے کوئلے اکھاڑ ڈالے اور ایسی کھری کھری سنائیں کہ لوگ حیرت سے ان کا منہ تکتے تھے کسی قسم کا خوف دل میں تھا ہی نہیں اچھی طرح جانتے تھے کہ میں حق پر ہوں، اگر ان لوگوں نے مجھے ہلاک بھی کر دیا تو کیا پرواہ ہے خدا تعالےٰ تو مجھ سے خوش رہے بندے ناراض ہی بنے رہیں لوگوں کے مجمعوں میں بیٹھ بیٹھ کر خوب دشمنان دین کی برائیاں اور علی ابن ابی طالبؑ کے فضائل ومناقب بیان کیے، اور ان کی ولایت وخلافت کی طرف رغبت دلائی چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے لوگ ابوذر کے ہم خیال بن کر شیعہ امیر المومنین ہو گئے دیکھیے حمایت دین اس کا نام ہے اور محبت اہل بیت کا سچا جوش یہ ہے اگر ابوذر ان لوگوں کی برائیاں اور اہلبیت علیہم السلام کے فضائل بیان نہ کرتے وہاں کے مسلمان بالکل ان باتوں سے بے خبر رہتے کیونکہ خدا بھلا کرے امیر صاحب کا جنھوں نے سوا فضائل بنی امیہ کے کبھی حضرات اہل بیتؑ کا ذکر بھی اپنی سلطنت میں نہ آنے دیا۔ بلکہ دوستدا

اہل بیت کے لئے بڑی بڑی سخت سزائیں رکھی گئی تھیں پھر فرمائیے ایسی حالت میں کون جان سکتا تھا کہ جناب علی ابن ابی طالبؑ کون ہیں اور خلافتِ رسول کس کے لئے سزاوار ہے جہاں علیؑ کا نام بہ تعظیم لینے والا حاکم وقت کا گنہ گار خیال کیا جاتا ہو وہاں ان باتوں کا ذکر چہ معنی دارد؟ ہاں اہل بیتؑ کے فضائل مٹانے والے جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کو برا کہنے والے مستحق انعام تھے، مقربانِ درگاہ امیر باتوقیر تھے، یہی باتیں تھیں جنہوں نے ابوذرؓ کے سینے میں ناسور ڈال دیئے تھے، اور شب و روز بسمل کی طرح تڑپا رہی تھیں، صبر کیا اور بہت کیا ہر شے کے لئے ایک حد معین ہوتی ہے دیکھو آخر جان پر کھیل ہی گئے یہ اسی حق گو کی زبان کا اثر تھا کہ آج تک شام اور جبل عامل میں شیعہ پائے جاتے ہیں۔

ایک شامی کا بیان ہے کہ جب تک ابوذر شام میں رہے برابر ہم لوگوں کو نصیحت کیا کرتے تھے اور اس ضمن میں عجیب عجیب قصہ ہمکو سناتے تھے۔

ایک روز بعد حمد و صلوٰۃ کہنے لگے کہ ایہاالناس آگاہ ہو کہ ہم لوگ زمانہ جاہلیت میں قبل اسکے کہ کتاب خدا ہمارے لئے نازل ہو اور پیغمبر خدا مبعوث ہو، اس حالت میں تھے کہ اپنے عہد و پیمان کو وفا کرتے تھے سچ بات کہتے تھے ہمسایوں کے ساتھ رعایت کرتے تھے، مہمانوں کی دعوت فقیروں کی غمخواری کرتے تھے، ان کو اپنے مال میں شریک سمجھتے تھے پس خدا نے اپنی کتاب کو ہم پر بھیجا اور اپنے رسولؐ کو ہم میں مبعوث کیا ہم نے ان سے اخلاق پسندیدہ حاصل کیا، امر دین میں ہدایت پائی غرضکہ ایک مدت تک اس حالت میں رہے تا اینکہ والیان ظلم و جور نے وہ قبیح اعمال کرنے شروع کئے جن کو ہم نے اس سے پیشتر کبھی نہ دیکھا تھا ان لوگوں نے رسول اللہ کے احکام کو بھلا دیا اور اپنے خیالات فاسدہ کو رواج دینے لگے۔ جو شخص

ان کے سامنے سچ بات کہتا وہ جھٹلایا جاتا ہے۔ جن میں پرہیزگاری کی بو تک نہیں ہے، وہ مشیر و مصاحب بنائے گئے ہیں اور نیک بندے حقیر و ذلیل ہو رہے ہیں۔ بارِ الہا جس روز میرے دل میں دین کے تغیر و تبدل کا خیال آئے اسی روز میری رُوح کو جسم سے جدا کر لینا۔

راوی کہتا ہے کہ ابوذر اس طرح کی گفتگو مجمع عام میں کرتے تھے اور کبھی کسی قسم کا خوف دل میں نہ لاتے تھے معاویہ کو اس کی اطلاع ہوتی رہتی تھی۔ مگر کچھ کرتے نہ بنتی تھی۔

خوشامد:۔ ایک روز معاویہ نے اس خیال سے کہ شاید کچھ لے دیکر ابوذر سے نجات مل جائے اور حرص مال دنیا ان پر غالب ہو تین سو دینار طلائی ان کے پاس بھیجے مگر بھلا ان پر ایسی ابلہ فریبی کا کیا اثر ہوتا تھا فوراً جواب دیا کہ اگر یہ مال امیر میرا وہ حق ہے جو اس سال ادا نہیں کیا گیا ہے قبول کرتا ہوں اور اگر بطور احسان ہے تو مجھے اس کی ضرورت نہیں ان دیناروں کو واپس بھجوا دیا بھیجنے والے نے جا کر معاویہ سے کہدیا کہ وہ تیرے پھندے میں آنے والا نہیں ہے۔

قبۂ خضرا امیر صاحب نے ایک عمارت قبۂ خضرا کے نام سے دمشق میں تیار کرائی تھی جب ابوذر نے اسے دیکھا کہنے لگے کہ اے معاویہ اگر تو نے اسکو مال خدا سے بنوایا ہے خیانت کی اور اگر اپنے مال سے بنوایا ہے اسراف کیا۔ معاویہ کو اس معقول بات کا کچھ جواب دیتے نہ بنا البتہ عداوت کا شعلہ قلب و دماغ میں اور زیادہ بھڑکنے لگا۔ مگر ابوذر رض کو اس کی کیا پروا تھی جب تک شام میں رہے برابر لوگوں سے یہ کہتے رہے کہ افسوس یہ وہ زمانہ ہے جس میں نہ لوگ کتاب خدا کے موافق عمل کرتے ہیں نہ سنتِ رسول ص کے

حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف متوجہ ہو گئے، سچوں کو جھوٹ کی طرف نسبت دیتے ہیں، نیکوں کا حق فاجر پاتے ہیں اکثر معاویہ کے محل کے نیچے پکارتے ہیں اے محل والو کیا بے محل غفلت کر رہے ہو دیکھو اونٹوں کی قطاریں آتشِ جہنم کو بار کئے ہوئے تمہاری طرف آرہی ہیں اور تم نشہ مال دنیا میں ایسے مست ہو کہ خبر تک نہیں اے خدا لعنت کر ان پر جو دوسروں کو نیکی کرنے کا حکم دیتے ہیں اور خود نہیں کرتے اے خدا لعنت کر ان پر جو دوسروں کو بدی سے روکتے ہیں مگر خود مرتکب ہوتے ہیں۔

ایک روز دارالخلافہ میں اصحاب کا مجمع تھا کہ ابوذر نے حسب عادت یہ آواز لگائی معاویہ کو بہت غصہ آیا اور حاضرین سے کہنے لگا تم جانتے ہو یہ کون شخص ہے کہا نہیں معاویہ نے کہا یہ جندب ابن جنادہ ہے ہر روز زیر قصر آکر یہی آواز دیتا ہے میں اس سے سخت عاجز آگیا ہوں کئی بار جی میں آیا کہ قتل کرا دوں مگر نہ معلوم کیا سوچ سمجھ کر رہ جاتا ہوں پھر ایک غلام کو حکم دیا کہ اسکو پکڑ کر میرے سامنے لاؤ جب ابوذرؓ داخل قصر ہوئے کہنے لگا کہ او دشمن خدا و رسولؐ تو ہر روز میرے قصر کے نیچے آکر یہ باتیں کیوں کہتا ہے دیکھ میں ابھی خلیفہ کو تیرے بارے میں لکھتا ہوں اور قتل کی اجازت منگاتا ہوں ابوذرؓ نے کہا میں ہرگز دشمن خدا اور رسول نہیں ہوں بلکہ تو اور تیرا باپ دشمن خدا ہیں۔

اے معاویہ تو نے فقط حصول دنیا کیلئے اسلام ظاہر کیا ورنہ تو باطن میں کافر ہے، رسول اللہؐ نے اکثر تجھ پر لعنت و نفرین کی ہے وہ جناب اکثر فرماتے تھے کہ جب والی و حاکم اس امت کا ایسا ہو گا جس کی آنکھیں کشادہ اور گلو فراخ ہو طبیعت اس کی کبھی کھانے سے سیر نہ ہو تو لوگ اسکے شر سے بہت ایذا پائیں گے، معاویہ نے کہا وہ شخص میں نہیں ہوں ابوذر نے کہا نہیں تو ہی ہے آنحضرتؐ مجھے اس کی خبر دے چکے ہیں۔

ایک روز تو اس طرف سے گذر رہا تھا حضرت فرمانے لگے خداوندا اس پر لعنت کر اور سوا خاک کے کسی شے سے اس کو سیر نہ کر پھر یہ بھی فرمایا کہ معاویہ کی جگہ آتش میں ہے معاویہ کو یہ سُن کر طیش بہت آیا لوگوں پر اس قول کے جھوٹ ثابت کرنے کے لئے ایک قہقہہ لگایا اور فرمایا کہ اسکو قید کر دو میں آج ہی اس کی پوری پوری حالت خلیفہ کو بھیجتا ہوں غرضکہ پھر ایک خط عثمانؓ کو اس مضمون کا لکھا کہ آپ کس خیال میں ہیں؟ یہاں معاملہ ہی کچھ اور ہو گیا، ابوذر تمہاری مخالفت پر پوری طرح آمادہ ہے اور آپ کے تصدق میں بندہ بھی مناسب الفاظ سے یاد کر لیا جاتا ہے۔ خدا کے واسطے بہت جلد اس کا انتظام کیجئے ورنہ تمام بنا بنایا کام بگڑ جائیگا اس کی پند و نصیحت کا لوگوں کے دلوں پر اثر ہو چلا ہے اگر کچھ روز آپ اور غافل رہے پھر کچھ کئے نہ بنے گی وہ اس ملک کے تمام باشندوں کو تیری اور میری طرف سے منحرف کر دیگا والسلام۔ جب یہ نامہ خلیفہ صاحب کی نظر سے گذرا غصہ سے عجیب حال ہوا، جواب میں لکھا کہ میں نے یہ سمجھ کر اسے شام میں بھیجا تھا کہ شاید مدینہ کی جدائی کا درد محسوس کر کے اپنی حرکتوں سے باز آئے مگر معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اسکو کوئی بے چین کرنیوالی تکلیف نہیں پہنچی اچھا جس وقت میرا یہ خط تمہارے پاس پہنچے فوراً ابوذرؓ کو ایک شوخ اور بدمزاج مرکب پر سوار کر کے ایک سنگدل و بیرحم راہبر کے ہمراہ میرے پاس روانہ کر دے دیکھ تو سہی میں اسے کیسا مزا چکھاتا ہوں (مرکب شوخ اسلئے تجویز کیا تھا کہ ابوذر کو اس پر کسی طرح آرام نہ ملے اور سنگدل راہبر اس غرض سے کہ وہ برابر اسکو ہنکائے چلا جائے کہیں آرام نہ لینے دے) غرضکہ نامہ پہنچتے ہی تعمیل کی گئی یعنی ابوذر کو ایک شتر برہنہ پشت پر سوار کر کے ایک خونخوار و جفا جو شخص کے ساتھ روانہ کیا گیا جب شام میں ان کے دوستوں

کو یہ معلوم ہوا کہ اب ابوذر شام سے جاتے ہیں وہ سب منزل مران تک ان کی مشایعت
میں آئے یہاں پہنچ کر سب اتر پڑے اور ابوذر کے ساتھ نماز ادا کی بعد فراغ نماز ابوذر
نے ان لوگوں سے کہا کہ ایہا الناس میں تم کو اسوقت ایک وصیت کرتا ہوں امید ہے
کہ اس کو یاد رکھو گے پہلے تم سب خدا کی حمد کرو سب نے الحمد للہ کہا پھر ابوذر نے وحدانیت
الہی و رسالت حضرت رسالت پناہی کی گواہی دی ان لوگوں نے بھی اس میں ان کی
موافقت کی پھر کہا میں گواہی دیتا ہوں اس امر کی کہ زندہ ہونا قیامت میں حق ہے
بہشت حق ہے دوزخ حق ہے اور جو کچھ رسول اللہ خدا کی جانب سے لائے سب حق ہے
ایہا الناس تم میرے ان اعتقادات کے گواہ رہنا سب نے کہا بے شک ہم گواہ ہیں
پھر ابوذر رض نے کہا تم میں سے بشارت ہو اس شخص کیلئے جو ان اعتقادات حقہ پر مرے
اے گروہ مسلمانان رحمت و کرامت خدا ہمیشہ گناہ گاروں کی معاون اور ظالموں کے
اعمال کی مصلح نہیں ہوا کرتی پس اعمال خیر کی طرف قدم بڑھاؤ اور مصیبت نازل کرنے
والے پر اپنا غضب نازل کرو اور جو لوگ دین خدا میں تصرف کرتے ہیں یا ان چیزوں
کو رواج دیتے ہیں جن کی حقیقت سے تم واقف نہیں ہو ہرگز ان کو پیشوا نہ بناؤ اور
جہاں تک ہو ان سے کنارہ کرو ان کے عیوب بیان کرو چاہے وہ تم کو کتنا ہی پریشان
کریں یا اپنے گھروں اور شہروں سے نکال دیں یا اپنے عطیوں سے محروم رکھیں کیونکہ اس
میں خوشنودی حق تعالے ہے انسان کو لازم ہے کہ ہمیشہ اپنے معبود کو خوش رکھے۔ اب
میں تم سب کو خدا کی سپرد کرکے جدا ہوتا ہوں ہمیشہ تمہارے لئے مغفرت کی دعا کرونگا
وہ لوگ یہ سن کر رونے لگے اور کہا کہ خدا تم پر اپنی رحمت نازل کرے اور ہر طرح صحیح و سالم
رکھے اے ابوذر اگر آپ کی رائے ہو ہم سب آپ کو آپکے شہر میں پہنچا دیں اور وہاں دشمنوں

کے شر سے آپ کی حفاظت کریں ابوذر نے کہا نہیں بھائیو اس کی ضرورت نہیں خدا تمکو جزائے خیر دے بس اب تم واپس چلے جاؤ میں بلاؤ مصیبت پر تم سے زیادہ صبر کرنے والا ہوں غرضکہ ان سب کو رخصت کرکے ابوذر وہاں سے اس جفا پسند رہبر کے ساتھ روانہ ہوئے

ابوذر دراز قد اور لاغر اندام شخص تھے اور بدقسمتی سے اس زمانہ میں پیری نے اپنا پورا پورا اثر جما لیا تھا سر کے بال سفید ہو چکے تھے مگر اس رہبر نے ان کی حالت پر ذرا رحم نہ کھایا اور تیز رو شتر کو برابر ہنکائے لئے چلا گیا ہرچند اس سے کہتے تھے کہ اے بندۂ خدا ذرا رحم کر مگر وہ بھلا کب ماننے والا تھا امیر صاحب کا سمجھایا ہوا تھا غرضکہ ابوذر بیچارے حد درجہ پریشان ہوئے دونوں رانیں زخمی ہو گئیں ساق پا خون سے تر بتر تھیں۔ بہزار دقت وخرابی خدا خدا کرکے مدینہ میں داخل ہوئے اور دربار میں پیش ہوئے خلیفہ وقت کی آنکھوں میں ان کو دیکھتے ہی خون اتر آیا للکار کر کہنے لگے کہ اے جندب خدا تیرے دیدار سے کسی کی آنکھ کو روشن نہ کرے میرا خوف تیرے دل سے باہر نکل گیا، ابوذر رض نے کہا ذرا مہربانی کرکے میرا نام ٹھیک طور سے لیجئے جندب میرا نام میرے باپ کا رکھا ہوا ہے۔ مگر جناب رسول اللہ صلعم نے اسکو بدل کر عبداللہ رکھا ہے پس آج سے مجھے تو عبداللہ کہا (کیسا جندب جندب لگا رکھا ہے) عثمان رض نے کہا خیر مجھے اس سے غرض نہیں تو یہ تو بتا کہ مسلمان ہونے کا دعوے کرکے جھوٹ بولتا ہے تو نے تمام مسلمانوں میں میرا یہ قول مشہور کیا "خدا فقیر ہے اور میں غنی ہوں اور دروغگو بنا میں نے تجھ سے یہ کب کہا تھا ابوذر رض نے جواب دیا کہ بالکل غلط ہے میں نے کسی کے سامنے یہ قول نقل نہیں کیا البتہ یہ ضرور کہا ہے کہ رسول اللہ فرماتے تھے جب ابو العاص کی اولاد تیس تک پہونچ جائے گی وہ خدا کے مال کو اپنی دولت اور اقبال کا وسیلہ قرار دیں گے۔ بندگان خدا

کو اپنا چاکر بنائینگے خدا کے دین میں خیانت کو روا رکھیں گے خدا اپنے بندوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھے"۔ خلیفہ صاحب نے یہ سن کر حکم دیا اچھا ابوذر کو اسوقت حراست میں رکھو ہم اس کا قطعی فیصلہ دوسرے وقت کرینگے۔

ابوذر رض کی نظر بندی

دوسرے روز ابوذر پھر دار الخلافہ میں حاضر کئے گئے خلیفہ صاحب مسندِ خلافت پر جلوہ افروز تھے اور اس وقت کچھ مسلمان سو ہزار درہم کی تھیلی لائے تھے اصحاب خاص اور خیر خواہان حکومت داؤ لگائے بیٹھے ہوں گے کہ دیکھیں ہمیں کیا ملتا ہے بعض مونچھوں کو مروڑ رہے ہیں کہ آج بڑی رقم ہاتھ لگی بعض ڈاڑھیوں پر ہاتھ پھیرتے ہونگے کہ خوب موٹا ہینا پھنسا) ابوذر کھڑے ہوئے یہ کیفیت دیکھ رہے تھے پوچھنے لگے کیوں جناب! یہ مال کہاں سے آیا ہے حاکم وقت نے جواب دیا فلاں مقام کے مسلمان ہمارے لئے لائے ہیں اور ابھی اتنا ہی اور پیچھے آرہا ہے اسی کا انتظار ہے تاکہ یہ اور وہ سب ملا کر جو کچھ میرا دل چاہے وہ کروں اور جسکو چاہوں اسے دوں پھر ابوذر اور حاکم کے درمیان حسب ذیل سوال وجواب ہوئے۔

ابوذر رض:- کیوں عثمان رض ہزار درہم زیادہ ہیں یا چار دینار

عثمان:- یہ کون مشکل سوال آپنے کیا سو ہزار درہم زیادہ ہوتے ہیں۔

ابوذر رض:- کیا آپکو یاد ہے کہ ایک رات ہم اور تم رسول اللہ ص کے پاس گئے تھے اور آنحضرت ص کو حد درجہ غمگین پایا تھا حتی کہ ہم سے گفتگو نہ کی مگر جب صبحکو پہونچے خنداں وخوشحال پایا اسوقت ہم نے اور تم نے دریافت کیا تھا کہ ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں رات کی اس رنجیدگی اور اسوقت کی اس شادمانی کا باعث کیا ہے حضرت ص نے

فرمایا کل رات میں اس وجہ سے رنجیدہ تھا کہ مسلمانوں کے مال سے چار دینار میرے پاس جمع تھے اور اُسوقت تک تقسیم نہ کرپایا تھا میرے دل میں یہ خوف تھا کہ اگر ایسی حالت میں مرگیا یہ رقم میرے پاس رہجائے گی آج میں نے دیناروں کو تقسیم کردیا بس اب اطمینان ہوگیا پس اے عثمان رسولؐ کی یہ حالت اور آپکی یہ نیت، شرم شرم شرم۔

عثمان:۔ (ابوذر کی طرف سے منہ پھیر کر) کیا بے تکی ہانک رہا ہے کیوں بھائی کعب الاحبار (دار الخلافت کے مفتی) آپ اس بارے میں کیا فتویٰ دیتے ہیں کہ اگر امام المسلمین بیت المال کا کچھ حصہ مسلمانوں کو دیدے اور کچھ آئندہ حاجت براری کیلئے اپنے پاس رکھے رہے اور جب موقعہ آئے صرف کرے کیا یہ درست نہیں۔

کعب الاحبار:۔ قبلۂ عالم کچھ حرج نہیں امام المسلمین کو ہر طرح کا اختیار ہے بلکہ اگر سکوں کو گلوا کر سونے چاندی کی اینٹیں کرالی جائیں تو زکوٰۃ سے بھی بچ جائیگا۔ (سبحان اللہ کیا دردِ دین ہے) ابوذر نے جو یہ سنا تو ایک عصا زور سے کعب کے سر پر مارا اور کہا او یہودی بچہ تو بھی مفتیٔ شرع رسول بن گیا تجھ سے اوران باتوں سے کیا نسبت جان نہ پہچان بڑی خالہ سلام۔ آپ اور شریعت کے ہادی۔ کیا خوب۔ اے احمق تیرا کہنا سچ ہے یا ارشادِ خداوندی تو یہ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَجُنُوْبُھُمْ وَظُھُوْرُھُمْ ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ (جو لوگ جمع کرتے ہیں سونا اور چاندی کو راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے ان کو عذاب دردناک کی بشارت دو اور کہو کہ روز قیامت جو کچھ انہوں نے ذخیرہ رکھا تھا، آتش جہنم میں سرخ کیا جائیگا اور

اس سے ان کی پیشانیاں پہلو اور پشت داغے جائینگے اور کہا جائیگا کہ وہ خزانہ ہے، جسکو تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا آج اس کا مزہ چکھو اور آپ حکم دیتے ہیں جب ابوذر نے یہ آیت پڑھی خلیفہ صاحب نے کہا کہ او بیوقوف بڈھے تیری عقل جاتی رہی ہے اگر تو رسول اللہؐ کی صحبت میں نہ رہ چکا ہوتا تو آج ہی قتل کرا دیتا، ابوذر رضؓ نے کہا اے عثمانؓ ذرا ہوش میں آ تو ہرگز میرے قتل پر قادر نہیں ہے میرے حبیب جنابِ رسولِ خدا مجھ سے فرما گئے ہیں کہ نہ کوئی تمکو قتل کریگا اور نہ دین سے منحرف وہ حضرت اصدق الصادقین تھے تیری کیا مجال ہی جو مجھ کو قتل کرائے اور تونے جو بے عقل جو کہا اس کا جواب یہ ہے کہ ایک حدیث رسول اللہ کی جو کہارے اور تمہارے اعزا کے بارے میں ہے مجھے یاد ہے پوچھا وہ کون سی حدیث ہے ابوذر رضؓ نے کہا حضرت فرماتے تھے کہ جب اولادِ ابو العاص کی تیس تک پہونچ جائے گی وہ خدا کے مال میں ناحق تصرف کرینگے اور اس کو اپنا سرمایہ قرار دیں گے، قرآن کی اپنے دل سے تاویلیں کریں گے بندگانِ خدا کو اپنا غلام سمجھیں گے ظالموں اور فاسقوں کو اپنا دوست بنائیں گے نیک لوگوں سے جھگڑا کرینگے بس اے عثمان وہی کیفیت میں دیکھ رہا ہوں تو مجھے کیوں نہ بیوقوف بتائے گا۔

عثمان نے اپنے اصحاب سے پوچھا کیوں بھائیو تم میں سے کسی نے یہ حدیث سنی ہے سب نے خوشامد میں کہا جی نہیں بالکل غلط ہے (کیوں نہ ہو کم از کم اتنی کھائے کی لاج اور شرم ہونی چاہئے رسول کا ارشاد مٹ جائے مگر مرکز خلافت پر کبھی آنچ نہ آئے اگر قول رسول کی تصدیق کر دیتے تو بھلا کیا ملتا حاکم خوش ہوا تو بیڑا پار ہو گیا۔ خیر خواہ بارگاہ خلافت اشتباہ بنے مرحبا اے مسلمانو!) تب عثمان نے کہا اچھا

علی ابن ابی طالبؑ کو بلاؤ۔ شاید انہوں نے یہ حدیث سنی ہو، جب حضرت تشریف لائے عثمان نے کہا اے ابوالحسنؑ ذرا سنو یہ پیر درد کیا کہہ رہا ہے حضرت نے فرمایا بس اے عثمان کچھ اور منہ سے نہ نکالنا تو اس شخص کو کذب و دروغ کی نسبت دیتا ہے جس کے بارے میں رسول اللہ فرماتے ہیں کہ وہ دنیا میں سب سے زیادہ سچا ہے اب تو ساری مجلس پکار اٹھی بے شک علیؑ سچ فرماتے ہیں ہم نے بھی اس حدیث کو رسولؐ سے سنا ہے اسوقت نہ معلوم کیا خیال کر کے ابوذر رونے لگے اور کہا وائے ہو تم پر اے گروہ مسلمانان ان کی وجہ سے مجھے دروغگوئی کی طرف نسبت دی اور یہ خیال کیا کہ میں معاذاللہ رسولؐ پر افترا لیتا ہوں پھر ان سب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کون تم میں سے ایسا ہے جو آپ کو مجھ سے بہتر ثابت کرے عثمان نے کہا جی کوئی نہیں بھلا آپ سے بہتر کون ہو سکتا ہے؟ انہوں نے کہا بے شک دیکھو جس روز سے میں اپنے حبیب رسول خداؐ سے جدا ہوا ہوں اس وقت تک وہی جبہ پہنے ہوئے ہوں میں نے اپنے دین کو دنیا کے عوض میں نہیں بیچا۔ تم نے دین پیغمبر میں بڑی بڑی بدعتیں کی ہیں اور مال دنیا کی طمع میں آخرت کو خراب کر لیا ہے، تم مال خدا میں تصرف کرتے ہو خدا تم سے ضرور اس کی بابت سوال کریگا۔ اور بحمد اللہ ان تمام باتوں سے بری ہوں۔

عثمان:۔ اے ابوذر میں تجھے رسول اللہ کے حق کی قسم دیکر چند سوال کرتا ہوں ان کا سچ سچ جواب دینا۔

ابوذرؓ:۔ اگر تو قسم نہ بھی دیتا تب بھی میں سچ کہتا پوچھ کیا پوچھتا ہے؟۔

عثمان۔ تو سب سے زیادہ کس شہر کو دوست رکھتا ہے۔

ابوذر رضؓ:۔ مکہ معظمہ کو۔

عثمان:۔ کیوں؟ **ابوذرؓ:۔** وہ حرم خدا و رسول ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہاں مرتے دم تک عبادتِ خدا کروں۔

عثمان:۔ میرا ارادہ تمکو نظر بند کرنے کا ہے مگر مکہ نہ بھیجوں گا۔

ابوذر:۔ اچھا پھر۔ **عثمان۔** بتاؤ کہ کس شہر کو سب سے زیادہ دشمن رکھتے ہو

ابوذر:۔ ربذہ۔ **عثمان۔** کیوں ہے۔

ابوذر:۔ اس لئے کہ میں حالتِ کفر میں اسی جگہ تھا۔

عثمان:۔ بس وہیں بھیجوں گا۔ صاحب بھلا وہاں کیوں نہ بھیجو گے اتنا لگاؤ امام المسلمین کو کفر سے ہونا چاہیئے مگر میں اگر بھیج دیتے تو یہ ثواب کہاں ہوتا اور بزرگوار کی روح کیسے خوش ہوتی

ابوذر:۔ تونے مجھ سے جو پوچھا میں نے سچ سچ اُس کا جواب دیا اب میں بھی کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں تو بھی جواب باصواب دے۔

ابوذر:۔ اے عثمان اگر تو دشمن سے لڑنے کے لئے لشکر بھیجے اور میں کفار کے درمیان مقید کر لیا جاؤں اور وہ لوگ کہیں کہ جب تک تو اپنا تہائی مال نہ دیگا ہم اسکو نہ چھوڑیں گے تو تو دیدے گا۔

عثمان۔ ضرور دوں گا **ابوذر:۔** اور اگر نصف مال طلب کریں تب

عثمان:۔ تو بھی دیدوں گا۔ **ابوذر:۔** اور اگر سارا مال مانگیں تو۔

عثمان۔ دے دوں گا **ابوذر:۔** میرے حبیب جناب رسولِ خدا نے ایک دن مجھ سے کہا اے ابوذر تمہارا کیا حال ہوگا اس روز جب لوگ تم سے پوچھیں گے کہ سب سے زیادہ مرغوب تمہارے نزدیک کون شہر ہے تم کہو گے مکہ گو لوگ تمہارا وہاں رہنا گوارا نہ کریں گے پھر بدترین شہر کا نام پوچھیں گے تم کہو گے ربذہ بس اسی مقام پر تم بھیجے

جاؤ گے میں نے عرض کی یارسول اللہ کیا میرے اوپر ایسا زمانہ آنیوالا ہے فرمایا ہاں قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ایسا ضرور ہو گا میں نے عرض کی یارسول اللہ کیا میں اس وقت شمشیر بکف ہو کر ان لوگوں سے جہاد کروں فرمایا ہر گز نہیں صبر کرنا اور خاموش رہنا کسی سے تعرض نہ کرنا چاہے غلام حبشی ہی کیوں نہ ہو اے ابوذر خدا نے تمہارے اور عثمان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ واذ اخذنا میثاقکم لا تسفکون دمائکم ولا تخرجون انفسکم من دیارکم ثم اقررتم وانتم تشہدون ثم انتم ھؤلاء تقتلون انفسکم وتخرجون فریقا منکم من دیارھم تظاھرون علیہم بالاثم والعدوان وان یاتوکم اساری تفادوھم وھو محرم علیکم اخراجہم افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض فما جزاء من یفعل ذالک منکم الا خزی فی الحیوۃ الدنیا ویوم القیامۃ یردون الی اشد العذاب وما اللہ بغافل عما تعملون یاد کرو اس وقت کو جب ہم نے تم سے یا تمہارے آباء سے اس امر کا اقرار لیا تھا کہ اپنے ہم دین لوگوں کا خون نہ بہانا اور ظلم و ستم کر کے ان کو گھروں سے باہر نہ نکالنا تم نے اس امر کا اقرار کر لیا تھا اور اس امر کی حقیقت کی گواہی دی تھی پس تم وہ لوگ ہو کہ اپنے عہد کو توڑ بیٹھے اور ان کو قتل کرنے لگے ایک گروہ کو ان میں سے جلاوطن بھی کر دیا، اور ان کے نکالنے کے لئے تم سب آپس میں ایک بن گئے جو فدیہ تم قیدیوں کی بابت دیتے ہو وہ ہے تو خوب مگر تم احکام کتاب کے ایک جزو کی طرف متوجہ ہو گئے ہو (یعنی فدیہ دینا) اور دوسرا جز اس کا یعنی قتل کرنے اور باہر نکالنے کی حرمت کو بھلا دیا بس نہیں ہے بدلا اس شخص کا جو تم میں اس قسم کی نافرمانی کرے مگر زندگانی دنیا میں خواری و رسوائی اور روز قیامت آتش جہنم کا سخت عذاب اور خدا ان اعمال سے جن کو تم کر رہے ہو غافل نہیں یہ تمام آیات

واقعہ ابوذر و عثمان کو پورے طور سے بیان کر رہی ہیں یعنی عثمان کا ابوذرؓ کو نکالنا، اور قصہ فدیہ جیسا ابوذر نے سوال کیا تھا اور عثمان نے جواب دئے تھے پھر عثمان کی ذلت وخواری اور آخرت میں عذاب ابدی۔

الغرض جب عثمان نے ابوذر سے یہ باتیں سنیں کہنے لگے اچھا ہم نے آج ابوذرؓ کی نسبت یہ فیصلہ کیا کہ ان کو فوراً مدینہ سے نکال دیا جائے اور مقام ربذہ میں نظر بند کیا جائے مروان ابن حکم کو جو جناب خلافتمآب کے پرائیویٹ سکریٹری تھے حکم دیا کہا کہ ابھی اس کو انجام دو اور لوگوں سے کہدو کہ کوئی ابوذر کی مشایعت کے لئے باہر نہ جائے لیکن جب یہ خبر اہلبیت رسالت کو پہونچی حد درجہ محزون و مغموم ہوئے اور مشایعت ابوذر کے لئے باہر آئے چنانچہ محمد یعقوب کلینی نے روایت کی ہے کہ جب ابوذر مدینہ سے نکلے حضرت امیر المومنینؑ اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور عقیل و عمار یاسرؓ مشایعت کے لئے بیرون شہر تک گئے جب وقت وداع کرنے کا آیا حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا اے ابوذر گھبراؤ نہیں خدا تمکو جزائے خیر دے گا ان لوگوں کو یہ خوف پیدا ہوا کہ تم ان کی حکومت دنیا میں تصرف کرنا چاہتے ہو حالانکہ تم حفاظتِ دین کرتے تھے اسی لئے ان لوگوں نے تمکو اپنے شہر سے نکالدیا اور طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا رکھا مگر کیا پرواہ ہے خدا پرہیزگار بندوں کا ہر مقام پر محافظ اور کفیل ہے اے ابوذر تمہاری تنہائی کی مونس تمہاری حقیت ہوگی۔ وحشت کا انیس صداقت بنے گی اسکے بعد حضرت عقیل نے کہا کہ ای ابوذر تم یہ اچھی طرح جانتے ہو کہ ہم اہلبیت تمکو کس قدر دوست رکھتے ہیں اور اسی طرح تم بھی ہمکو دوست رکھتے ہو اور ہمارے ان حقوق کو جو پیغمبر سے ملے ہیں تم نے بخوبی نگاہ رکھا ہے حالانکہ بہت سے لوگوں نے ان کو ضائع کردیا پس تمہارا ثواب خدا پر ہے لوگ تم کو بسبب

محبت اہل بیت آوارۂ شہر و دیار کرتے ہیں مگر خدا اس کا اجر دینے والا ہے اے ابوذر رض
یاد رکھو کہ بلا سے منہ پھیر کر بھاگنا جزع ہے اور عافیت کو جلد طلب کرنا خدا کی رحمت
سے ناامید ہوتا ہے پس جزع اور ناامیدی دونوں کو چھوڑ کر خدا پر بھروسہ کرو اور کہو۔
حسبی اللہ ونعم الوکیل پھر امام حسن ع نے فرمایا کہ اے عم محترم جو کچھ ان بے دینوں
نے تمہارے ساتھ کیا ہے خدا اس کا عالم ہے آپ دنیا کا خیال اس کی بے ثباتی کو یاد کر کے
نکال ڈالئے اور ان چند روزہ سختیوں کو آخرت کی راحت میں برداشت کیجئے، اور
مصیبتوں پر صبر فرمائیے تاکہ جب پیغمبر خدا سے ملاقات ہو وہ جناب آپ سے راضی اور
خوشنود ہوں، اس کے بعد امام حسین ع نے فرمایا اے عم بزرگوار خدائے دو جہاں اس
پر قادر ہے کہ تمہاری اس سختی کو مبدل براحت فرمائے لیکن خدا کا ہر ایک کام موافق
حکمت و مصلحت ہوتا ہے ان لوگوں نے تمکو اپنی دنیا سے علیحدہ کر دیا اور تم نے ان کو
اپنے دل سے نکال دیا یہ تمکو معلوم ہے کہ جس چیز سے تم نے ان کو روکا ہے وہ اس کی طرف
بہت زیادہ محتاج ہیں پس اے عم محترم صبر کیجئے۔ صبر صفاتِ کریمہ میں سے ہے جزع کرنے
سے کوئی فائدہ نہیں جب خامس آل عبا کا یہ کلام تمام ہوا عمار یاسر رض نے کہا اے ابوذر رض
خدا ضرور اسکو وحشت و تنہائی میں مبتلا کریگا جس نے تمکو اس میں مبتلا کیا اور خدا ضرور
ڈرائیگا اسکو جس نے تمکو ڈرایا قسم خدا کی محبت دنیا وہ چیز ہے کہ لوگوں کو حق بات
کہنے سے روکتی ہے اے ابوذر خدا کی اطاعت اہل بیت ہی کی محبت و اطاعت میں ہے۔
اس دنیا کی سلطنت اس شخص کیلئے ہے جو لوگوں کے گروہ کو بجبر و تعدی دنیا کی طرف
بلائے اور لوگ اس کی دعوت کو قبول کر کے اپنے دین کو بداعمالیوں کی نذر کر دیں تاکہ
دنیا و آخرت میں زیاں اٹھائیں اور اسی کا نام خسران عظیم ہے۔

ابوذرؓ نے جواب دیا میرا آپ حضرات پر سلام ہو اور خدا آپ حضرات پر اپنی رحمت وبرکت نازل کرے میرے ماں اور باپ تم مقدس اور مبارک چہروں پر فدا ہوں سجدا جب میں آپ لوگوں کو دیکھتا ہوں رسول اللہ ص یاد آجاتے ہیں تمہارے سوا مدینہ میں میرا کون تھا جس سے میری دل بستگی ہوتی میں صرف آپ ہی لوگوں کی خدمت کے لئے یہاں پڑا تھا مگر عثمان کو میرا رہنا یہاں پسند نہ آیا جیسا کہ معاویہ کو شام میں رہنا گراں گذرا پہلے عثمان نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ میں تم کو مدینہ سے نکال کر کسی اور شہر میں بھیج دوں گا میں نے کہا کوفہ بھیجدے۔ مگر اسکو یہ خوف ہوا کہ شاید میں وہاں بھی لوگوں سے اسکے معائب بیان کروں اور ولایت وخلافت علی پر اہل کوفہ کو برانگیختہ کروں لہٰذا اس نے یہ قسم کھائی کہ میں ایسی جگہ بھیجوں گا جہاں تیرا مونس وغم گسار ہی نہ ہو برسوں کسی دوست کی آواز ہی کان میں نہ پڑے۔ یا علی میں اپنا انیس ومصاحب سوا خدا کے کسی کو نہیں چاہتا جب میرا خدا میرے ساتھ ہے مجھے تنہائی کا کوئی خوف نہیں وہ میرے لئے تمام امور میں کافی ہے میں اس کی ذات پر بھروسہ رکھتا ہوں وہ ہر شے پر قادر ہے اور درود خدا ہو محمدؐ وآل محمدؐ پر یہ کہہ کر ابوذر رخصت ہونے لگے امیر المومنین علیہ السلام بغلگیر ہو کر اس قدر روئے کہ ریش مبارک تر ہو گئی ؎

الوداع اے ناصر دین پیمبر الوداع ۔ الوداع اے مخزن اسرار داور الوداع

اب سنئے چونکہ خلیفہ صاحب نے یہ منادی کرادی تھی کہ کوئی شخص مشایعت ابوذر رض کو باہر نہ جائے لہٰذا حاکم وقت کے خوف سے کسی کو ابوذر کے ساتھ مدینہ سے باہر تک جانے کی جرأت نہوئی سوا خاندان رسالت کے لیکن مروان کو یہ امر بہت شاق گذرا اور جب

امام حسین سے کہنے لگا کیا تمکو یہ نہیں معلوم کہ خلیفۂ وقت نے مشایعت ابوذرؓ کے لئے منع
فرمایا ہے یہ سننا تھا کہ امیرالمومنینؑ کو غصہ آگیا اور ایک تازیانہ اسکے اونٹ کے منہ پر مارا
اور فرمایا او دشمنِ خدا دور ہو ہمارے سامنے سے خدا تیرے اوپر لعنت کرے اور آتش دوزخ
سے معذب کرے مروان یہ سن کر دوڑا ہوا خلیفہ صاحب کے پاس آیا اور رو کر تمام واقعہ
بیان کیا عثمان کو نہایت غصہ آیا اور کہا اچھا میں ان سے دریافت کرونگا جب امیرالمومنین
ابوذرؓ کو وداع کرکے واپس آئے لوگوں نے عرض کی آج خلیفہ صاحب بے طرح گرم ہو رہے ہیں
حضرت نے فرمایا اس کا غصہ میرے اوپر ایسا ہے کہ جیسے سرکش گھوڑے کا غصہ دہانہ لجام
پر مگر جس طرح وہ اسکو ہر چند چباتا ہے اور کوئی فائدہ نہیں ہوتا اسی طرح عثمان بھی
میرا کچھ نہیں کرسکتا آخرکار جب عثمانؓ اور امیرالمومنینؑ سے ملاقات ہوئی کہا یا علیؑ
آپنے میرے رسولؐ کو کس وجہ سے لوٹایا اور میرے حکم کو ذلیل سمجھا فرمایا اے عثمان تیرا رسول
چاہتا تھا کہ مجھے لوٹادے مگر میں نے اسے لوٹا دیا اور تیرا حکم چونکہ خلاف حکم خدا تھا اسلئے ہم پر
اس کی متابعت فرض نہ تھی غرضکہ حضرت کے اور عثمان کے درمیان نہایت سخت گفتگو
ہوئی اور حضرت غضبناک وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے

عطیہ خلیفۂ ثالث

جب ابوذرؓ مدینہ سے نکل کر مقام زبدہ میں پہنچے تو بسبب منافقت
خاندان رسالت اکثر پھوٹ پھوٹ کر روتے تھے اور خدا سے دعا
کرتے تھے کہ جلد وہ زمانہ آئے کہ حقدار خلافت اپنا حق پائیں اسی طرح ابوذرؓ نے وہاں ایک
مدت گزاری ایک روز کا واقعہ سنئے نہ معلوم جناب عثمان غنی صاحب کے دل میں کرم کی کونسی
رگ پھٹ گئی یا خدا جانے کیا آئی کہ یک بیک بیتاب ہو کر اپنے دو آزاد کردہ غلاموں کو
دو سو دینار دیکر کہا کہ ان کو ابوذر کے پاس لیجاؤ اور کہنا کہ ہم نے تمہارے حال پر رحم کھاکر

دینار بھیجے ہیں انکو اپنی ضروریات میں صرف کرو جب دونوں غلام ابوذر کے پاس پہنچے اور خلیفہ صاحب کا عطیہ پیش کیا ابوذر رضؓ نے کہا کیا یہ ہی مقدار جو میرے لئے بھیجی ہے اس نے ہر مسلمان کو دی ہے غلاموں نے کہا جی نہیں یہ دریائے صرف آپکیلئے جوش میں آیا ہی ابوذر رضؓ نے کہا کیا خوب بھلا مجھ میں کیا خصوصیت ہے میں بھی ایک مسلمان ہوں جو چیز سب کیلئے جائز ہوگی میرے لئے بھی ہوگی ان لوگوں نے کہا کہ جناب یا امام المسلمین نے اپنی جیب خاص سے کرامت فرمایا ہے اور کہہ دیا ہے کہ قسم خدا کی اس میں ایک حبہ مال حرام کا نہیں ہے ا یہ فقرہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے) ابوذر نے کہا بس یہ ان ہی کو دیدیجئے مجھے اس کی احتیاج نہیں خدا نے مجھے بہت دیا ہے ان غلاموں نے عرض کی اے ابوذر خدا تمہارے فقر و فاقہ کی اصلاح کرے اور تمکو بخیر و عافیت رکھے ہمیں کوئی شے آپکے گھر میں ایسی نظر نہیں آتی جس سے یہ سمجھیں کہ آپکو ضرورت نہیں کہا اے بے وقوفو ہر شخص کی حاجت ایک سی نہیں ہوتی۔ دیکھو میری جھولی میں دو گردہ نان خشک رکھے ہوئے ہیں جو میرے لئے بہت کافی ہیں مجھے اس مال دنیا کو کیا کرنا ہے میرا خدا رازق ہے بے منت رزق پہونچاتا ہے مجھے کیا ضرورت کہ اس مایۂ غرور و تکبر کو لے رکھوں اسکے علاوہ میرے پاس ایک بہت بڑی دولت محبت علی ابن ابی طالبؑ اور ان کی اولاد کی ہے یہی لوگ عالم کو ہدایت کرنے والے اور قضائے الٰہی پر راضی ہونے والے ہیں خدا نے اپنی مخلوق میں ان کو برگزیدہ کیا ہے یہ لوگوں کو حق کی طرف بلاتے ہیں اور عدالت کے ساتھ ان کے درمیان حکم کرتے ہیں پس تم لوگ میرے سامنے سے یہ مال لیجاؤ میں اسے ہرگز نہ لوں گا میرا اور عثمان کا فیصلہ روز قیامت خدا کے سامنے ہوگا۔

ابوذر کی حق طلبی

منقول ہے کہ جب ابوذر کو ربذہ میں رہتے رہتے ایک مدت

گذر گئی اور دل تکلیفیں سہتے سہتے اکتا گیا پھر مدینہ میں آئے اور دارالخلافہ میں داخل ہوئے اسوقت دربار جما ہوا تھا انہوں نے کہا اے عثمان تو نے مجھے اپنے ملک سے باہر کر کے ایسی سرزمین پر بھیجا ہے جہاں میں زراعت تک نہیں کر سکتا کیونکہ میرے پاس صرف چند بکریاں ہیں اور کوئی خادم سوا ایک آزاد کردہ کنیز کے نہیں ہے پس تو مجھے ایک خادم اور چند بکریاں دے تاکہ میں اپنی زندگی اچھی طرح گذاروں خلیفہ صاحب نے بغرور سلطنت کوئی جواب نہ دیا اور اپنا منہ دوسری جانب پھیر لیا ابوذر نے پھر بغرض اتمام حجت دوسری جانب جاکر سوال کیا مگر کوئی جواب نہ پایا، حبیب ابن مسلمہ نے کہا اے ابوذر میں اپنے جیب خاص سے تمکو ہزار دینار وایک خادم اور پانسو بکریاں دیتا ہوں ابوذر نے کہا تیرا خیال کہاں ہے یہ چیزیں اسے دے جو مجھ سے زیادہ محتاج ہے میں تجھ سے کسی شے کا طالب نہیں ہوں میں عثمان سے اپنا وہ حق طلب کرتا ہوں جو میرے لئے کتاب خدا سے ثابت ہے اسی اثنا میں امیر المومنین علیہ السلام بھی تشریف لے آئے عثمان نے کہا یا علیؑ آپ اس بیوقوف آدمی کو میرے پاس سے کیوں نہیں دور کرتے حضرت نے فرمایا کون۔ کہا ابوذر فرمایا اے عثمان تیرا خیال غلط ہے ابوذر ہرگز بیوقوف نہیں میں نے رسول اللہ سے اسکے بارے میں سنا ہے کہ آسمان نے سایہ نہیں ڈالا اور زمین نے پیدا نہیں کیا کسی شخص کو ابوذر سے زیادہ راست گو، وہ بمنزلہ مومن آل فرعون ہے تیرا خیال کہاں ہے۔

علیؑ و ابوذرؓ

عبدالملک پسر حضرت ابوذر غفاری سے منقول ہے کہ جب عثمان نے اپنے جمع کردہ قرآن کے علاوہ اور تمام قرآنوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا جاؤ اور اپنے باپ کو بلا لا جب وہ

آئے فرمایا اے ابوذر آج اسلام میں ایک بہت بڑا امر حادث ہوا وہ یہ کہ کتاب خدا کے پرزے پرزے کر دئے گئے اور چاقو سے اوراق کاٹ ڈالے گئے خدا پر لازم ہے کہ لوہے کو مسلط کرے اس منافق کے بدن پر جس نے اسکو کتاب خدا میں رکھا اور پارہ پارہ کر دیا ابوذر نے عرض کی میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ ان ظالموں اور جباروں پر جو قوم موسیٰ پر مسلط ہوئے اور اہل بیت نبوت سے مقاتلہ کیا خدا نے چند جوانوں کو مسلط کیا، جو دوسرے ملک سے انکے ملک میں آئے تھے پھر انہوں نے ان سے مقابلہ کیا پس اے علیؑ تمہاری مثال بھی اس امت میں ایسی ہی ہے حضرت نے فرمایا اے ابوذر کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ میں قتل کر دیا جاؤنگا عرض کی میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اہل بیت میں سب سے پہلے یہ لوگ تم ہی کو قتل کریں گے

پند ابوذرؓ

شیخ طوسی نے ابو سجیلہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ میں حج کو جا رہا تھا جب مقام ربذہ میں پہونچا خیال ہوا کہ ابوذر سے بھی ملاقات کرونگا۔ ابوذر مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے، جب میں ان سے رخصت ہونے لگا فرمایا میں تجھ کو ایک نصیحت کرتا ہوں اس کو یاد رکھنا بھولنا نہیں وہ یہ ہے کہ بعد میرے بہت بڑا فتنہ برپا ہوگا جب وہ وقت آئے تم کتاب خدا اور اہل بیت رسول کا ساتھ دینا علیؑ مرتضیٰ کی نصرت سے ہاتھ نہ اٹھانا وہ بزرگ دین ہیں میں نے انکے بارے میں رسول اللہ سے سنا ہے کہ علیؑ وہ شخص ہے جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا اور میری رسالت کی تصدیق کی وہ سب سے پہلے قیامت میں مجھ سے مصافحہ کریگا وہ صدیق اکبر ہے اور اس امت کا فاروق ہے یعنی حق و باطل میں فرق کرنیوالا ہے وہ تمام مومنوں کا بادشاہ ہے۔

صوم ابوذرؓ

ابن بابویہ نے نعیم ابن قعنب سے روایت کی ہے کہ جب میں ابوذر سے

ملاقات کرنے گیا۔ ابوذر اسوقت اپنے مقام پر نہیں تھے تھوڑی دیر بعد ابوذر اس شان سے آتے دکھلائی دئے کہ دو اونٹوں کی مہار پکڑے ہوئے تھے اور ان کو لئے چلے آتے تھے ہر ایک اونٹ پر پانی کی ایک مشک بھری ہوئی تھی جب قریب آئے میں نے اُٹھ کر سلام کیا ابوذر جواب سلام دے کر مجھ سے ملے اور پھر اپنے گھر میں داخل ہوئے کچھ دیر بعد میرے لئے کھانا لیکر آئے اور کہا تم کھاؤ میں روزے سے ہوں میں نے کھانا شروع کیا۔ ابوذر نے دو رکعت نماز پڑھی بعد فراغ میرے ساتھ کھانے میں آکر شریک ہو گئے میں نے کہا سبحان اللہ میں آپ کو بڑا شخص خیال کرتا تھا مگر اسوقت کے عمل سے کچھ اور ہی معلوم ہوتا ہے پہلے آپنے کہا میں روزہ سے ہوں اس کے بعد آپ شریک طعام ہو گئے۔ کہا بھائی تم سمجھتے نہیں میں اس مہینہ میں تین روزہ رکھ چکا ہوں جن کا ثواب پورے ایک ماہ کے روزوں کا ہوتا ہے اب باقی جو روزے رہے ان میں مجھے اختیار ہے چاہے روزہ رکھوں یا افطار کر لوں۔

رحم ابوذرؓ

منقول ہے کہ ایک روز ربذہ میں لوگوں نے دیکھا کہ ابوذرؓ اپنے حجر کو پانی پلا رہے تھے دریافت کیا کہ اے ابوذر کیا کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ اس کو پانی پلا دیتا، کہا تم کو نہیں معلوم میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ ہر ایک چوپایہ خدا سے صبح کو یہ دعا کرتا ہے پروردگار ہمیں آج ایسا مالک عطا کرنا جو اچھی طرح گھاس و پانی سے سیر و سیراب کرے اور ہماری طاقت سے زیادہ ہم پر بوجھ نہ لادے پس یہ وجہ ہے کہ میں خود پانی پلاتا ہوں مجھے یہ گوارا نہیں کہ میرا جانور کسی قسم کی تکلیف اٹھائے۔

مراسلت ابوذرؓ

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے ابوامامہ باہلی سے روایت کی ہے کہ جب عثمان نے ابوذر کو مقام ربذہ میں بھیجا ابوذر نے حذیفہ یمانی کو ایک خط

اس مضمون کا بھیجا اما بعد اے برادر خدا سے ڈرو جو حق ڈرنے کا ہے تاکہ اس کے خوف سے تمہارا گریہ زیادہ ہو اپنے دل کو تعلقات دنیوی سے آزاد و راتوں کو خدا کی عبادت میں بیدار رہو، اطاعتِ الٰہی میں اپنے بدن کو تعب میں ڈالو تا اینکہ خداوند عالم تم سے خوشنود ہو تم خود جانتے ہو کہ بہشت ان لوگوں کے لئے ہے جن سے خدا راضی ہو۔ جو شخص خدا کا ہو رہا وہ رستگار ہے، اس کی نظر میں یہ دنیا مطلق نہیں سماتی، وہ شہر سے نکال دیا جانا اپنے اہل و عیال سے جدا ہونا آسان سمجھتا ہے، یادِ خدا میں شب بھر بیدار رہتا ہے تمام دن روزہ رکھتا ہے اعدائے دین سے جہاد فی سبیل اللہ کرتا ہے۔ یہی لوگ بہشت کے مالک ہوتے ہیں پس جو شخص چاہتا ہے کہ بہشت میں پہنچکر جوار رحمتِ الٰہی میں رہے اور پیغمبروں کا رفیق بنے اس کو لازم ہے کہ مذکورۂ بالا امور کو بجا لائے برادر من میں تم کو ان لوگوں میں سے سمجھتا ہوں جن کے سامنے انسان اپنی تکلیفیں بیان کر کے فی الجملہ قلب کو راحت پہنچاتا ہے اور ظالموں کے ظلم کی شکایت کر کے طالبِ مدد ہوتا ہے اے بھائی حذیفہ لوگ میری ایذا رسانی پر آمادہ ہو گئے ہیں میں ان کے جور و جفا کو دیکھ رہا ہوں خدا ان سے ان کا بدلہ لے گا، میرا قصور صرف اس قدر ہے کہ میں نے ان کے احکام باطلہ کی پیروی نہیں کی اور لوگوں کو حتی المقدور ان کے مکر و کید سے بچایا، اس بنا پر انہوں نے مجھ کو میرے حق سے محروم کر دیا اور اپنے شہروں سے نکال دیا، حرم جناب رسولِ خداؐ سے دور کیا، میں پناہ مانگتا ہوں خدا سے اس بات سے کہ جو کچھ اس نے میرے لئے مقدر فرمایا ہے اس کی شکایت اپنی زبان سے کروں میں تم کو صرف ان واقعات پر مطلع کرنا چاہتا ہوں اور اپنی حالت کو ظاہر کر رہا ہوں تاکہ میرے اور تمام مسلمانوں کے لئے خدا سے دعا کرو کہ وہ بحق محمد و آل محمد ان مصائب سے ہمیں نجات دے

اور وہ شے کرامت فرمائے جس کا نفع زیادہ و عاقبت نکوتر ہو والسلام۔ جب یہ خط حذیفہ کے پاس پہنچا تو اس طرح جواب دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اما بعد برادر تمہارا نامہ میرے پاس پہنچا جو تم نے عذاب الٰہی سے ڈرایا ہے اور اعمال صالحہ کی طرف توجہ دلائی ہے وہ سب حق بجانب ہے اے بھائی ابوذر میں تمکو اپنا اور تمام مسلمانوں کا خیرخواہ جانتا ہوں تم ہم سے ہمیشہ بشفقت و احسان پیش آتے ہو اور نیکیوں کی طرف رغبت اور برائیوں سے نفرت دلاتے رہتے ہو خوشنودی خدا کی طرف ہدایت کرتے ہو۔ میں خوب جانتا ہوں خدا کے غضب و عذاب سے کوئی نجات دلانیوالا نہیں ہے مگر اسی کا عفو و کرم بس اب میں اپنے اور اپنے مخصوصین اور تمام آدمیوں کی طرف سے اس کی بخشش و رحمت کا سوال کرتا ہوں بھائی ابوذر آپ کا جلاوطن کیا جانا اور عالم غربت میں زندگی بسر کرنا میرے اوپر بہت شاق ہے مگر کیا کروں اپنا کچھ زور نہیں جو مصیبتیں آپ پر نازل ہوئی ہیں اگر وہ میرے مال سے دفع ہو سکتیں۔ بخدا بخوشی خاطر سب دیدیتا یا اگر تمہاری نصف تکلیفیں خدا میرے لئے مقرر کردیتا میں اس سے ضرور اس کی درخواست کرتا میں دل سے چاہتا ہوں کہ تمہاری اِس مصیبت اور فقر و فاقہ میں شریک ہوں لیکن اس میں اپنا کچھ بس نہیں جو کچھ خدا نے ہمارے لئے چاہا ہے وہی ہوگا اے ابوذر مناسب ہے کہ ہم اور تم درگاہ بے نیاز میں تضرع اور زاری کریں اور اس عذاب دردناک سے رہائی حاصل کرنے کے لئے اسی کی طرف توجہ کریں جس نے ہمکو اس جانسوز آفت میں مبتلا کیا ہے اور ہماری میوہ زندگانی کو بدن کے درختوں سے قطع کردیا ہے ممکن ہے کہ اس کی درگاہ میں ہماری یہ التجا قبول ہو جائے اے بھائی ابوذر آزردہ نہونا اس شے پر جو جاتی رہے اور غمناک نہونا اس

شے پر جو پہونچ رہی ہے بلکہ اسکے بدلے خدا سے اجر طلب کرنا چاہیئے اے برادر اب میں اپنے اور تمہارے لئے بہ نسبت زندگانی کے موت کو زیادہ بہتر سمجھتا ہوں اس لئے کہ اب بہت سے فتنے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور ابھی اور اُٹھنے والے ہیں تم دیکھنا کیسی سفاکی و خونریزی ہوگی تلواریں میان سے نکلیں گی لاکھوں جانیں فنا کے گھاٹ اتریں گی، جو کوئی بھی ان فتنوں میں سے سر اٹھائے گا یا ذرا بھی مشکوک پایا جائیگا وہ البتہ قتل کردیا جائیگا، عرب کا کوئی قبیلہ ایسا باقی نہ رہے گا جو ان فتنوں میں شریک نہ ہو چاہے وہ شہر نشین ہوں یا صحرا نشین ہیں جو سب سے زیادہ ظالم و جفا جو ہوگا وہ عزیز بنے گا اور جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہوگا وہ ذلیل ہوگا خدا مجھ کو اور تم کو ایسے زمانے سے پناہ دے اے ابوذر میں کسی وقت تمہارے لئے دعا ترک نہیں کرتا ہے امید ہے کہ خدا ضرور قبول کریگا کیونکہ اس نے اس کا وعدہ فرمایا ہے ادعونی استجب لکم خداوند عالم جلد ہم کو اس بلا سے نجات دے اور عافیت نیکو کرامت فرمائے والسلام۔

وفات پسر ابوذرؓ

کلینی نے روایت کی ہے کہ ابوذر کا ایک لڑکا جس کا نام ذر تھا اتفاقاً مقام ربذہ میں اس نے وفات پائی۔

ہائے اس عالم تنہائی میں ابوذر کے دل پر کیا صدمہ گذرا ہوگا دل یوں ہی غم فرزند والدین کے لئے جانکاہ ہے اور پھر ایسے عالم میں جہاں کوئی مونس و غمگسار ہی نہو مگر واہ رے ابوذر بجز شکر خدا کچھ زبان سے نہ کہا البتہ جب دفن سے فارغ ہوئے قبر پر ہاتھ رکھ کر اتنا ضرور منہ سے نکالا، ای ذر خدا تجھ پر رحم کرے تو کیسا خوش خلق اور نیک کردار تھا تیرے ماں باپ تجھے بہت دوست رکھتے تھے مگر افسوس تیری عمر نے دفا نہ کی خیر خدا کا شکر ہے کہ تیرے مرنے سے میرے صبر کی بنیاد میں کوئی تزلزل پیدا نہیں ہوا۔

میں سوائے خدا کے کسی سے حاجت نہیں رکھتا اے ذر اگر بعد از مرگ انسان سے کوئی پرسش نہوتی یقیناً تیرے عوض میں اپنے مرنے کی آرزو کرتا مجھے اپنے اندوہ وغم کے خیال نے تیرے اندوہ وغم سے بالکل بے پروا کر دیا میں تیری جدائی کی وجہ سے گریہ نہیں کرتا بلکہ اسلئے روتا ہوں کہ قبر میں تجھ سے کیا پوچھا گیا اور تو نے اس کا کیا جواب دیا، خداوندا تو نے اس پر کچھ حقوق اپنے فرض کئے تھے اور کچھ حقوق میرے پس میں نے اپنے حقوق اس کو بخشدئے اور تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو بھی اپنے حقوق اسے بخشدے اور اس کے گناہوں کو معاف فرما کیونکہ تو مجھ سے زیادہ جود وکرم کا سزاوار ہے۔

وفات ابوذرؓ

معاویہ ابن ثعلبہ کا بیان ہے کہ جب ابوذر مرض الموت میں مبتلا ہوئے میں نے وصیت کرنیکی درخواست کی فرمایا اپنا وصی جناب امیرالمومنینؑ کو بنایا ہے میں نے عرض کی کیا عثمان کو؟ فرمایا نہیں میں اس شخص کی نسبت کہتا ہوں جو درحقیقت امیرالمومنین ہے یعنی علی ابن ابی طالبؑ وہی بہار زمین ہے اسی کے قدم کی برکت سے زمین ساکن اور آباد ہے وہ اس امت میں عالم ربانی ہیں جب وہ دنیا سے اُٹھ جائیں گے دیکھنا کیسے کیسے قبیح اعمال لوگ کرنے لگیں گے، میں نے عرض کی یہ میں خود جانتا ہوں کہ جسکو رسول اللہؐ دوست رکھتے ہوں گے اسی کو تم بھی زیادہ دوست رکھو گے اب یہ بتائیے کہ وہ شخص جو تمہارے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے وہ کون ہے؟ کہا وہ پیر مظلوم جن کے حق کو لوگوں نے غصب کیا یعنی علی ابن ابی طالبؑ ہائے کیا محبت تھی اس مرد دیندار کو خاندان رسالت سے کہ کسی وقت ان کا خیال دل سے جاتا ہی نہ تھا، اور کیونکر جاتا یہی ان کے مدارج ومراتب کے کما حقہ جاننے والے تھے اور یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے رسول اللہؐ کی تعلیم کو عملی

حالت میں دکھلایا مگر افسوس صد افسوس زمانہ نے قدر نہ کی۔

دخترِ ابوذر کا بیان ہے کہ ایک روز جب میرے باپ کی حالت زیادہ خراب تھی اہل زبدہ کی ایک جماعت عیادت کے لئے آئی اور کہا اے ابوذر کیا حال ہے کس سے شکایت رکھتے ہو کہا اپنے گناہوں سے انہوں نے کہا پھر کس امر کی خواہش رکھتے ہو، کہا اپنے پروردگار کی رحمت کی، کہا اگر آپ کہیں تو ہم کسی طبیب کو بلالائیں جواب دیا میرے طبیب نے مجھے بیمار کیا ہے درد اور دوا اس کے اختیار میں ہے۔ غرضکہ یہ جواب سُن کر وہ لوگ چلے گئے اور ابوذرؓ نے بنابر ایک روایت کے اور دوسری روایت میں ہے اپنی لڑکی سے بلاکر یہ کہا کہ ایک بکری ذبح کر کے پکاؤ اور جب میں مرجاؤں میرے منہ پر چادر ڈال دینا اور سرِ راہِ عراق جاکر بیٹھ جانا جو قافلہ سب سے اول اس طرف آئے ان سے کہنا اے بندگان خدا ابوذر مصاحب رسولؐ نے وفات پائی ہے اور اپنے پروردگار کی رحمت سے واصل ہو گیا ہے اس کی تجہیز و تکفین میں میری اعانت کرو کیونکہ میرے حبیب محمد صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ میں زمین غربت میں مروں گا اور میرے غسل و کفن کا سامان آنحضرتؐ کی امت میں سے مردانِ شائستہ کرینگے، دخترِ ابوذر کہتی ہیں کہ جب نظر میرے باپ کی ملک الموت پر پڑی تو کہا مرحبا! اس دوست پر جو ایسے وقت میں آیا کہ مجھے اس کی حد درجہ احتیاج تھی وہ شخص ہرگز رستگار نہو گا جو تیرے دیدار سے نادم و پشیمان ہو خداوندا مجھ کو جلد اپنے جوارِ رحمت میں پہنچا، بارالہا تجھے خوب معلوم ہے کہ میں ہمیشہ تیری رضا کا آرزو مند رہا ہوں اور کبھی موت سے کارہ نہوا، اتنا کہہ کر اس عاشق ربانی و مصاحب خاص محبوب سبحانی نے اس دنیا سے کوچ کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

افسوس اگر ابوذر مدینہ میں انتقال کرتے ان کے اہل و عیال کے پہلو بہ پہلو بیٹھ

کہ اہل بیت عصمت و طہارت گریۂ و بکا کرتے شیعیان امیرالمومنین کا کافی مجمع ہوتا۔
بڑی دھوم سے ابوذر کا جنازہ اٹھایا جاتا۔ سچ ہے کہ خدا کسی کو عالم غربت میں موت
نہ دے ہائے غریب الوطنی بری چیز ہے اس کا حال کوئی کربلا والوں سے پوچھے جن کی مصیبت
نے دوستوں کے دلوں کا برباد یا ہے اللہ اکبر ابوذر سا صحابی اور یہ مقام وحشت ناک
جہاں کوئی اپنا ہم خیال نہیں نہ معلوم کس کرب میں اپنی زندگی گذاری ہو گی۔

بہرحال اصل روایت کی طرف آنا چاہئے علقمہ ابن اسود نخعی کا بیان ہے کہ میں اور
مالک اشتر مع ایک جماعت کے جن میں احنف ابن قیس تمیمی و صعصعہ ابن صوحان العبدی اور
خارجہ ابن الصلت التمیمی و عبداللہ ابن مسلمہ و ہلال ابن مالک مزنی و جریر ابن عبداللہ البجلی
و اسود ابن یزید النخعی و علقمہ ابن قیس وغیرہ تھے حج کو جا رہے تھے جب ربذہ میں پہنچے دیکھا کہ ایک
عورت پریشان حال سر راہ بیٹھی ہوئی ہے اس نے ہمیں دیکھ کر کہا کہ اے بندگان خدا
اے گروہ مسلمانان ابھی ابوذر مصاحب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس عالم غربت
میں وفات پائی ہے اور میرا یہاں کوئی مددگار نہیں جو ان کے دفن میں مدد کرے تم اس
وقت میرے ساتھ چلو اور تجہیز و تکفین کا انتظام کر دو یہ سن کر ہم لوگ حد درجہ محزون
و مغموم ہوئے تمام قافلہ پر ایک خاص اثر پڑا اور انا للہ و انا الیہ راجعون کا نعرہ
منہ سے نکلا ہم سب دختر ابوذر کے ساتھ انکے مکان پر آئے اور چادر اٹھا کر ابوذر کا
چہرہ دیکھا ہر شخص کی اسوقت یہ حالت تھی کہ ان کی اور انکے اہل و عیال کی غربت کو خیال
کر کے زار زار روتا تھا جب گریۂ و بکا کم ہوا یہ قرار پایا کہ اب انتظام کفن و دفن کرنا چاہئے
ہر شخص ہم میں سے یہ چاہتا تھا کہ ابوذر کو اپنے مال سے کفن دے جب اس جھگڑے نے
طول پکڑا تو یہ قرار پایا کہ سب لوگ مساوی حصہ کے شریک ہو غرضکہ ایسا ہی کیا گیا جب

غسل سے فارغ ہوئے مالکِ اشتر نے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھا دی اور پھر اس مومن دیندار اور دوستدار حیدر کرارؑ کو سپرد خاک کر دیا، مالک اشتر بعد دفن قبر کے پاس کھڑے ہوئے اور کہا خداوندا یہ ابوذر تیرے رسولؐ کا صحابی ہے جس نے عبادت کرنے والوں کے ساتھ عبادت اور تیری رضا کے لئے مشرکوں سے جہاد کیا اور امور دین میں سے کسی امر میں تغیر و تبدل کو روا نہ رکھا اور جب دین میں بدعتیں ہوتی دیکھیں ان کے قبول کرنے سے انکار کیا، اسی وجہ سے اس پر طرح طرح کے ستم ہوئے اور لوگوں نے اپنے شہروں سے نکال دیا ذلیل و توہین کر کے اسکے تمام حقوق ضبط کر لئے تا اینکہ وہ عالم غربت میں مر گیا خداوندا ذلیل و رسوا کر اس شخص کو جس نے اسکو حق سے محروم کیا اور تیرے رسول کے حرم اور ہجرت کے مقام سے نکال دیا راوی کہتا ہے کہ ہم سب نے مالکِ اشتر کے ساتھ آمین کہی اور پھر ابوذر کا تصور کر کے رونے لگے ہائے جب یہ خبر مدینہ میں پہنچی ہوگی اس وقت جناب امیر المومنین کے دل پر کیا صدمہ گذرا ہوگا، ابوذر کی محبت اور خلوص کو یاد کر کے بیتاب ہو جاتے ہونگے، امیر المومنینؑ کو اس بزرگوار کی ذات پر بڑا بھروسہ تھا اکثر امور میں مشورہ بھی فرماتے تھے مگر افسوس زمانہ کے زبردست ہاتھوں نے چھین لیا گردش لیل و نہار اڑا کر لے گئی الغرض جب یہ لوگ دفن ابوذرؓ سے فارغ ہو گئے۔

تو زوجۂ ابوذر نے گوسفند بریاں ان کے سامنے رکھی اور کہا ابوذرؓ نے تم کو قسم دی ہے کہ جب تک طعام چاشت نہ کھا لو یہاں سے حرکت نہ کرنا اف رے مہمان نوازی یہ گوارا نہ ہوا کہ بعد مرنے کے بھی جو لوگ میرے یہاں آئیں اور شریک غم ہوں وہ بھوکے جائیں اپنے مرنے سے پہلے تمام انتظام کرا دیا۔ ضرور ابوذر کو یہ خیال ہوا ہوگا کہ بیچارے قافلے والے سفر غربت کئے ہوئے آتے ہوں گے۔

جب یکایک میرے مرنے کی خبر ملے گی اور زیادہ پریشان ہوجائیں گے۔ کھانے پینے کا انتظام میرے کفن و دفن کی مصروفیت کی وجہ سے نہ کرسکیں لہٰذا یہ سامان تمام پہلے سے کرکے رکھ دو تاکہ وہ میرے کام سے فارغ ہوکر یہ کھانا کھائیں اور سفر کرنے پر پھر آمادہ ہوجائیں اللہ ری دینداری مہمانوں کی ایسا ہی خیال کرنے والے ہوتے ہیں مگر افسوس ۶۱ سنہ ہجری میں کوئی مسلمان ایسا نہ تھا کہ نبی زادے کی تکلیف سفر اور مصائبِ غربت کو دھیان میں لاتا کھانا ایک طرف پانی تک بند کردیا حیف صد حیف۔

حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العلمین والصلواۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ الطیبین الطاھرین المعصومین من یومنا ھذا الی یوم الدین اما بعد میں اپنی کس زبان سے خدائے بزرگ و برتر کا شکریہ ادا کروں کہ اس نے مجھ ذلیل و ناچیز کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ آج میں اس کے حبیب خاص و رسول برحق کے تیسرے برگزیدہ صحابی کی سوانحعمری لکھنے کے بیٹھا جن حضرات کی نظر سے رسالہ اصحاب رسول کا حصہ اول و دوم گذر چکا ہو گا ان کو اس امر کا اندازہ ہو گا کہ بزم ایمان میں کیسی شمعیں روشن تھیں ہدایت کی محفل میں کیا کیا سرسبز و شاداب گلدستے چنے ہوئے تھے بطحے کے کوہستان میں توحید الٰہی و نبوت حضرت رسالت پناہی کے پودوں کا لہلہانا اور ان میں صفاکیش و عقیدت مند عنادل کا معرفت الٰہی کے راگ گانا کچھ ایسا ہی دلفریب تھا کہ یہود و نصاریٰ گبر و ترسا کو بیخود کر کے اپنا ہمصفیر بنا چھوڑا، مشرکوں و بت پرستوں کو اپنی محبت کا متوالا کر لیا میں سیاہ کار بندہ ہوا و ہوس سگ دنیا کیونکر ان برگزیدہ اور خدا شناس لوگوں کے روحانی کمالات کا منظر دکھاؤں کہاں وہ فلک دین و معرفت کے عالم افروز ستارے کہاں میں سرزمین اسلام کا تیرہ و تار ذرہ ان کی ثنا میں لب ہلاؤں تو چھوٹا منہ بڑی بات ہے علاوہ بریں نہ زبان پر اتنی قدرت کہ الفاظ کا چراغاں کر کے جادۂ مقصود کو جگمگا دوں کہ نفس کو وہ مراتب ایمان حاصل کہ مجمل اصطفا سے تقدس کا پردہ اٹھا کر ان بزرگوار دل

حقانیت کو مشاہدہ کرائے اور اس کا صحیح صحیح نقشہ کھینچ کر عالم کی نظروں کے سامنے رکھے اللہ اللہ وہ کیسی صحبت ہوگی جس کا مسند نشین فخر بنی آدم و آدم مقصد تکوین عالم زینت بخش تاجِ نبوت قدر افزائے دیہیم رسالت ہوگا اور یہ صداقت اور کرامت کی مجسم تصویریں عقائد حقہ کا خلعت پہنے، تدیّن اور تفقہ کے عمامے باندھے زہد و ورع کے تمغے لگائے گردا گرد زانوئے ادب تہ کئے بیٹھے ہونگے مرحمتِ یزدانی چنور ہلاتی ہوگی، فیوض سبحانی حاشیہ بوس ہوں گے عشق الٰہی کا جام ہر جام لنڈھتا ہوگا معرفت کے ساغر چھلکتے ہوں گے کبھی کبھی یہ تقدس کے پتلے مکہ کے باغوں اور مدینہ کے بازاروں کی طرف بھی جا نکلتے ہوں گے پیشانی کے نور سے راستے جگمگ کرنے لگتے ہوں گے جبرئیل و میکائیل سے فرشتے نقیبانہ ندا دیتے ہونگے ابر رحمت سروں پر سایہ فگن ہوگا تسبیح و تہلیل کی صدائیں گونجتی ہوں گی، دنیا کی شان و شوکت سے ان کو کوئی تعلق نہ تھا، پھٹی ہوئی عبائیں جسم میں بوسیدہ عبائیں جسم میں، بوسیدہ عمامے سر پر، رہنے کو ٹوٹے پھوٹے مکانات کھانے کو جَو کی روٹی مگر رعب و اجلال وہ خدا نے دے رکھا تھا کہ جو شاہوں کو میسر نہیں روم و عجم کے سفر جو نوشیروانی دربار کا تجمل و احتشام دیکھتے ہوئے آتے تھے اِن بوریا نشینوں کی ہیبت و اجلال کو دیکھ کر حیرت میں رہ جاتے تھے خوف سے اعضا میں تھرتھری پڑ جاتی تھی اور زبان سے حرف مطلب ادا کرنا دشوار ہو جاتا تھا ایمان و کفر کا تقابل ہی کیا کسریٰ کے دربار کو دربار ختم المرسلینؐ سے نسبت ہی کیا، وہ دنیوی جاہ و جلال، یہ دینی عزت و کمال، فقیر ہیں مگر شاہوں سے بہتر، بینوا ہیں مگر دین و دنیا کے مالک ہر کار الٰہی کے مختار۔ مکہ کا ذرہ ذرہ، مدینہ کا چپہ چپہ محمد ابن عبد اللہ کا دم بھرنے والا، نشانِ قدم کا پہچاننے والا، رسالت و نبوت کی گواہی دینے والا، جس طرف کو نکل جاتے ہیں درختوں پتوں سنگریزوں سے درود و سلام کی آوازیں سنائی

دیتی ہیں لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ کی صدائیں آتی ہیں کبھی بیت اللہ کی طرف کبھی صفا و مروہ کی جانب کبھی مقام ابراہیم کی سمت جوق جوق گروہ گروہ لوگ جاتے نظر آتے ہیں اور یہ سریر آرائے رسالت و تاجدار نبوت منبر پر جلوہ آرا ہوتا ہے وعظ و پند کی نصیحتیں گرم ہوتی ہیں۔ کبھی کبھی علم اسلام کا پھریرہ اڑتا ہوا کفار کی فوجوں کے مقابل نظر آتا ہے تلواروں کی چکا چاک سے خون کی ندیاں بہ جاتی ہیں کشتوں کے پشتے لاشوں کے انبار لگ جاتے ہیں ہل من مبارز کے نعرے کھلے میدانوں میں سنائی پڑتے ہیں ایک طرف کفر و زندقہ کی سورتیں دوسری جانب ایمان و ایقان کی تصویریں زہد و ورع کی سورتیں دوسری جانب ایمان و ایقان کی تصویریں زہد و ورع کے مرقعے ادھر باطل کی گھنگور گھٹائیں، ادھر فلک حقانیت کے چاند تارے حملہ پر حملہ۔ دھاوے پر دھاوا ہوتا ہے برگِ خزاں دیدہ کی طرح تنوں سے سر کٹ کر گرتے ہیں لاکھوں جوانمرد تیغ کے گھاٹ اتر جاتے ہیں، رسول کے چند جاں نثار شوقِ شہادت میں جو اپنے دین کی حریت میں اس تن دہی و جانفشانی سے تیغ و سنان و نیزہ و پیکان کا مقابلہ کرتے ہیں کہ فوج مخالف کے ہوش اُڑ جاتے ہیں اور پیٹھ دکھا کر بھاگتے نظر آتے ہیں لیکن میرے دوستو جس طرح گلوں سے خار دست و گریباں ہیں اسی طرح نیکوں اور بدوں کا بھی چولی دامن کا ساتھ ہے وہی صحبت تھی جس میں سلمان فارسیؓ، ابوذر غفاریؓ، عمار یاسر، مقداد، جابر انصاری جیسے بزرگوار اور باایمان لوگ بیٹھتے تھے اسی میں پہلو بہ پہلو وہ لوگ بھی نظر آتے تھے جو بظاہر خیر خواہِ اسلام اور بباطن میں اس کی جڑ کاٹنے والے رسول کی کوششوں کو خاک میں ملانے والے تھے جہاں میدان جنگ میں رسولؐ کے حکم پر اپنی ہستی کو پروانہ صفت نثار کر دینے والے نصرتِ دین میں جان و مال لٹانے والے تھے وہاں ایسے بھی لوگ تھے کہ جب لڑائی کی صورت بگڑ جاتی اور خدا کا رسولؐ دشمنوں میں

گھر جاتا تو اسکو تنہا چھوڑکر جدہر سینگ سمائے نکل بھاگتے اور لڑنے والوں کی ہمت توڑ دیتے۔ رسول فتح وظفر کا وعدہ کررہا ہے نصرت کے لئے طلب فرمارہا ہے مگر جانے والے ہیں کہ چلے جاتے ہیں کیوں اے دنیا پرستو عہد شکنو کیا اسی روز کے لئے رسول نے تمکو اپنی آغوش شفقت میں پالا تھا کیا اسی دن کے لئے تمہیں اپنا دوست بنایا تھا؟ کیوں اے مسلمانوں کیا یہی دینداری ووفاشعاری ہے کیا اسی کا نام اطاعتِ خدا اور رسول ہے صد آفرین اس ہمت مردانہ پر مرحبا اس شجاعت و دلیری پر غور کرو اور دل میں شرماؤ، سمجھو اور رہا رو ایکدن وہ آنیوالا ہے کہ حاکم حقیقی کے سامنے طلب ہوگے اپنے کو جوابدہی کے لئے آمادہ رکھو مظلوموں کی آہ خالی نہ جائے گی، رسول کی شکایت بے اثر دکھائے نہ رہے گی عوض ملیگا اور ضرور ملیگا بدلہ پاؤگے اور ضرور پاؤگے جہنم کے شعلے اور تمہارا جسم دوزخ کا خوفناک عذاب اور تمہارا بدن ہوگا۔

ذرا خدا کی شان تو دیکھو جس شاخِ صحبت نے سلمان و ابوذر و عمار و مقداد وغیرہ کے کمال ایمان وتہذیب نفس کے خوشرنگ وخوشبودار پھول کھلائے اور دماغ عالم کو فرحت بخشی اسی شاخ میں ایسے زبردست اور نوکدار کانٹے بھی پیدا ہوئے جنھوں نے تماشائیوں کے لطف کو خاک میں ملا دیا اور گلشن کا اصلی جوبن مٹا دیا، جس نے پھولوں کی طرف جانا چاہا خار آڑے آئے، دامن پھاڑے ہاتھ کھسوٹے خون بہایا اور بے نیل و مرام واپس کردیا، گلشن حسن خداداد چمن کی سرسبزی، پھولوں کی مہک دور سے لوگوں کو کھینچ کر لاتی تھی مگر یہاں ایسے زبردست چوکیدار بیٹھے ہوئے تھے کہ جس نے قدم رکھا وہ مرا، سو میں سے ایسے بھی بہادر اور حقیقت رس نکلے کہ ان تمام مصائب کا مقابلہ کرتے ہوئے بھی منزل مقصود تک پہنچ ہی گئے ورنہ زیادہ تر تو ایسے ہی تھے کہ آئے تو تھے پھولوں کے رنگ و بو کی تعریفیں سن کر مگر کوتاہ نظری سے کانٹوں کا سڈول پن اور بھونڈی سبزی دیکھ کر ریجھ گئے

اور یہ سمجھ کر کہ شاید بانئ اسلام نے برسوں محنت اور عرق ریزی کر کے یہی چیزیں اگائی ہیں اور اپنے خون سے ہی کائنات کو سینچا ہے اعتقاد کے ہاتھ بیعت کے لئے بڑھا دیئے چونکہ رسول اللہ کی حکمت و دانائی عالمگیر تھی اس لئے ارادت کی آنکھوں نے جو کچھ بھی دیکھا اسکو حکمت و مصلحت پر محمول کر لیا، اگرچہ نگاہوں میں پھول کی جگہ کانٹوں کا سمانا کھٹکا تو ضرور مگر صداقت نے تاویل کی عقیدت نے سمجھایا کہ حکیم کا فعل مصلحت سے خالی نہیں آج ایک عالم اسلام کا ثناگو ہے رسول کی تعلیم کا چرچا شہر شہر ہے کچھ نہ کچھ فی ہے اور ضرور ہے آؤ لے سوچے سمجھے اس خارستان پر شوق کی آنکھیں ملیں ممکن ہے کہ سعادت کے گل بوٹے ارشادت کے غنچے ہاتھ لگیں کیا بعید ہے کہ اس میں کوئی راز پنہاں ہو خدا کی باتیں خدا ہی جانے رسول کے مصالح رسول ہی پہچانے اس میں چون و چرا عبث ہے بہر حال خوش اعتقادی بڑھی اور دامن اطاعت میں کانٹوں کو بھر لیا مگر چند ہی ساعت کے بعد ایک طرف سے بھینی بھینی بوائی جسنے دل کو فرحت بخشی دماغ کو تازہ بنایا مشتاق نگاہیں اٹھیں شوق سینہ سے نکل کر ہر طرف جو یا ہوا دیکھا کہ کچھ دور ایک خوش قطع تختہ لہلہاتا ہوا باغ ہے جسکے پھولوں کی رنگینی، پتوں کی شادابی درختوں کی خوش اسلوبی قدرت خدا دکھا رہی ہے خوشبو کی لپٹیں آ رہی ہیں، مرغان نوا سنج تسبیح و تقدیس الہٰی میں مصروف ہیں ایک عجیب و غریب نظارہ ہے جو روش ہے تراوت بخش، جو رنگ ہے دلآویز جو شجر ہے خوبی کی تصویر، جوانان چمن قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں مصروف شاخیں رکوع و سجود کی حالت میں محو یاد حق سر و قیام میں ذاکر حمد الہٰی غرضکہ جس گوشہ کو دیکھو رحمت خدا جس طرف نظر ڈالو عنایت رب علا نظر آتی ہے پچھتانے والے پچھتائے اپنی کوتاہ نظری پر نفرین کی تاسف کے ہاتھ ملے کہ افسوس ہم کہاں بھٹک کر رہ گئے آئے تو تھے اس گلشن کی جستجو میں اس قدر سفر کی زحمتیں اس شادابی کی خبریں سن کر برداشت کی تھیں، اولاد، مال و متاع وطن

ان ہی جوانوں کی ملاقات کے اشتیاق میں چھوڑا تھا مگر حیف صد حیف کہاں جانا تھا کہاں جا پہنچے کیا کرنا تھا کیا کر گذرے، زلف کے فریفتہ غفلت سے ناگوں میں گھر گئے، خال مشکیں کے شیدائی جال میں پھنس گئے، زنخدان یار کے جویا گہرے کنوئیں میں گر گئے، نرگس چشم کے متوالے بادہ خواروں میں جم گئے، چوک ہو گئی اور بہت ہو گئی، اب کیا کریں کس سے اپنی داستان غم بیان کریں غریب الوطنوں کی فریادکون سنے گا مصیبت زدوں کا ہاتھ کون پکڑیگا، واہ ری قسمت گلشن کے طالب خاروں میں نازوں کے پالے آفت میں یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے کیا سوچا تھا کیا ہو گیا نجات کا دروازہ کھٹکھٹانیوالے ضلالت کے میدان میں پھریں شفاعت کے خواستگار در در سر ٹکرائیں یہ سب نتیجہ اپنی غفلت کا ہے جیسا کیا ویسا پایا۔ کاش پہلے سے سمجھتے اور لوگوں سے تحقیق کرتے اے جہالت تیرا منہ کالا اسقدر اس کو سوچنے کا موقعہ نہ دیا کہ بھلا خدا کا برگزیدہ رسول ان کانٹوں کی نشو ونما کے لئے اپنی سالہا سال کی محنت کیوں برباد کرتا، ان کے تحفظ میں جان و مال سے کیا مشغول ہوتا یہ بضاعت ہی کیا ہے یہ سرمایہ ہی کیا ہے جس کی طرف جوق جوق گروہ گروہ لوگ آتے ان میں خوبی ہی کونسی ہے جس پر خلائق مرتی اور محبت کا دم بھرتی افسوس کیا آنکھوں پر پردہ پڑا اب کوئی رہائی کی صورت نہیں اگر زور سے نکلنا چاہتے ہیں تو لباس پارہ پارہ ہوتا ہے جسم چاک چاک ہوتا ہے خوشامد کریں تو کس کی بات کریں تو کس سے نہ انکے دلوں میں رحم نہ انصاف نہ دوسرے کی ضرورت کا احساس پھنسا صید صیاد کیوں چھوڑنے لگا، جال میں آئی مچھلی ماہی گیر کیوں نکالے سب سے زیادہ قابل افسوس یہ امر ہے کہ ہمیں یہاں دیکھ کر لوگ تفرج گاہ میں سمجھیں گے۔ اور ہماری طرح کچھ اور بھی غفلت شعار لوگ آ پھنسیں گے اور اسی طرح جب تک اس شاداب چمن کے کنارے پر یہ خارستان ہے لوگوں کا شکار ہوتا رہے گا، کیا بعید ہے کہ وہ باغ اجڑ

جائے اور یہ خارستان رہ جائے کیونکہ دمبدم خاردار شاخیں سرحد چمن کی طرف اپنا قدم بڑھا رہی ہیں اور دست تعدی اپنا اس طرف اٹھا رہی ہیں یہ خونریز تیغیں ضرور ان نازک اندامو‌ں کا خون بہائیں گی یہ زہریلی ہوائیں ضرور ان گلعذاروں کو مرجھائیں گی۔ یہ تیز و تند جھونکے ضرور ان چراغوں کو بجھائیں گے ابھی باوجودیکہ باغ کا مالک زندہ ہے باغبان کا سایہ سر پر ہے مگر کانٹوں کے تیور بگڑ چلے ہیں خاردار شاخیں پھولوں کو گھور رہی ہیں جس روز اس چمن کا مالک دنیا سے سدھارا خون کے دریا بہینگے بلبلیں جلتی خاک پر ذبح کر کے ڈال دی جائیں گی پھولوں کی پتی پتی کر کے ہوا میں اُڑا دی جائے گی، یہ پھولا پھلا باغ خزاں کا مسکن ہوگا، جہاں آج یہ بہار ہے کل خاک اڑیگی اس کی طرف نظر کرنیوالے اس کی جانب قدم بڑھانے والے تلواروں میں رکھ لئے جائینگے، دیواروں میں چُنوا دئے جائینگے جو اسکی حمایت کریگا وہ بے موت مارا جائے گا جو اسکے جلے بھُنے پودوں کو پانی دیگا اس کا خون بہایا جائیگا۔

افسوس صد افسوس بانیٔ اسلام کا یہ ترو تازہ باغ کیا ہی اچھا ہے مگر یہ خارستان اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہے کاش یہ باغ یا تو کسی اور سرزمین میں لگایا جاتا یا ان کانٹوں کا پورے طور پر بندوبست کیا جاتا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ کانٹوں کی باڑ اس غرض سے رکھی گئی تھی کہ یہ گلشن دشمنوں کی پائمالی سے بچے اور بے رحموں کے ہاتھ اس کی کچی شاخیں نہ توڑ سکیں، بہائم صفت لوگوں کے حملوں سے محفوظ رہے اس کی خبر نہ تھی کہ پہرہ دار ہی ڈاکہ ڈالینگے، باغ کے محافظ ہی اس کی خوبی مٹائینگے اور رسول کی امیدوں پر وہ پانی پھرائیں گے اگر یہ معلوم ہوتا تو یہ باڑ کبھی ہرگز نہ رکھی جاتی بلکہ اسکے لئے کچھ اور مناسب تدابیر عمل میں لائی جاتیں اُف اُف دوسرے باغبان کس قدر مذاق اوڑاتے ہوں گے کیسے کیسے قہقہے لگاتے ہونگے کہ دیکھو محمدؐ کے باغ کو ان کی باڑ ہی نے کھالیا، گھر کے ہی چراغ سے گھر کو آگ لگ گئی یہ کیسے سرفروش

تھے جنہوں نے سرداروں ہی پر ہاتھ صاف کیا، یہ کیسے جاں نثار تھے جنہوں نے اپنے آقا کے نمک کا ذرا بھی لحاظ نہ کیا یہ کیسے ایمان والے تھے جنہوں نے اپنے نبی کے گھرانے کو ملیامیٹ کر دیا یہ کیسے مسلمان تھے جنہوں نے رسول کی تعلیم کو بھلا دیا۔

بہرحال جو اپنی جان پر کھیل گئے انہوں نے اپنا لباس اور جسم کے کچھ اجزاء اسی خارستان کی نذر کئے اور آئندہ زندگی کو خوش اسلوبی کیساتھ بسر کرنیکے لئے اس تکلیف و سبُرتی کو برداشت کیا اور نکل بھاگے اور پھر ہمیشہ ہمیشہ اس باغ کی ہوائیں کھائیں اور جو ڈر گئے اور جھجک گئے وہ پھنسے کے پھنسے رہ گئے اور اپنی تمام عمر وہیں گذار دی عزیز ہم وطنو یہ گلشنِ اسلام کی مختصر کیفیت تھی مگر یہ نہ خیال کرنا کہ چونکہ زمانہ تیرہ سو برس کی مسافت سے دور نکل آیا ہے اسلئے شاید رسول ص کے ہاتھوں کا لگایا ہوا باغ زمانہ کے کایا پلٹ ہاتھوں نے اجاڑ دیا ہوگا فلک کی گردش لیل و نہار کی آمد و رفت نے اسکی اصلی خوبی کو گنوا دیا ہوگا نہیں ہرگز نہیں۔ اے عقیدتمند و اے رسول کے جاں نثارو وہ باغ ہنوز لہلہا رہا ہے اسکی شاخیں عالم پر سایہ فگن ہیں ہاں اتنا ضرور ہوا کہ رشک پسند طبائع حسد آفرین قلوب سے جب اس کا حسن نہ دیکھا گیا اس کی شادابی کانٹوں کی طرح نگاہوں میں کھٹکی تو اسی باغ سے چند قلم لیکر ایک علیحدہ سرزمین پر نصب کر دیئے تاکہ لوگوں کا رجحان کم ہو اور ایک دوسرا باغ مقابل میں دیکھکر خلائق ادھر ادھر بٹ جائے باغ لگا اور خوب لگا، شادابی کیلئے پوری کوششیں کی گئیں، تازگی کے لئے خون پسینہ ایک کیا گیا نشو و نما میں کافی غور و پرداخت ہوئی محنت ثمر لائی، جانفشانی بار آور ہوئی شاخوں نے پھیل کر عالم کو گھیرا، درختوں کا سایہ ضرور تمام دنیا میں چھایا اسکے پھل پھول ملکوں ملکوں میں تقسیم ہوئے مگر افسوس ہے کہ باغبانوں سے بہت چوک ہوگئی جس تختہ پر باغ لگایا تھا تعجیل نے اسکو ہموار کرنے کا موقع نہ دیا، اسلئے کہیں سے اونچا اور کہیں سے نیچا رہ گیا۔ کوڑا کرکٹ صاف نہ ہونے پایا روشیں بیقاعدہ قائم ہوئیں درختوں میں ترتیب کا لحاظ نہ رہا۔

خوشنمائی ہوئی مگر بھونڈے پن کے ساتھ باغ لگا مگر بدسلیقگی سے کہیں گلاب کھل رہا ہے۔ کہیں اس کے برابر تھوہڑ اور زقوم اپنے کانٹوں کی چادر بچھائے پڑا ہے کہیں چنبیلی ہے کہیں کنیر سرو کے برابر ببول شمشاد کے پہلو میں کریل کیلے کے ساتھ جھاڑ وغرضکہ عجب ایک طوفان بے تمیزی ہے عجب ایک بہنگم اور وحشیانہ طریقہ ہے جو قلم رسول اللہ کے باغ سے لاکر لگائے تھے چونکہ ان میں باغبانوں نے کچھ غیر معمولی خطرت اور چابکدستی سے کام لیا اسلئے وہ بھی اپنی اصلی صورت سے بدل کر کچھ کا کچھ ہو گئے اور دوربین شخص کی نگاہ میں اصل اور نقل میں زمین و آسمان کا فرق ہو گیا لیکن تاہم جس قدر اصلیت جھلکی وہ غنیمت تھی خرابی تو یہ آپڑی کہ جس تختہ پر درخت نصب کئے گئے تھے چونکہ وہ باغ لگائے جانے کے قابل ہرگز نہیں تھا اسلئے اس سرزمین نے اپنی قابلیت کے موافق کچھ اور ہی نباتات کی قسم اگائی جو چمن کی خوبی بڑہانے کے عوض اس کے اصلی حسن پر بدنما داغ دھبہ بن گئی پھر چونکہ حوصلہ مندوں کو یہ بھی خیال تھا کہ اصل سے نقل بڑھ جائے جڑ سے شاخ زیادہ موٹی ہو جائے اسلئے اور اور مقامات سے بھی کچھ پودے منگا کر لگائے تاکہ اضافہ کی صورت پیدا ہو مگر قدرت خدا دیکھو زمانہ کی ہوا ان کو بھی موافق نہ آئی بھونڈی بھونڈی پتیاں نکلنے لگیں ٹیڑھی ٹیڑھی شاخیں اگیں بدنما پھول کھلنے پہلے ہی بہت سی خوبی برس رہی تھی اب تو ایک اور ایک دو ہو گئے اصلی خیال میں کامیابی ہو تو کیونکر ہو لوگ سیر کرنے کو آئے تو ضرور مگر کچھ اچھی نظر نہ پڑیں باغ کے اندر تو ضرور گئے مگر باغبان کا پھوڑپن انہوں نے کھٹکا گھومے پھرے کوئی روش ڈھنگ کی دکھلائی نہ دی کوئی درخت قطعدار نہ پایا کوئی پھول دلفریب نظر نہ آیا آخر مجبور ہو کر نکل آئے زمانہ بھر کا رنگ دیکھے ہوئے تھے سماتا، جہانیاں جہاں گرد بھاتا تو کیسے بھاتا۔ مگر اسقدر کامیابی تو ضرور ہو سکی کہ ناواقفوں کی رالیں ٹپک پڑیں کوتاہ نظروں کو پسند آہی گیا سو آئے تو اس میں سے دس بدوقت نکلے تو سے اسی کے ہو رہے

اور اس باغ کے محافظوں نے کہدیا اس سے بہتر کوئی باغ اور دنیا میں ہی نہیں رسول اللہؐ اسی کو دنیا میں لوگئے ہیں عوام کو تحقیق کی ضرورت کیا، موجود لطف کو چھوڑکر جاہے وہ کسی قدر کم حیثیت کا ہو کسی کو بہتر لطف تلاش کرنے کی کیا غرض جو کچھ ہاتھ آگیا غنیمت ہے جو بند مچاؤ ہوتی، کون مارا مارا پھرے اور جستجو کرے دو چار بلند نظر زمانہ شناس اس اصلی باغ کی طرف بھی جا نکلتے تھے اور اس خداداد خوبی کو دیکھ کر ایسے محو ہوتے تھے کہ پھر جانے کا نام بھی نہ لیتے تھے چمنستان رسولؐ کی طرف اسقدر توجہ بھی گراں گذری لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ جب تک اسکا بالکل استیصال نہو گا ہمارا باغ نام حاصل نہ کرسکیگا، آفتاب کے سامنے شمع کی کوئی حقیقت نہیں چاند کے مقابل جگنو کی کوئی وقعت نہیں دریا کے سامنے قطروں کا ٹھکانا نہیں پھولوں کے سامنے کانٹوں کا گذر نہیں انکو مٹاؤ اور اسکو جلد مٹاؤ ورنہ اس کی مست کرنے والی خوشبو تمام عالم کے دماغ میں بس جائے گی جب اسکی حقانیت دنیا میں ظاہر ہوگی تو ہماری شعبدہ بازی بازیچۂ اطفال ہو کر رہجائیگی اس خیال کے دل میں جگہ پڑتے ہی سیکڑوں نیچے اُٹھے اور جڑوں کو کھودنا شروع کیا اپنے خیال سے نیست ونابود کرنے میں کوئی تسمہ لگا نہ رکھا تھا خوب جی کھول کر شاخوں کو چھانٹا بلبلوں کو مارا پھولوں کو پیروں سے کچلا روشوں کو پامال کیا تختوں کو کھودا کچھ عرصہ تک بظاہر اس میں خاک اڑی لیکن زمانہ کی ہوانے پھر رنگ بدلا اور اسی بیجان زمین سے نئی نئی کونپلیں نکلنی شروع ہوگئیں، ابر رحمت برسا نسیم سحری کے جھونکے چلے اور چمن جیسا کا تیسا پھر ہوگیا، پھر وہی رنگینی پھر وہی شادابی، شاخوں کے کاٹنے والے خاک میں مل گئے، جڑوں کے کھودنیوالے زمین میں سماگئے، پھولوں کے روندنیوالے تباہ دبرباد ہوگئے، عذاب الٰہی کی بجلیاں گریں اور ایک ایک کو جلاکر خاک کردیا قہر الٰہی کے اژدہے منہ کھولے بڑھے اور ان جفا کیشوں کو اپنا لقمہ بنالیا خیال تھا کہ یہ چمن اب شاداب نہوگا لیکن وہ پھر لہلہایا اور ایسا لہلہایا کہ

نسبت پہلے کے اسکی شاخیں کہیں زیادہ تھیں اسکے پتے کثرت سے شاخوں پر لدے تھے۔ اور آج وہی شاخیں ہیں کہ جو دنیا کے ہر خطہ پر پہنچ گئیں ہیں اور پھل پھول لا رہی ہیں۔

مٹاؤ! اے مٹانیوالو، کاٹو اے کاٹنے والو۔ دیکھیں تمہارے ہاتھوں میں کس قدر طاقت ہے دیکھیں تمہارے بیلچوں کی دھاریں کب تک کند نہ ہونگی۔ اب یہ باغ تمہارے اجاڑے اجڑنیوالا نہیں اب یہ شادابی تمہارے مٹائے مٹنے والی نہیں جو دن آئیگا اسکی تازگی بڑھے گی جو گھڑی آئیگی اس کا حسن دوبالا ہوگا گو تمنے بعد رسول اللہ صلعم کے گیارہ محافظوں کو حد درجہ بیکسی کے ساتھ مارا اور انکے ساتھ لاکھوں بیگناہ بلبلوں کا خون بہایا مگر ابھی اسکا ایک محافظ باقی ہے اب یہ باغ اسکی سرپرستی میں ہے اب اس بیڑے کا وہ ناخدا ہے جو کچھ روز چل کر عالم میں اپنے عدل کا سکہ بٹھائیگا اور ظالموں سے اپنے خون کا بدلہ لیگا جسقدر تم نے ہمکو مٹایا اسی قدر ہم بڑھے جسقدر تم نے برباد کیا اسی قدر اب ہماری محفلیں آزادی سے ذکر محمدؐ اور آل محمدؐ سے زینت پا رہی ہیں ہماری مجلسوں میں انکے اذکار ہوتے ہیں آج بھی دیکھو ہماری اس مجلس میں رسولؐ کی صحبت کا تذکرہ ہو رہا ہے اور اسکے تیسرے صحابی کی آمد آمد ہے اے علیؑ کے دوستو اے اہل بیت کے عاشقو اٹھو اور اپنے مہمان کی تعظیم بجا لاؤ دیکھو صحبتِ رسول میں بیٹھنے والا، خاندان رسالت کی محبت کا متوالا تقدس و زہد کا پتلا سامنے سے چلا آتا ہے پیشانی پہ سجدہ کا نشان چمک رہا ہے جسم ریاضت کرتے کرتے کاہیدہ ہو گیا ہے پتلی پتلی سا قیں گندمی رنگ چہرہ بڑا سا بدن اس عالم خیال کی تصویر بتلا رہی ہے کہ حیات فانی میں بڑی بڑی مصیبتیں اٹھائی ہیں چہرے کی اداسی جسم کا اضمحلال پتہ دے رہا ہے کہ کسی ظالم کا ستایا ہوا ہے کبھی کبھی سرد آہیں بھی لب پر آجاتی ہیں مظلومیت ہر ہر عضو سے ٹپک رہی ہے آرہا ہے مگر آہستہ آہستہ چل رہا ہے۔ بہت ہلکے ہلکے قدم

آ آ اے رسولؐ کے سچے جاں نثار آ! ہمارا دل تیرا مکان ہماری آنکھیں تیرا فرش ہیں اے دل

سینہ سے نکل کر آنے والے کے قدم لے، اے شوق جلد چہرے سے گرد و غبار صاف کر اے ایمان دل جوئی کی باتیں کر، اے محبت دستر خوان بچھا اور اپنے مہمان کی دعوت کر اے خلوص دست بستہ عرض کر کہ تیری تشریف آوری سے ہم غلاموں کو شرف حاصل ہوا، تیرے قدوم سے سعادت بڑھی ہم سب تیری اس عنایت کے شاکر اس زحمت کشی کے مرہون ہیں خدا تجھ کو جزائے خیر دے تو نے رسول کی خوب نصرت کی، آفرین اس ہمت پر، مرحبا اس ایمان پر یہ ان ہی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج تیرے سر پر قدس کا تاج رکھا ہوا ہے۔ سعادت کا خلعت زیب تن ہے۔ دنیا والے تیرے نام پر جان دینے کو تیار ہیں، تیرے ذکر سے ٹوٹے دلوں کو تسکین ہوتی ہے، تیرے حالات سے مردہ دل زندہ ہوتے ہیں، تیرے واقعات زندگی آج تک ہم کو سبق دے رہے ہیں اگرچہ تجھ کو اس دنیا سے گذرے ہوئے عرصہ ہو گیا، گردش فلک کے لاکھوں دور ختم ہو گئے، زمانہ نے اس وقت سے اس وقت فلک کے لاکھوں اور کروروں پیدا کئے اور خاک میں ملا دیئے، بڑے بڑے ذی حشم سلاطین کا رعب و جلال خلاقین اعظم کا فضل و کمال دنیا کے صفحہ پر رونما ہوا، مگر چند روز چل کر مٹ گیا، آج کوئی یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ دنیا میں پیدا بھی ہوئے تھے یا نہیں۔ مگر اے عقیدتمند بزرگو اے ایمان کی تصویر و تمہارا ذکر اب تک محفلوں کو زینت دے رہا ہے، تمہارا نام اب تک موجود ہے تم اگرچہ مر گئے ہو مگر تمہارے سوگوار ابھی تک سر و سینہ پیٹ رہے ہیں، ماتمی لباس پہنے ہوئے ہیں۔ صدیاں گذر گئیں مگر تمہاری جدائی کے ناسور مندمل نہ ہوئے۔ ایک عالم زیر و زبر

ہو گیا، مگر تمہاری بھولی بھالی صورتیں آنکھوں کے سامنے سے نہ ہٹیں، اے خدا پرستو تم چل بسے اور معرفتِ الٰہی کے چرچے اپنے ساتھ لے گئے وعظ و پند کی محفلوں کی زینت تمہارے ہی دم سے تھی صحبت رسول ﷺ کی خوبی تمہاری صورتوں پر موقوف تھی، تم ہی زاہدوں کے سرتاج کہے جاتے تھے، تم ہی عبادت گذاروں کے سردار تھے۔ تم ہی سے بیت اللہ میں رونق، تم ہی سے مسجدِ رسول آباد، تمہارے ہی دم سے عرب کی سرزمین مرجع خاص و عام بنی ہوئی تھی تم نے اپنی زندگی گذاری اور خوب گذاری کون کہتا ہے کہ تم مر گئے۔ نہیں نہیں تمہارے کارنامے تمہارے دل چسپ حالات تمہاری حکایتیں اور روایتیں جب تک صفحۂ عالم پر موجود ہیں تم بھی موجود ہو، تمہارے کمالِ ایمانی کے باغ تہذیب نفسانی کے چمن ایسے نہ تھے کہ کچھ روز بہار دکھا کر رخصت ہو جاتے۔ وہ قیامت تک لہلہائیں گے اور ان کے سدا بہار پھول ہمیشہ ہمیشہ عبادت گذاروں کے دستار کے طرہ بنیں گے، عقیدت آگینوں کے گلے کے گجرے ہو کر رہیں گے محال ہے کہ خزاں کا ہاتھ ان تک پہنچے دشوار ہے کہ زمانہ کی گرم اور تیز ہوائیں ان کو کملائیں تمہارے جلسے تمہاری محفلیں اپنے زمانہ کی محفلوں کا خاموشی سے اظہار کر رہی ہیں تمہارے اقوال و حالات ہمارے لئے جیتی جاگتی بولتی چالتی ہوئی تصویریں ہیں، تمہاری زندگی کیسی لطف کی زندگی ہے، جوارِ رحمت خدا رہنے کی جگہ، رسولوں کی صحبتیں، دل بہلانے کا سامان بہشت کی ہوائیں تفریح و دل بستگی کے اسباب، کوثر کی موجیں، دلوں کو تراوٹ دینے والی سلسبیل کا کنارہ ٹہلنے کی جگہ اے خدا کے برگزیدہ بندو! کیسے

آرام سے بسر کر رہے ہو، کیا کیا مزے لوٹ رہے ہو دنیا میں تم کو تکلیفیں پہنچیں اور بہت پہنچیں۔ مگر وہ چند روزہ تھیں آج تم کو ان کا بدلہ مل رہا ہے۔ تم مر گئے مگر زندہ ہو تم مٹ گئے مگر موجود ہو اے کتابوں کے خانقاہوں میں بسنے والو! تمہارے حالات سے تمہارے گھر آباد ہیں لوگ جب ان کو دیکھتے ہیں تمہاری صورتیں ان کی آنکھوں کے سامنے آجاتی ہیں، دنیا کوئی رنگ لائے زمانہ کیسا ہی تغیر پیدا کرے مگر تم اپنی جگہ سے ہٹنے والے نہیں تمہارے قدم زمین پر چھوڑنے والے نہیں تمہارا فیض جس طرح حقیقی زندگی میں جاری تھا، آج بھی اسی طرح جاری ہے تمہاری تعلیم کے سرچشمے اب بھی ابل رہے ہیں اور پیاسوں کو سیراب کر رہے ہیں گو واقعات کم ہیں مگر فوائد کے خزانوں سے لبریز باتیں تھوڑی سی ہیں مگر پند و نصائح کا ذخیرہ۔ اے بوریا نشینو! اے گدا صورتو تمہارا اقبال بادشاہوں سے کہیں زیادہ ہے، تمہاری شان و شوکت سلاطین سے بڑھ کر ہے، ہر ایمان والے کے دل پر تمہارا سکہ ہے، ہر پاک نفس بشر کے سینہ میں تمہاری جگہ ہے، تم آنکھوں کو نگاہ سے زیادہ پیارے ہو جسم کو جان سے زیادہ عزیز ہو، ہائے کہاں سے ڈھونڈھ کر تمہیں لائیں اصلی صورت کس طرح دیکھیں ہم تم سے بہت دور ہیں تم بہشت کے ساکن ہو، ہم ظلمت کدۂ دنیا کے رہنے والے نہ کوئی باہمی نامہ و پیام نہ قاصد نہ پیغامبر بظاہر بعد ہے دور کے دیکھنے والے کی نظر میں جدائی ہے، اجسام پرستوں کے خیال میں تفرقہ ہے۔ مگر حقیقتاً ایسا نہیں تم اور ہم ایک ہماری اور تمہاری روحیں بغل گیر ہو رہی ہیں۔ ہمارا نفس تمہارے نفوس سے ملاقات کر رہا ہے۔

اے رسول کے مصاحبو! تمہارا ہم لوگوں پر بڑا احسان ہے ہماری زبان میں طاقت نہیں کہ شکریہ ادا کر سکیں جس راستہ پر تم نے ہمکو چلایا، اسکو ہم نے ہر حیثیت سے اچھا پایا، صفائی دیکھی جابجا روشنی نظر آئی، درختوں کا سایہ سروں پر موجود، نہ کسی رہبر کی ضرورت نہ بدرقہ کی حاجت وہ صراط مستقیم ہے کہ ہمارا چھوٹے سے چھوٹا بچہ اس پر چلا جاتا ہے مگر بہکتا نہیں. ہمارا نادان سے نادان بھائی گزر کرتا ہے مگر بھٹکتا نہیں، یہ سب تمہاری محنت کا پھل تمہاری جانفشانیوں کا نتیجہ ہے تم نے اس راستہ کو سجایا اور خوب سجایا اس کو طے کیا. اور اس طرح طے کیا کہ پیچھے آنے والوں کو تمہاری بدولت بہت کچھ آسانی ہو گئی، تمہارے نشان قدم کچھ اس طرح زمین پر جمے تھے کہ آج تک زمانے کے ہاتھوں سے نہ مٹ سکے.

اے عمار یاسر میں تمہاری خدمت میں آج اپنی ایمان والے بھائیوں کی طرف سے تحفۂ سلام پیش کرتا ہوں اے خدا کے برگزیدہ بندے اس کو قبول کر.

حالات حضرت عمار یاسر رض

اصلی نام عمار کنیت ابو الیقظان باپ کا نام یاسر رض

عمار اور اسلام دنیا والوں کا قاعدہ ہے کہ جب کسی کا آفتاب اقبال اوج پر دیکھتے ہیں تو خواہ مخواہ رشک و حسد کی آگ میں جلنے لگتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے مقابل کوئی دوسرا فروغ پذیر نہو اس تنگ خیالی کا دائرہ جب زیادہ وسیع ہو جاتا ہے اور بے جا خواہشیں دل پر اثر جما لیتی ہیں تو

علاوہ نقصان پہنچانے کے محسود کی جان بھی نظروں پر چڑھ جاتی ہے، اور زمانہ کے ہر دور نے ایسے کثیف الخیال لوگوں کو اپنی آغوش میں پالا ہے اور انہیں بدبینوں اور کوتاہ اندیشوں کے ہاتھوں اکثر اپنی کایا پلٹ طبیعت کا رنگ دکھایا ہے عالم کی ابتدائی تاریخ پر اگر نظر ڈالی جائے تو چند صفحے لوٹنے کے بعد ہابیل کی گردن قابیل کے ہاتھوں سے کٹی دکھائی دیتی ہے، غور سے پڑھو اور کوئی عداوت کا سبب نکالو کیا یہ دونوں حقیقی بھائی نہ تھے؟ ایک ماں کے پیٹ میں دونوں نے پیر نہ پھیلائے تھے؟ کیا حضرت آدمؑ کے نطفہ سے دونوں کی خلقت نہ تھی، کون اس کا انکار کر سکتا ہے، پھر کیا مظلوم ہابیل نے قابیل کو ستایا تھا، کیا کوئی جائداد ضبط کر لی تھی، تاریخ میں ان باتوں کا کہیں نشان نہیں ملتا، جس قصور پر مورخین نے روشنی ڈالی ہے وہ صرف اسی قدر ہے کہ مقتول کی قربانی درگاہ احدیت میں مقبول اور قاتل کی مردود ہوئی کیا یہ کوئی ایسا جرم تھا کہ بھائی بھائی کا گلا کاٹ ڈالے برادر کو برادر مار ڈالے؟ جس نے قابیل کی چھری ہابیل کی گردن پر رکھوائی وہ خبیث بیماری تھی جس کو رشک وحسد کہتے ہیں بھائی کا تقرب بھائی نہ دیکھ سکا، برادر کا اعزاز برادر کو ناگوار گذرا، اپنے قوت بازو کی قدر و منزلت دل میں برچھی ہو کر لگی اس کے بعد تاریخ کے چند اوراق الٹو، حضرت یوسفؑ اور ان کے بے رحم بھائیوں کا واقعہ پڑھو اسی طرح جس قدر نظر دوڑاتے جاؤ گے اس قسم کے ہزاروں واقعات آنکھوں کے سامنے آتے جائیں گے۔ یہی رشک وحسد تھا جس نے لوگوں کی زبان سے یہ کہلادیا ہے کہ معاذاللہ حضرت عمار یاسرؓ برگزیدہ صحابی مسلمان تھا دیکھو سفید جھوٹ اس کو کہتے ہیں۔ چنایا بہتان

اس کا نام ہے چونکہ خدمت جناب سرور کائنات میں اس خدا کے بندہ کو ایک خاص تقرب حاصل تھا اس لئے دشمن آتش عداوت میں کباب ہوتے تھے اپنے ہم خیال لوگوں کے جلسوں میں بیٹھ کر بیان کرتے تھے کہ عمار یاسر مشکوک ہے اس نے کسی خاص غرض سے اپنے کو مسلمانوں کے زمرہ میں شمار کیا ہے قہر خدا نازل ہو ان بدایمان و دنیا پرستوں پر کہ ایک بندہ کے سر کتنا بڑا گناہ تھوپتے ہیں، غضب کی بات ہے کہ عمار یاسا بزرگ جس نے اپنی عمر کا کافی حصہ خدمت و صحبت جناب رسولخدا میں صرف کیا ہو۔ اسلام سے منحرف کہا جائے اور وہ لوگ جن کو حقیقتاً اسلام سے کوئی تعلق نہو۔ مسلمان بلکہ مسلمانوں کے پیشوا بنائے جائیں جو شخص عمار یاسر کے واقعات پر ایک سرسری نظر بھی ڈال جائیگا وہ کبھی ہرگز ایسے لغو خیال کا ساتھ نہ دیگا، عمارؓ وہ رسولؐ کا برگزیدہ صحابی ہے جس نے رسول کی صحبت سے پورا پورا فیض اٹھایا اور اسلام کی وہ خدمتیں انجام دیں کہ جسکو حق رس مسلمانوں کے دل جانتے ہیں جب سے رسولؐ کے قدم پکڑے اسوقت تک نہ چھوڑے جب تک دنیا حبیب خداؐ سے خالی نہیں ہوئی بلکہ خلوص اور حسن عقیدت اس کا نام ہے کہ جس طرح آستان رسالتؐ کو بوسہ حیات رسول میں دیا جاتا تھا، رسول کے مرنے کے بعد بھی اسی اعتقاد کی برسوں ناصیہ فرسائی اور آستاں بوسی ہوتی رہی رسول نے جن لوگوں سے تمسک کرنے کا حکم دیا تھا، مرتے دم تک ان کا دامن نہ چھوڑا روز صفین جب تک اپنی عزیز جان کو وصئ رسول کے قدموں پر نثار کر دیا، چین نہ آیا، دنیا والوں نے بہت بہکایا طعنے بھی دئے اذیتیں بھی پہونچائیں شہر سے بھی باہر نکال دیا مگر محبت کی زنجیر کی ایک لڑی بھی نہ ٹوٹی، صداقت کے پیر کو ذرہ برابر

بھی جنبش نہ ہوئی جو وعدہ رسول سے کرلیا تھا اسکو نبھایا جس کام کا بیڑا اٹھایا تھا اسکو پورا کیا، کیا دشمنوں کے کہنے سے وہ کافر ہو گئے؟ کیا بدخواہوں کی بدخواہی سے ان کے مرتبہ میں کوئی کمی آگئی لا واللہ ہرگز نہیں وہ اسلام کے رکن شریعت رسولؐ کے محافظ مسلمانوں کے بادشاہ۔ اہل عرفان کے سرتاج شیعوں کے سید و سردار ہیں ان کے اسلام کا قائل نہو بنوالاخود کافر ہے۔ دیکھو رسول اللہ کا ایک دوسرا صحابی حق برادری یوں ادا کرتا ہے، اور اس ہزل گوئی کا جواب اس طرح دیتا ہے کہ ایک مرتبہ کچھ لوگ حضرت حذیفہ یمانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ عمار قتل کر دئیے گئے لوگ انکے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں کوئی کہتا ہے حق پر تھے کوئی کہتا ہے حق پر نہیں تھے آپ کا اس بارہ میں کیا خیال ہے یہ سننا تھا کہ حضرت حذیفہ کو غصہ آگیا، باوجودیکہ مرض سے اس زمانہ میں صاحب فراش ہورہے تھے اور کمزوری ولاغری کا یہ حال تھا کہ اٹھ بھی نہ سکتے تھے۔ مگر اس کلمہ سے ایسی چوٹ دل پر لگی کہ بے قرار ہوگئے ایک شخص سے کہا کہ مجھے اٹھا کر بٹھا دو اس شخص نے فرش سے اٹھا لیا اور اپنے سینہ کا تکیہ دیا حضرت حذیفہ نے کہا کہ غلط ہے خیال ان لوگوں کا جو عمار کو حق پر نہیں بتاتے بخدا میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ ابوالیقظان (کنیت حضرت عمار) فطرت اسلام پر ہے اور جب تک زندہ رہے گا اسکو ترک نہ کریگا، کیا وہ لوگ قول رسول کی تکذیب کرنا چاہتے ہیں لعنت خدا ہو کافرین پر۔

عمار کا کمالِ ایمان	اسلام اور ایمان میں شرعاً اور عرفاً جو کچھ کہ فرق ہے وہ ہر ایک دیندار پر ظاہر ہے ذیل کا واقعہ اس امر کا پورا پورا ثبوت

ہے کہ حضرت عمار رضؓ نے مراتب اسلام کو طے کرتے ہوئے ایمان کا کیا درجہ حاصل کیا تھا یوں بغض و عداوت سے کوئی اپنے مقام پر کچھ کہے جائے مگر دنیا ایسی اندھی نہیں کہ سچے واقعات پر پانی پھیر کر اوہام پرست بن جائے چاند پر خاک ڈالنے سے اسکے کمالِ ذاتی میں کوئی فرق نہیں آسکتا چشمۂ آفتاب تاریک خیالوں اور بد بینوں کے عیب لگانے سے تاریک نہیں بن جاتا جس میں کوئی ذاتی کمال ہو وہ ضرور اجاگر ہو کر رہے گا۔ ہاں اگر ابنائے روزگار کی عقول ایک ہی وزن کی ہوتیں یا ایک ہی سانچہ میں ڈھالی جاتیں تو خیال ہو سکتا تھا کہ حقیقت پر پردہ پڑ جائے گا۔

آؤ جنگ اُحد کا تھوڑا سا حال سنائیں، دیکھو وہ سامنے کفار کے پیرے جمے ہوئے ہیں ان کے مقابل دوسری طرف اسلام کی فوج کے پھریرے ہوا میں اُڑ رہے ہیں جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے سوار پر سوار اور پیادہ پر پیادہ نظر آرہا ہے، لوہے کا مقابلہ لوہے سے ہو رہا ہے تلوار کا جواب تلوار سے دیا جارہا ہے۔ برابر کی چوٹ ہے دس یہاں ہیں تو دس وہاں بھی ہیں۔ اب دیکھو گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی، جواں مرد داد شجاعت دے رہے ہیں، رسول اللہ کے فدائی کس سعی اور جانفشانی سے مقابلہ کر رہے ہیں، ادھر کفار بھی خون اسلام کے پیاسے دمبدم قدم آگے بڑھائے چلے آتے ہیں۔ دیکھئے آج کا میدان کس کے ہاتھ رہے سروں کی جھڑی لگی ہے خون کا مینہ برس رہا ہے تلواروں کی بجلیاں ڈھالوں میں کس زور سے چمک رہی ہیں، پہاڑوں کے بیچوں بیچ میں ایک سرخ دریا موجیں مار رہا ہے مگر غضب آگیا لشکر اسلام کے پیر اکھڑنے

معلوم ہوتے ہیں بزدلوں نے ہمت ہار دی، یہ لو وہ بھگوڑے بھاگ نکلے، دیکھو سوار پر سوار پیادہ پر پیادہ جان چرائے سر پر پاؤں رکھے بھاگا جاتا ہے، وہ سامنے پہاڑوں کی گھاٹیوں میں ایک گروہ کا گروہ جا چھپا، سنو اور غور سے سنو، رسول اللہؐ کی آواز آرہی ہے "اے مسلمانو ہمت نہ ہارو، صبر سے کام لو نصرت کا وعدہ کرتا ہوں کیا غضب کرتے ہو، بنا بنایا کام بگڑا جاتا ہے۔ ذرا تو ٹھہرو" مگر اس آواز کو سن کر مسلمان اور زیادہ بدکتے ہیں۔ اور قَدْ قُتِلَ رَسُوْلُ اللہ کے نعرے مارتے ہوئے تو کہیں اور میں کہیں ہوتے جاتے ہیں، مدینہ کے در و دیوار سامنے ہیں جورو بچوں کی یاد دل میں چٹکیاں لے رہی ہے جان کا خوف جو قدم بڑھاتا ہے، گھر ہی کی طرف بڑھاتا ہے، بہادر سپاہی مدینہ میں داخل ہونے شروع ہو گئے۔ یہودیوں نے دیکھا کہ مسلمان اپنے نبیؐ کو تنہا چھوڑ چھوڑ چھوڑ کر چلے آرہے ہیں۔ قہقہے لگائے پھبتیاں کہیں مذاق اڑایا۔ کوئی موزوں طبیعت بولا کیوں جناب فتح ہو گئی، کسی نے کہا نہیں آپ ذرا دم کرانے کے لئے آئے ہیں، کوئی بولا بی بی بچوں کو فتح کی خوشخبری سنانے کو لوٹے ہیں کسی نے کہا نہیں رجز کے شعر گھر بھول گئے تھے لینے کو آئے ہیں، غرضکہ جتنے منہ اتنی باتیں مسلمان سنتے تھے اور کان دبائے چلے جاتے تھے، جان بچی لاکھوں پائے خیر سے میاں سلار و گھر آئے۔ رسولؐ قتل ہو یا بچے دین برباد ہو یا مٹے ان کو کیا مطلب، جیت جاتے تو مال

غنیمت پر ہاتھ پھیرتے، کنیز و غلام خدمت کے لئے ملتے، ہار گئے تو گھر سلامت آگئے، ہر حالت میں مزے دونوں ہیں۔ مگر اے مسلمانوں اس کا اثر اسلام کی زندگی پر بہت برا پڑا، اُحد کی لڑائی تو جیسی تیسی ختم ہو ہی گئی۔ مگر مسلمانوں کا یہ سلوک کفار تک نے بھی برا سمجھا اور جو شانِ اسلام ان کی نگاہوں میں تھی جاتی رہی، چند روز بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک مقام پر حذیفہ یمانی اور عمار یاسر بیٹھے ہوئے تھے کہ یہودیوں کا ایک گروہ ان کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کیوں جناب جنگ احد کا حال دیکھا، کیا اب بھی آپ کا یہی خیال ہے کہ محمدؐ خدا کے سچے اور برگزیدہ رسول ہیں۔ حالانکہ آپ لوگ اچھی طرح دیکھ چکے کہ محمدؐ کی لڑائی مثل اور دوسرے دنیوی بادشاہوں کے تھی کہ کبھی غالب تھے اور کبھی مغلوب، اگر خدا کے رسول ہوتے تو ہمیشہ فتح پاتے یہ شکست کیسی اب تم لوگوں کو چاہئے کہ اپنے دین سے پھر جاؤ، حذیفہ نے کہا لعنت خدا ہو تم پر میں تم لوگوں سے بات کرنی پسند نہیں کرتا، اور اب مجھے تمہاری صحبت میں دم بھر بیٹھنا گوارا نہیں، تم دشمن خدا و رسول ہو، تم سے جان اور ایمان کا بچانا واجب ہے یہ کہہ کر وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ مگر عمار یاسر وہیں بیٹھے رہے اور ان لوگوں کو اس طرح جواب دیا کہ یہ تمہاری طعن رسولِ برحق پر بالکل بیجا ہے، دیکھو ان جناب نے روز بدر اپنے اصحاب سے نصرت و ظفر کا وعدہ، صبر سے کام لینے کے ساتھ کیا تھا، چنانچہ وہاں لوگوں نے ارشاد رسول پر عمل کیا۔ فتح پائی، روزِ اُحد بھی آنحضرت صؐ نے اس وعدہ کو اسی شرط سے مشروط کیا مگر زمامِ صبر ہاتھ سے چھوٹ گئی اور لوگوں پر خوف کفار غالب آگیا جس سے مخالفتِ رسول ص پر آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ

اسی وجہ سے ذلیل بھی ہوئے زخم بھی کھائے مال بھی گنوایا، اگر یہاں بھی اطاعت کا
دم بھرتے اور صبر سے کام لیتے تو ضرور فتح ہوتی، یہودیوں نے یہ سُن کر کہا اے عمار
خیر اوروں کا ذکر تو چھوڑو ہم تم سے یہ دریافت کرتے ہیں کہ تم اطاعت رسولؐ کر کے
ان پتلی پتلی ساقوں سے سرداران قریش پر فتح پا سکتے تھے (یہ فقرہ یہودیوں نے طنزاً کہا
تھا جس کا مطلب تھا کہ اگر آپ حکم رسولؐ سے میدان کارزار میں قدم جمائے بھی
رہتے تو آپ ایسے کون سے بہادر تھے جو فوج کے پرے درہم و برہم کر دیتے، لاغر اندام،
پتلی پتلی پنڈلیاں ان سے کیا ہو سکتا تھا) عمار نے ایک زمانہ دیکھا تھا فوراً تاڑ گئے۔
کہ یہ لوگ مجھے بناتے ہیں جواب دیا کہ قسم ہے اس خدا کی جس نے جناب محمد مصطفےٰ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث برسالت کیا کہ ذات ان جناب کی وہ ذات ہے جس
کی وجہ سے میں نے فضل و حکمت کو حاصل کیا، عرفان الٰہی کی منزلیں طے کیں۔
مجھ کو ان ہی جناب نے اطاعت خدا کرنے کا طریقہ بتایا، اور اپنی رسالت اور
اپنے بھائی علیؑ اور ان کی ذرّیت کی فضیلت کو ظاہر فرمایا، اور حکم دیا کہ جب میں
خدا سے کوئی دعا کروں تو ان کو وسیلہ قرار دوں اور مجھ سے اس امر کا بھی وعدہ لیا
ہے کہ جس بات کیلئے وہ حکم دیں اس کو نہایت خلوص کے ساتھ بجا لاؤں یہاں
تک کہ اگر وہ جناب حکم دیں کہ آسمان کو کھینچ کر زمین پر رکھدوں یا زمین کو
اٹھا کر آسمان پر لیجاؤں تو میں ضرور ایسا کرنے کے لئے آمادہ ہو جاؤں گا۔
اور مجھے اس امر کا یقین ہے کہ خدا ضرور میرے جسم میں اس قدر قوت دیگا کہ
میری یہی دونوں باریک پنڈلیاں اس کام کو آسانی کے ساتھ انجام دیسکیں
یہ سن کر وہ یہودی ہنسے اور کہا کہ اے عمار ذرا ہوش میں آؤ کیا بے تکی بات

اُڑا رہے ہو، ہر گز خدا کے نزدیک محمدؐ کا یہ مرتبہ نہیں جیسا کہ تم نے بیان کیا اور نہ تمہاری قدر و منزلت محمدؐ کے نزدیک اس قدر ہے جس قدر تم دعویٰ کر رہے ہو۔ عمار کو یہ سن کر غصہ تو بہت آیا مگر چونکہ وہ چالیس تھے اور یہ تن تنہا اس لئے وہاں سے خاموش ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے چلتے وقت اس قدر ضرور کہا کہ تم مانو یا نہ مانو، مگر میں نے حجت خدا کو تم پر تمام کر دیا، لیکن تمہارے قلوب میں تاریکی چھائی ہوئی ہے اس لئے تم نصیحت اور نصیحت کرنیوالوں سے کراہت کرتے ہو، اسکے بعد حضرت عمار خدمت رسول میں آئے، آنحضرت صؐ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ مجھے تمہارے حالات کی خبر پہونچ چکی ہے اے عمار رنجیدہ نہو، حذیفہ یہ بسبب تحفظ دین ان اخوان الشیاطین کے درمیان سے اُٹھ کر چلے آئے وہ ضرور خدا کے شائستہ بندوں میں سے ہیں، اور عمار تم نے دین خدا میں مجادلہ کیا اور محمدؐ کی طرفداری کی تم راہ خدا کے جہاد کرنیوالوں میں سب سے بہتر ہو ابھی حضرت یہ گفتگو کر رہے تھے کہ یہودیوں کا وہی گروہ جس نے عمار سے مجادلہ کیا تھا حاضر خدمت مرتبت ہوا اور کہا اے محمدؐ یہ عمار تمہار صحابی اس امر کا مدعی ہے کہ اگر تم اسکو زمین پر آسمان اتار لانے یا آسمان زمین پر لیجانے کا حکم کرو تو ضرور تمہاری اطاعت کریگا، اور حق تعالےٰ اس کام میں اس کا مددگار ہوگا، خیر یہ تو بہت بڑی بات ہے اگر تم اپنی رسالت کے دعوے میں سچے ہو تو ہم صرف اتنا ہی دکھا دو کہ عمار اپنی پتلی پتلی پنڈلیوں سے اس پتھر کو جو سامنے زمین میں گڑا ہوا ہے اکھاڑ دے جب یہ گفتگو ہو رہی تھی تو آنحضرتؐ بیرون مدینہ تشریف فرما تھے اور ایک بہت بڑا پتھر حضرت صؐ کے سامنے زمین پر ایسا پڑا ہوا تھا کہ اگر دو سو آدمی اکھاڑنا چاہتے تو اپنی جگہ سے نہ ہلتا، اے محمدؐ عمار ہرگز اس پتھر کو اس کی جگہ سے ہلا نہیں سکتا۔ ہم کو یقین ہے

کہ اگر وہ اس میں زور کریگا تو اس کی دونوں پنڈلیاں ٹوٹ جائیں گی اور کلیجہ پھٹ جائیگا، حضرتؐ نے یہودیوں کا یہ کلام سُن کر فرمایا کہ تم لوگ عمار کی پنڈلیوں کو حقیر نہ سمجھو وہ اپنی میزان حسنات میں کوہ ثور وحری والوقبیس بلکہ تمام روئے زمین سے سنگین ہیں خدائے محمدؐ وآل محمدؐ پر درود بھیجنے کی وجہ سے ان چیزوں کو اس پر سبک بنا دیا ہے جو اس پتھر سے بھی زیادہ سنگین ہیں جس طرح اس نے اپنے عرش کو بہ سبب صلوٰۃ بھیجنے کے محمدؐ و اہل بیت محمدؐ پر ان آٹھ فرشتوں کیلئے جو حاملان عرش ہیں سبک بنا دیا، حالانکہ اس سے قبل اس کے اٹھانے کی طاقت بے شمار ملائکہ نہ رکھتے تھے اور یہ آٹھ فرشتے بھی ان ہی میں شامل تھے، پھر حضرتؐ عمار سے کہا اے عمار میرا اور میری اہل بیت کا واسطہ دیکر خدا سے دعا کرو کہ اس مشکل کو تم پر آسان کرے، وہ ضرور تمہاری یہ مشکل اسی طرح آسان کریگا جس طرح کالب ابن یوحنا پر عبور دریا کو آسان کر دیا تھا۔ جب کہ اس نے خدا سے میرا اور میرے اہل بیت کے وسیلہ سے دعا کی ایک کنارے سے دوسرے کنارہ پر اس طرح پہونچگیا کہ اسکے گھوڑے کا سم تک بھی تر نہوا، عمار نے حبیب خدا کا یہ حکم سن کر بصدق نیت کلمۂ طیبہ اپنی زبان پر جاری کیا اور اس عظیم الشان پتھر کو اکھاڑ کر سر سے اونچا اٹھالیا، اور عرض کی کہ میرے ماں باپ فدا ہوں آپ پر اے رسولخدا قسم ہے اس معبود کی جس نے آپ کو مبعوث برسالت کیا کہ یہ پتھر میرے ہاتھوں میں ایک خلال سے بھی زیادہ سبک معلوم ہوتا ہے، حضرتؐ نے فرمایا اس پتھر کو اس پہاڑ (انگشت مبارک سے اس پہاڑ کی طرف اشارہ کیا جو وہاں سے ایک فرسخ دور تھا) پر پھینک دو۔

جب حضرت عمار نے اپنی خداداد قوت سے اس پتھر کو پھینکا تو بہ برکت توسل محمدؐ و

واہل بیت محمدؐ وہ ہوا میں اس قدر بلند ہوا کہ پہاڑ کی چوٹی پر جاکر رکھا گیا۔ تب رسول اللہ نے ان یہودیوں سے کہا کیوں؟ دیکھی قوت عمار کی، کہا بیشک، حضرت نے فرمایا نہیں ابھی اور دیکھو اور حضرت عمار کو حکم دیا کہ اس پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاؤ، وہاں اس پتھر سے کہیں زیادہ وزن کا ایک پتھر اور رکھا ہوا ہے اسکو اٹھا کر ہمارے پاس لے آؤ۔ جب عمار نے چلنے کا ارادہ کیا تو زمین بحکم خدا ایسی سمٹی کہ عمار کا دوسرا قدم اسی پہاڑ کی چوٹی پر جاکر رکھا گیا۔ وہاں سے اس پتھر کو لئے ہوئے تیسرے قدم میں رسول کے پاس آگئے حضرت نے فرمایا اس پتھر کو زور سے زمین پر پٹک دو، یہودی یہ حال دیکھ کر دوڑے اور بھاگنے کا قصد کیا کہ مبادا اب ہم پر کوئی آفت آجائے، حضرت عمارؓ نے اس قدر زور سے اس پتھر کو زمین پر پٹکا کہ ٹکڑے ہوگیا اور اجزا غبار کی طرح ہوا میں منتشر ہوگئے آنحضرتؐ نے یہودیوں سے فرمایا اب تو تم نے آیاتِ الٰہی کا مشاہدہ کرلیا اب ایمان لانے میں کیا تامل ہے بعض حسب خواہش رسول مشرف باسلام ہوئے اور بعض اسی طرح کفر پر باقی رہے، حضرتؐ نے فرمایا تم لوگ جانتے ہو کہ مثال اس پتھر کی کس چیز سے ہے انہوں نے کہا نہیں۔ فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس نے مجھے نبی بنایا کہ ہماری شیعوں اور تابعین میں سے وہ شخص جس کے گناہ ان پہاڑوں اور زمین وآسمان سے زیادہ ہیں جب خدا سے توبہ اور ہماری ولایت کا عہد تازہ کرلیتا ہے تو اس کے تمام گناہ زمین پر اسی طرح ٹپک دئے جاتے ہیں جس طرح عمار نے اس پتھر کو پٹکا اور وہ شخص جس کی طاعت بقدر کوہ زمین وآسمان ودریا وغیرہ ہو مگر ہم اہل بیت کی ولایت کا منکر ہو تو اس کی عبادت بھی اسی طرح زمین پر پٹک دی جاتی ہی اور درگاہ احدیت میں کوئی چیز

قبول نہیں ہوتی وہ روز قیامت پیش خدا اس طرح سے جائے گا کہ کوئی نیکی اس کے پاس نہ ہوگی اور اس کے لئے دوزخ کا عذاب سخت ہوگا۔

جب حضرت عمارؓ نے اپنے میں یہ قوت دیکھی تو عرض کی یا رسول اللہؐ مجھ کو اجازت دیجیئے کہ اپنی اس قوت کے ساتھ قوم یہود سے مقابلہ کروں اور سب کو ان کی نافرمانی اور سرکشی کا مزا چکھاؤں، حضرتؐ نے فرمایا اے عمار حق تعالےٰ فرماتا ہے فاعفوا واصفحوا حتیٰ یاتی اللہ بامرہ یعنی معاف کرو اور درگزرو تا اینکہ خدا اپنا حکم بھیجے۔

اس واقعہ کو پڑھ کر کون شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ حضرت عمار مسلمان نہ تھے کیا پیش خدا کسی کافر یا مشکک فی الاسلام یا منافق و معاند کا یہ مرتبہ ہو سکتا ہے کیا رحمت خدا اس طرح کفار پر نازل ہو سکتی ہے۔ استغفر اللہ یہ باتیں ایمان ہی والوں کیساتھ مخصوص ہیں، یہ کرامات خدا کے برگزیدہ بندوں ہی کو مل سکتی ہیں یہ ہمہ تما کو بخدا اگر عمارؓ راسخ الاعتقاد اور صادق الایمان نہ ہوتے تو عندالامتحان کبھی ان کے ہاتھوں ایسا عظیم الشان واقعہ ظہور پذیر ہوتا، کیا یہ معمولی بات تھی کیا ہر شخص اس کو انجام دے سکتا تھا، ہرگز نہیں، اس میدان سے گیند لیجانا، خاصان جناب باری کے سوا دوسرے کا کام نہیں، ذرا غور تو کرو عمار کے ہاتھوں خدا نے اپنے رسول کی رسالت کی تصدیق اور دین اسلام کی حقیت کی دلیل منکروں کے دلوں پر قائم کر دی اب اور اس سے زیادہ کیا درکار ہے۔

عمارؓ کے اخلاق جس شخص نے اپنی عمر کا اکثر حصہ خدمت رسول میں گزارا ہو رات اور دن وعظ و پند کی صحبتوں میں شریک رہا ہو، رسول اللہؐ کے ہر ہر عمل

کو بچشم خود مشاہدہ اور معائنہ کیا ہو، مذہب حقہ کی ترویج کا اہم کام اپنے ذمہ لیا ہو اس کے اخلاق و عادات کیونکر تہذیب کے سانچے میں نہ ڈھلے ہوں گے اور تذکیۂ نفس و تصفیۂ باطن میں کیا کچھ کمال حاصل نہ کیا ہو گا اول تو رسول اللہؐ کی تعلیم اور پھر اس برگزیدہ بندہ کی اثر قبول کرنیوالی طبیعت سونے پر سہاگہ، کوئی خوبی تو اپنی ذات میں ایسی پیدا کر لی تھی کہ خاندان اہل بیت کا بچہ بچہ گرویدہ ہو گیا تھا رسولؐ کی زبان پر افراط محبت میں کلمات تحسین و آفرین نہ صرف ایک مرتبہ بلکہ ہزارہا بار جاری ہوئے۔ سینہ سے لپٹایا لوگوں پر اظہار فضیلت کیا اپنے ساتھ ساتھ رکھا، غرضکہ جو ایک سچی محبت کے لوازمات ہیں وہ سب عمل میں آئے اس سے پتہ چلتا ہے کہ جو کچھ خدا کا برگزیدہ رسولؐ تعلیم کرتا تھا اس کو صدق دل سے تسلیم کرتے تھے اور نہ صرف تسلیم کرتے تھے بلکہ عملی صورت میں دکھاتے تھے یہی وجہ ہے کہ ان کے اقوال اور عادات حرکات و سکنات افعال و اعمال و حسن معاشرت وغیرہ صراط مستقیم پر چلنے والوں کے لئے سبق آموز ہیں، عدالت، عفت شجاعت اور حکمت جو اخلاق کی جڑ اور تہذیب کا خزانہ ہیں جس کو بھی ان میں سے لوگے ان ذوات مقدسہ میں اس کا وجود کمال حالت میں پاؤ گے۔

عمار یاسر رضؓ نے اس دنیا کی حقیقت کو سمجھ کر اور اس کے اعزاز و اکرام کو ایک لفظ مہمل خیال کر کے اپنے نفس کو ایسا متواضع اور منکسر بنایا تھا کہ جو خدا پرست کی نگاہ میں تو حد درجہ واجب الاحترام تھا مگر دنیا پرستوں نے ذلت و حقارت کی نگاہیں ڈالیں اور وقتاً فوقتاً اظہار کراہت کیا، مگر واہ رے دیندار ماتھے پر شکن نہ آئی دل میں افسردگی پیدا نہ ہوئی۔ ہمت میں ہر مگس برابر شکستگی ظاہر نہ ہونے پائی اور اپنی زندگی کا زمانہ اسی صورت سے گذار دیا، طاعت خدا کی، رسول اللہ کی خدمت بجا

لائے بیکس و محتاجوں کی مدد کی، غریبوں یتیموں کا ہاتھ پکڑا، فقرا و مساکین سے زانو سے زانو ملا کر بیٹھے۔ شریعت رسول کو جہاں تک ممکن ہوا رواج دیا۔ کفار سے مقابلہ کیا۔ سختیوں میں صبر مصیبتوں میں شکر دین کی حمایت میں ہر وقت موجود۔ اس سے زیادہ اور کیا تہذیب نفس ہو سکتی ہے، دیکھو حضرت عمار چلے جاتے ہیں۔ سرراہ ایک بیکس عورت اپنا ننھا سا بچہ لئے کھڑی ہے اور زار زار رو رہی ہے، عمار کا قلب یہ دیکھ کر بے چین ہو گیا آگے بڑھے اور شفقت سے بچے کے سر پر ہاتھ پھرا ماں سے گریہ وزاری کا سبب معلوم کیا، اس فلک ستائی نے کہا آج دو وقت کا فاقہ ہے۔ بچہ بلک رہا ہے سرراہ اس لئے آکر کھڑی ہوئی ہوں کہ کسی مرد خدا سے سوال کروں عمار نے یہ سن کر اپنے گھر واپس آئے اور جو کچھ اپنے شام کے کھانے کیلئے رکھا تھا لا کر اس بیکس عورت کی نذر کی کیا خیال کرو ان بزرگان دین کو اپنے کھانے سے زیادہ دوسروں کا کھانا مرغوب تھا اپنی تکلیف سے زیادہ دوسروں کی تکلیف کا احساس تھا۔ پھر کیونکر خدا کے خاص بندے نہ کہے جائیں اگر خدا ان سے محبت نہ کرے تو اور کس سے کرے۔

عمار کی دشوار پسندی | عائشہ سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ جب عمار کو دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا جاتا ہے تو وہ ان میں سے اس چیز کو اختیار کرتے ہیں جو زیادہ دشوار ہوتی ہے۔

مغفرت عمار | عبداللہ ابن عمر نے امیر المومنین علیہ السلام سے ایک روز عمار کی بابت سوال کیا، حضرت نے فرمایا وہ وہ شخص ہے کہ خدا نے اسکے گوشت و خون کو آتش جہنم پر حرام کر دیا کسی چیز کو اس کے گوشت اور پوست سے آتش جہنم مس کریگی۔

پتھر سونا ہو گیا | تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں مذکور ہے کہ ایک روز جناب رسالتمآب

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کے وقت اپنے اصحاب کی محفل میں تشریف لائے اسوقت لوگوں کا مجمع خوب تھا فرمایا کہ آج تم میں سے کسی شخص نے اپنی عزت وجاہ سے دوسرے کو فائدہ پہنچایا امیر المومنین ؑ نے عرض کی کہ میں نے حضرت نے فرمایا کیا کہا میں عمار یاسر کی طرف گیا تھا، دیکھا کہ ایک یہودی ان سے لپٹا ہوا ہے اور اپنے تیس درہم کا قرضہ طلب کر رہا ہے جب عمار نے مجھ کو آتے دیکھا کہا کہ اے برادر رسول یہ یہودی مجھ کو اذیت دے رہا ہے اور ذلیل کرنا چاہتا ہے پس واسطہ اس محبت کا جو مجھکو آپ اہلبیت سے ہے، اس یہودی کے پنجے سے مجھ کو نجات دیجئے میں نے چاہا اس یہودی سے اس بارہ میں کچھ گفتگو کروں کہ عمار نے کہا اے برادر رسول آپ کا مرتبہ میری نگاہ میں اس سے کہیں زیادہ ہے کہ اس کافر سے آپ میرے حق میں سفارش کریں، کجا آپ کجا یہ دشمن خدا اور رسول بلکہ میرا مطلب اس کہنے سے یہ تھا کہ آپ میری شفاعت ایسے شخص سے کیجئے جو کبھی آپ کی حاجت رد نہیں کرتا آپکی درخواست کو بغیر پورا کئے نہیں چھوڑتا اسکی درگاہ میں عرض کیجئے کہ میرے قرض کے ادا کرنے میں میری اعانت کرے اور آئندہ مجھ کو قرض لینے سے بے نیاز کر دے میں نے دست مناجات درگاہ جناب باری میں بلند کئے اور عرض کی کہ پروردگار اعمار کی درخواست کو قبول کر اسکے بعد میں نے کہا اے عمار غمگین نہو ہاتھ بڑھا کر زمین پر سے کوئی شے از قسم سنگ و کلوخ اٹھالو بحکم خدا وہ تمہارے واسطے طلائی خالص بن جائیگا پس عمار نے پتھر اٹھالیا جس کا وزن کئی سیر کا تھا وہ پتھر عمار کے ہاتھ میں آتے ہی سونا ہو گیا میں نے یہودی سے دریافت کیا تیرا قرض کتنا ہے اس نے کہا تیس درہم میں نے دریافت کیا کہ ان کی قیمت سونے کے لحاظ سے کتنی ہوئی کہا تین دینار اسوقت عمار نے کہا خداوندا واسطہ اس شخص کا جس کی وجہ سے تونے اس پتھر کو سونا بنایا، اسقدر میری التجا اور قبول کر کہ یہ طلا اس

قدر نرم ہو جائے کہ میں اس یہودی کو بقدر اس کے قرضہ کے اس میں سے دیدوں خدا تعالےٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی مثل موم کے نرم ہو گیا، عمار نے تین مثقال کی برابر اس سے جدا کرکے اس یہودی کو دیدیا، اور اس کے بعد اس طلا کی طرف نظر کرکے کہا خداوندا تو نے قرآن میں فرمایا ہے ان الانسان لیطغیٰ ان رأہ استغنیٰ یعنی انسان جب اپنے کو بے نیاز پاتا ہے تو سرکشی کرنے لگتا ہے لہٰذا میں نہیں چاہتا کہ میری بے نیازی طغیان کا باعث ہو یہ کہہ کر وہ سونا ہاتھ سے پھینکدیا اور کہا بس مجھ کو دنیا و آخرت سے یہی کافی ہے کہ محمدؐ و اہل بیت محمدؐ کا دوست بنا رہوں۔ اور مرتے دم تک اُن کا دامن میرے ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ جب امیر المومنینؑ نے رسول اللہؐ سے یہ حکایت بیان کی تو حضرت حد درجہ مسرور ہوئے اور فرمایا کہ اے علی عمار کے اس کلام سے ملائکۂ آسمان تعجب کرتے تھے اور ان پر رحمت خدا بھیجتے تھے، پھر حضرت عمار یاسر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ بشارت ہو تمہارے لئے اے ابو الیقظان کہ تم دیانت میں علیؑ کے بھائی ہو اور اسکے سچے دوستوں میں سے ہو تم اس کی محبت میں قتل کئے جاؤ گے اور اس دنیا سے تمہارا آخری توشہ ایک صاع دودھ ہوگا جسکو پی کر رحمت خدا سے واصل ہو جاؤ گے اے عمار تم میرے شیعوں میں سے ہو۔

عمار اور قرآن تفسیر کشاف میں حسن سے روایت ہے کہ آیہ واتقوا فتنة لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصة شان حضرت علیؑ و عمار اور حق طلحہ و زبیر میں ہے یہاں لفظ فتنہ سے مراد جنگ جمل اور الذین ظلموا سے طلحہ و زبیر مراد ہیں اور دُر منثور میں زبیر کا قول ہے کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ایک زمانہ تک ہم اس کی تلاوت کرتے رہے اور یہ نہ سمجھے کہ یہ ہمارے بارے میں ہے۔ **ایضاً**:۔ امام زین العابدینؑ

علیہ السلام تفسیر آیہ ومن الناس من یشتری نفسہ ابتغاء مرضات اللّٰہ واللّٰہ رؤف بالعباد (آدمیوں میں کون ایسا ہے کہ فروخت کردے اپنے نفس کو خوشنودی خدا کی طلب میں اور خدا اپنے بندوں پر زیادہ مہربان ہے) میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت رسول اللہؐ کے نیک اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی جب کہ اہل مکہ نے بلالؓ و صہیبؓ و جناب عمار یاسر وغیرہ کو ستایا اور ان سے یہ کہا کہ تم اپنے دین سے پھر جاؤ۔ مگر وہ ایسے راسخ الاعتقاد و کامل الایمان تھے کہ قسم قسم کی مصیبتوں کو اٹھانا گوارا کیا مگر دین کو نہ چھوڑا، اور ان حضرات کا مختصر یہ حال ہے کہ بلال کو ابو بکر ابن ابی قحافہ نے خرید کیا تھا۔ مگر جب یہ خدمت رسول میں آئے تو حضرت امیر المومنین کی تعظیم بہ نسبت ابو بکر کے بہت زیادہ کی بعض فتنہ پرداز لوگوں نے کہا اے بلال تو نے کفران نعمت کیا یعنی فضیلت ابو بکر کو کم کیا، حالانکہ وہ تیرا مولا ہے اس نے تجھے خرید کر آزاد کیا، اور کفار کی بندگی اور ان کے عذاب سے محفوظ رکھا علی نے باوجودیکہ ان احسانات میں سے کوئی بھی تیرے ساتھ نہیں کیا، مگر تو ان کی تعظیم ابو بکر سے کہیں زیادہ کرتا ہے آخر اس کا کیا سبب ہے؟ یہ تو صریح کفر و ناحق شناسی ہے۔

بلال:- کیا میرے اوپر لازم ہے کہ ابو بکر کی تعظیم رسول اللہ سے بھی زیادہ کروں

معترضین:- معاذ اللہ ہم یہ کیونکر کہہ سکتے ہیں۔

بلال:- یہ تو تمہارا کلام پہلے کلام کے بالکل مخالف ہے تم تو کہتے تھے میرے لئے جائز نہیں کہ علیؑ کی تعظیم ابو بکر سے زیادہ کروں کیونکہ ابو بکر نے مجھے آزاد کیا ہے

معترضین۔ واہ واہ کیا اچھی سمجھ ہے میاں! کیا علیؑ اور رسول اللہ برابر ہو گئے۔ کجا علیؑ، کجا رسولؐ، تمہارا قیاس بالکل غلط ہے رسول اللہ افضل خلائق ہیں

بلال۔ علی بھی بعد از رسول اللہ بہترین خلق اللہ ہیں اور خدا کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہیں۔

معترضین :۔ جناب یہ کیسے؟

بلال :۔ سنو کیا تمہیں وہ واقعہ یاد نہیں کہ جب رسول اللہؐ کے سامنے مرغ بریاں لایا گیا تو حضرت نے دعا فرمائی تھی پروردگار اس وقت میرے ساتھ کھانے کو ایسا شخص بھیج جس کو تو تمام مخلوق سے زیادہ دوست رکھتا ہو۔ پس علی آئے، اور اس کو تناول کیا، علیؑ تمام دنیا میں رسول خدا سے زیادہ مشابہ ہیں کیونکہ خدا نے ان کو امر دین میں رسول اللہ کا بھائی قرار دیا ہے اور ابوبکر مجھ سے ہرگز اس امر کی توقع نہیں رکھتے جس کی توقع تم رکھتے ہو وہ جانتے ہیں کہ علیؑ ان سے افضل ہیں اور اس سے بھی واقف ہیں کہ علیؑ کا حق میرے اوپر زیادہ ہے، کیونکہ انہوں نے مجھ کو عذاب خدا سے رہائی بخشی، ان سے دوستی کرنا اور ان کی ذات کو دوسروں پر فضیلت دینا النعمات جنت کا مستحق بنانا ہے۔

اور صہیب نے لوگوں سے کہا میں بوڑھا آدمی ہوں، اگر میں تمہارے پاس رہا تو کوئی تم کو فائدہ نہ ہوگا جدا ہو جاؤں گا تو تم کو ضرر پہنچے گا۔ پس تم میرا سارا مال لے لو اور مجھ سے امر دین میں تعرض نہ کرو چنانچہ کفار نے سارا مال صہیب کا لے لیا اور وہ خدمت رسول اللہ میں آ گئے آنحضرت صلعم نے پوچھا اے صہیب وہ مال تمہارا کس قدر تھا، عرض کی سات ہزار درہم۔ فرمایا کیا تم نے

بخوشی یہ مال حفظ و تحفظ دین کی غرض سے دیا تھا؟ عرض کی قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ کو رسول بنایا، اگر تمام دنیا طلاء خالص کی ہو جائے اور میں اس کا مالک بنا دیا جاؤں تو صرف آپکے اور آپکے بھائی علیؑ کے چہرہ پر نظر ڈالنے کے عوض میں دیدوں گا، حضرت نے فرمایا جزاک اللہ اے صہیب تم نے خزینہ داران بہشت کو عاجز کر دیا۔ اس بات سے کہ وہ تمہارے ساتھ احسان کریں اس مال کے بدلے جو تم نے اس اعتقاد اور خلوص کے ساتھ دیا، آگاہ ہو کہ خدا تم کو بہشت میں اسی قدر مال دیگا کہ کوئی شخص بجز ذات جناب باری عز اسمہ اس کا شمار نہ کر سکیگا۔

جناب ابن الارث کے ہاتھ پیروں میں کفار نے زنجیریں اور گلے میں طوق ڈال دیا تھا، انہوں نے خدا سے بحق محمد و آل محمد دعا کی۔ خدا نے ان اسماء طیبہ کی برکت سے ان زنجیروں کو ایک گھوڑے کی صورت میں بنا دیا جس پر وہ سوار تھے۔ طوق آہنی نے شمشیر کی صورت اختیار کی جس کو انہوں نے حمائل کیا اور اس مقام سے نکل آئے، کفار نے جب معجزہ مشاہدہ کیا تو کسی کی جرأت نہوئی کہ قریب آئے۔ جناب برابر ان سے کہہ رہے تھے کہ جو ہمت کا دھنی ہو ادھر قدم بڑھائے اور مجھ کو گرفتار کرے میں جانتا ہوں کہ اگر صدق عقیدت کے ساتھ اپنی تلوار کوہ ابو قبیس پر ماروں تو ضرور دو ٹکڑے ہو جائے گا، ان کا یہ کلام سُن کر دلوں پر ھیبت چھا گئی اور ایک قدم آگے کو نہ اٹھا سکے۔ جناب اسکے بعد خدمت رسول میں حاضر ہو گئے۔

یاسر اور مادر عمار ان کا حال یہ ہے کہ ابو جہل ان کو حد درجہ اذیت دیا کرتا تھا۔ ایک روز جب کہ وہ ایذا رسانی پر آمادہ تھا، خدا نے اس کی انگوٹھی کو اس کی انگلی میں ایسا تنگ کیا کہ وہ بے قرار ہو کر زمین پر تڑپنے لگا۔ پیراہن جو اس کے

جسم میں طلسم آہنی زرہ سے زیادہ وزنی ہو گیا، یہ دونوں تکلیفیں ایسی تھیں کہ
اس دشمن خدا کی جان نکلی جاتی تھی، آخر عاجز آکر عمار سے کہا کہ مجھ کو اس
آفت سے بچاؤ، میں خوب جانتا ہوں کہ مجھ پر یہ بلا محمدؐ کی وجہ سے آئی ہے۔ یہ سن
کر عمار نے اس کی انگوٹھی کو ہاتھ سے اور پیراہن کو جسم سے اتار لیا، تب ابوجہل
نے کہا کہ اے عمار ایسی حالت میں جب کہ میری انگوٹھی اور لباس تمہارے پاس ہو
تمہارا رہنا کسی طرح مکہ میں مناسب نہیں ورنہ میرے اقران و امثال مجھ پر ہنسیں گے۔
اور عیب لگائیں گے، عمار نے کہا اچھا میں رسول اللہ کی خدمت میں چلا جاؤں گا
چنانچہ جب یہاں آئے تو لوگوں نے ان سے دریافت کیا کیا وجہ ہے کہ خداوند
عالم نے جناب کی دعا کو قبول فرمایا اور ان کو باعجاز دشمن سے نجات ملی لیکن تمہار
ماں باپ شکنجۂ کفار میں ہلاک ہوئے، عمار نے کہا یہ تو الٰہی خدا کا حکم ہے جس نے ابراہیم
کو آگ سے نجات دی اور یحییٰ و ذکریا کا امتحان قتل ہونے سے کیا۔ رسول اللہ ص نے
فرمایا اے عمار سچ کہتے ہو تم افضل ترین فقہا و عقلا ہو، عمار نے عرض کی کہ میرے
ماں باپ آپ پر فدا ہوں میرے لئے اسی قدر علم کا ہونا کافی ہے کہ آپ خدا کے
رسول اور اشرف و افضل خلائق ہیں اور آپ کے بھائی علیؑ آپ کے خلیفہ اور جانشین
ہیں اور بعد آپ کے جملہ مخلوقات سے اکمل و اولیٰ ہیں آپ کا اور ان کا ہر قول و فعل
حق ہے میں یہ خوب جانتا ہوں کہ خدا نے انہیں توفیق دی مجھ کو آپ کی دوستی کی۔
اور آپ کے دشمنوں کی دشمنی کی مگر اس لئے کہ مجھ کو دنیا و آخرت میں آپ کے ساتھ
ساتھ رکھے۔ حضرت نے فرمایا کہ اے عمار خدا تم کو جزائے خیر دے اور دشمنوں کے شر سے
محفوظ رکھے بے شک خدا نے تمہاری وجہ سے دین کو قوی کیا۔ تمہاری ذات سے

غافلوں کے عذر کو قطع کیا، تمہاری وجہ سے دشمنوں کی دشمنی کو سب پر ظاہر کریگا جبکہ تم کو قتل کریگا، وہ گروہ جس نے اپنے امام سے بغاوت کی ہوگی اے عمارؓ یاد رکھو کہ انسان کے لئے دنیا میں جو کچھ بھی فضیلت ہے وہ علم ہی کی وجہ سے ہے۔ پس اپنے علم کو زیادہ کرو۔

اے عمارؓ جب کوئی بندہ طلب علم کی وجہ سے باہر نکلتا ہے تو خداوند عالم بقدرت عرش سے ندا دیتا ہے، مرحبا مرحبا!! اے میرے بندے، کیا تو جانتا ہے کہ کس منزلت کو طلب کر رہا ہے اور کس درجہ کا قصد رکھتا ہے، بے شک تو میرے ملائکہ مقربین سے مشابہت چاہتا ہے تاکہ ان کے قرین ہو میں ضرور تجھ کو تیری مراد کو پہنچاؤں گا اور تیری حاجت کو پورا کروں گا۔

عمارؓ کا دشمن شارح صحیح بخاری نے خیر جاری میں لکھا ہے کہ حضرت رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص عمار کو دشمن رکھے گا خدا اس کو دشمن رکھے گا۔ اور جو عمارؓ سے بغض رکھے گا خدا اس سے ناراض ہوگا دیکھئے پیش خدا و رسول برگزیدہ بندوں کی کیا قدر و منزلت ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا فضیلت انسان کے لئے ہو سکتی ہے کہ خدا کا رسول صاف الفاظ میں دوستی کا حکم دے رہا ہے اور اپنی کمال محبت کو کس خوش اسلوبی کے ساتھ اظہار کر رہا ہے۔ جن لوگوں نے طمع دنیا کی غرض سے قول رسول پر عمل نہ کیا ہوگا ان سے ضرور روز قیامت پیش خدا اس کا سوال ہوگا اور عذاب دردناک سے معذّب ہونگے۔

عمارؓ اور محبتِ علیؑ زمانے نے بہت مجبور کیا کہ عمارؓ کسی طرح اپنی گردن سے اطاعتِ امیرالمومنین کا قلادہ نکال ڈالیں اور ان کے دشمنوں سے مل جائیں

اس امر خاص میں کوئی کوشش ایسی نہ تھی جو اٹھا رکھی جاتی مگر یہاں ابلہ فریبیوں کا کیا اثر ہوتا ہے دنیا اور دنیا والوں کی پوری پوری حقیقت جاننے والے تھے ان پر اغوا کی شعبدہ بازی کیا چل سکتی تھی جس قدر لوگ علیؑ ابن ابی طالبؑ کی محبت وولایت کی طرف سے ہٹانا چاہتے تھے اسی قدر راسخ الاعتقادی اپنا قدم جماتی چلی جاتی تھی، چنانچہ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تا دمِ مرگ دامن علیؑ و ولاء علیؑ ہاتھ سے نہ چھوڑا اور ہمیشہ لوگوں کو بیعت امیرالمومنین کی دعوت دیتے رہے اور ان کے مخالفین سے جس طرح خود بیزار تھے اسی طرح یہ بھی چاہتے تھے کہ دوسرے بھی اچھی نگاہوں سے نہ دیکھیں اور یہ سمجھ جائیں کہ علیؑ وصی رسول و خلیفہ بلا فصل ہیں۔

عمارؓ و ابوذرؓ جب عثمان نے حضرت ابوذر کو اخراج کا حکم دیا اسوقت حضرت عمار نے ابوذر سے کہا کہ اے ابوذر خدا ضرور اسکو وحشت و تنہائی میں مبتلا کریگا جس نے تم کو اس میں مبتلا کیا ہے، اور خدا اسے ضرور ڈرائے گا جس نے تمہیں ڈرایا، قسم خدا کی اگر تم ان کے طریقے پر چلتے تو یہ لوگ تم کو آسودہ کرتے اور اگر ان کے افعال سے راضی ہوتے تو تم کو دوست رکھتے اور یہ جماعت جن میں بعض کو طلب دنیا نے اور بعض کو غم مرگ نے اس بات پر برانگیختہ کیا کہ تم کو شہر بدر کریں، صراط مستقیم سے ہٹی ہوئی ہے انہوں نے اپنے بادشاہ کا طریقہ اٹھا دیا، یعنی سنت رسولؐ کو ترک کر دیا اور بادشاہی طاقتور لوگوں ہی کے لئے ہے۔ محبت دنیا وہ چیز ہے کہ لوگوں کو حق بات سے روکتی ہے۔ اے ابوذرؓ خدا کی اطاعت اہلبیتؑ ہی کی اطاعت میں ہے۔

اس قسم کا کلام سن کر ابوذر رض روئے اور اہل بیت رسول ص کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے اے اہل بیت رحمت خدا ہو تم پر جس وقت میں تم کو دیکھتا ہوں، رسول خدا یاد آجاتے ہیں (یہ واقعہ ہم نے بالتفصیل حصۂ دوم حالات حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ میں نقل کر دیا ہے) بہرحال حضرت ابوذر کا جلاوطن کیا جانا حضرت عمار کو خاص طور سے شاق گذرا۔ اور یہ جو کچھ کلمات صبر آمیز اس حق پرست کی زبان پر جاری ہوئے کمال محبت کو ظاہر کر رہے ہیں ان حضرات میں جو کچھ باہمی ارتباط و اختلاط تھا، وہ ظاہر ہے، ابوذر پر جو کچھ تشدد جناب ذوالنورین کے ہاتھوں ہوئے انہوں نے عمار یاسر رض کو بے چین کر کر دیا اور زیادہ تر یہی وجہ تھی کہ وہ ظاہر بظاہر جناب خلافمآب کے مخالف بن گئے۔

عمار پر عثمان کا تشدد سنہ ۳۱ ہجری کا واقعہ ہے۔ تاریخ اعثم کوفی میں ہے، جب عثمان اور ان کے غلاموں کا ظلم وستم حد سے زیادہ متجاوز ہو گیا تھا، اصحاب رسول نے جمع ہو کر کہا کہ بہتر ہے کہ ان کو ان باتوں سے متنبہ کر کے نصیحت کریں اگر اپنے افعال سے نادم ہو کر ترک کر دیا۔ تب تو سبحان اللہ ورنہ کوئی دوسری فکر کرنی چاہیئے، جو افعال عثمان سے خلاف کتاب وسنت صادر ہوئے تھے ایک نامہ میں تحریر کر کے چاہا کہ کسی کے ہاتھ اسکو خلیفہ کے پاس بھیج دیں۔

سب نے بالاتفاق یہ صلاح دی کہ چونکہ عمار کی نسبت اس کو اچھی طرح معلوم ہے کہ آنحضرت ص نے فرمایا ہے کہ ایمان عمار کے گوشت و خون سے

مخلوط ہے، علاوہ اسکے وہ عمار کی فضیلت و بزرگی کا معترف بھی ہے۔ بہتر ہے کہ یہ نامہ عمار ہی لے جائیں چنانچہ اصحابِ رسول کی فرمائش سے عمار نے اس خدمت کو اپنے سر لیا اور اس کاغذ کو عثمان کے دروازہ پر لے کر پہنچے۔ عثمان اسوقت گھر سے باہر نکل رہے تھے۔ جب نظر عمار پر پڑی تو کہا کہ اے ابو الیقظان کوئی کام ہے۔ عمار نے جواب دیا میرا کوئی کام نہیں مگر اصحابِ رسول کی ایک جماعت نے متفق ہو کر یہ خط لکھا ہے وہ یہ چاہتی ہیں کہ تو اس تحریر کو پڑھے، چنانچہ وہ کاغذ عمار سے لے گیا اور چند سطریں پڑھ کر ایسا غصہ آیا کہ زمین پر پھینک دیا، عمارؓ نے کہا کہ یہ کاغذ اصحابِ رسول کا ہے اس زمین پر نہ پھینک اور غور سے پڑھ مجھے اپنا خیر خواہ سمجھ، اس کا جواب امام المسلمین کی جانب سے یہ ملا کہ اپنے چند غلاموں کو حکم دیا کہ عمار کو اچھی طرح زدوکوب کریں، دیکھیے مثل مشہور ہے ایلچی راچہ زوال۔ مگر باحمیت لوگوں میں اس خیال کی کوئی وقعت نہیں۔ غلاموں نے بحکم خلیفہ ان کو مارنا شروع کیا، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید غلاموں کی مار سے جلے دل کے پھپھولے نہ پھوٹے ہوں گے، جو خود بھی اس کام میں حصہ لینے کے لئے بڑھے، اور چند لاتیں ایسی زور زور سے حضرت عمار یاسرؓ کے عضو مخصوص پر ماریں کہ ان کے صدمے سے وہ جناب زمین پر بے ہوش ہو کر گر پڑے (افسوس رسول کی صحبتوں میں بیٹھنے والا اسلام کا سچا جاں نثار، خدا کا برگزیدہ بندہ۔ شریعت رسولؐ کا حقیقی پیرو یوں طویلے میں لاتیں کھائے۔ میں انصاف پسند لوگوں سے دریافت

کرتا ہوں کہ آخر اس غریب کا کیا جرم تھا۔ کیا خطا تھی، اگر میں شاید شیعہ ہونے کی حیثیت سے عمار کا قصور چھپا رہا ہوں تو برائے خدا تاریخ ہاتھ میں اٹھا کر مجھے کوئی قصور بتاؤ، کوئی تقصیر دکھلاؤ، جس کی وجہ سے وہ اس لتیاؤ کے مستحق سمجھے جائیں میری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کون سی انسانیت تھی۔ یہ کون سی تہذیب تھی کہ رسول اللہؐ کی جانشینی کا دعوےٰ کرتے ہوئے اس قسم کا سلوک روا رکھا جائے۔

یہ تہذیب وہ تہذیب تو ہرگز نہیں، جو رسول اللہؐ کے گھرانے سے نکلی تھی، شاید نئی روشنی کے سانچے میں جو تہذیب ڈھالی گئی ہے، اس کا کوئی نمونہ وہاں کے تاجروں نے بغرض تجارت یہاں بھی بھیجا ہوگا ورنہ تعلیم و تلقین رسول تو مسلمانوں کو یہ بتلا رہی تھی کہ کسی مسلمان کے ساتھ سختی پیش نہ آؤ، مواسات سے کام لو، عزت داروں کی عزت خاک میں نہ ملاؤ۔ نفس امارہ کے تابع نہ ہو، اللہ اللہ کسی گروہ یا فرقہ کا رسول بننا ایسا بڑا گناہ تھا کہ جس کی یہ سزا ملی، اگر تمام دنیا اس خیال سے اتفاق کرے تو میرے خیال سے مراسلت کا سلسلہ بالکل مسدود ہو جائے، کوئی شخص اپنے سفیر کی قربانی کے ساتھ نامہ و پیغام کا سلسلہ کبھی ہرگز جاری نہ کرے ملکوں ملکوں سے رسول اللہؐ کے زمانہ میں سفیر آتے تھے اور یہاں سے دوسرے ملکوں میں جاتے تھے، مگر آج کوئی ایسا واقعہ پیش نظر نہیں آتا جسکو ۱۳۱ھ والے واقعہ کی نظیر کہہ سکیں، زمانے نے بعد رحلت رسول کیسا رنگ بدلا کہ جو سلوک کفار کے ساتھ روا نہ رکھا جاتا تھا، وہ مسلمانوں بلکہ

رسول کے صحابیوں کے ساتھ عمل میں لایا جا رہا ہے اور قبیلہ بنی مخزون کے بعض لوگ مثل ہاشم بن مغیرہ کے حضرت عمار کو وہاں سے اٹھا کر ان کے مکان پر لے آئے چوٹ ایسی سخت آئی تھی کہ عرصہ تک وہ جناب بے ہوش پڑے رہے، لوگوں کو جاں بری کی امید نہ رہی قبیلہ بھر میں ایک کہرام مچا ہوا تھا اور ہر شخص اس عمل کو حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ چنانچہ ان کے اعزا و اقربا نے قسم کھائی کہ اگر عمار یاسر اس زد و کوب عثمان سے مر گئے تو ہم ضرور جان کے بدلے جان لے لیں گے، اور اس ظلم و جور کا مزہ چکھائیں گے۔ مگر خیریت یہ ہوئی کہ عمار یاسر ہوش میں آ گئے، اور وضو کر کے فوت شدہ نمازوں کی (ظہرین و مغربین) قضا بجا لائے ان نمازوں کے قضا ہونے کا جو صدمہ عمار کے دل پر گذرا ہوگا وہ اس چوٹ کے صدمے سے کہیں زائد ہوگا۔

عمارؓ و وفات ابوذرؓ قاعدہ ہے کہ انسان کا کوئی سچا دوست دنیا سے گذر جاتا ہے تو دل پر ایک چوٹ سی لگتی ہے خاص کر ایسا دوست جس سے روحانی فیض پہنچتا ہو اور دینی فائدہ حاصل ہوتا ہو، انسان کی فطرت میں یہ امر داخل ہے کہ جس قدر تعلق زیادہ ہوتے ہیں اسی قدر اس کی جدائی کا افسوس زیادہ ہوتا ہے، حضرت عمار یاسرؓ کو جناب ابوذرؓ سے ایک خاص تعلق تھا جب ابوذرؓ نے ربذہ میں وفات پائی اور یہ خبر عمار نے سنی تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے دل بے چین ہو گیا، اور اس عالم اضطراب میں یہ کلمات ان کی زبان پر جاری ہوئے، خدائے تعالیٰ ابوذر پر اپنی رحمت نازل

کرے اور ان کو بخشدے، یہ دعائیں ان کو دل وجان سے دیتا ہوں وفات ابوذر نے کچھ ایسا صدمہ دل عمار کو پہنچایا کہ کسی پہلو چین نہ آتا تھا، لوگوں کے مجمع میں بیٹھ کر اظہار افسوس کرتے تھے اور ظلم وجور عثمان کی شکایت زبان پر لاتے تھے، جب عثمان کو یہ خبر پہونچی تو بہت غصہ ہوئے، اور عمار کو بلا کر کہا کہ اے ناکس تو لوگوں میں بیٹھ کر کیا کہا کرتا ہے یاد رکھنا جس طرح ابوذر کو مدینہ سے نکال کر آوارۂ دشت غربت کیا ہے۔ اسی طرح تجھے بھی نکال دوں گا جس طرح وہ تنہائی میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا اسی طرح تو بھی مریگا، اور جب ہی اپنے افعال وحرکات سے پشیمان بھی ہوگا، عمارؓ نے کہا لا واللہ یہ میری کیفیت ہرگز نہیں ہوسکتی، جو کچھ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا وہ حق ہے، تیری کیا مجال ہے کہ اس کے خلاف کر سکے عثمان نے یہ سن کر حکم دیا کہ عمارؓ کو ابھی مدینہ سے نکال دو اور وہیں بھیج دو۔ جہاں ابوذرؓ تھا یعنی ربذہ میں، تاکہ ہمیشہ ہمیشہ وہیں قیام کرے اور جب تک میں زندہ ہوں مدینہ رسول میں اپنا قدم نہ رکھ سکے۔ عمار نے طیش میں آکر کہا ای عثمان بخدا کتوں اور بھیڑیوں کی ہمسائیگی میرے نزدیک تیری ہمسائیگی سے بہتر ہے تو مجھ کو کیا ڈراتا ہے میں ہرگز ایسی باتوں میں آنے والا نہیں ہوں، آج جو کچھ تیرا دل چاہے میرے ساتھ کرلے کل روز قیامت میرا اور تیرا فیصلہ خدا کے سامنے ہوگا، اور بس یہ کہہ کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور مجلس عثمان سے باہر چلے گئے۔

فتوح اعثم کوفی میں ہے کہ جب عثمان نے یہ قصد کیا کہ عمار کو مدینہ سے نکال دے تو بنی مخزوم جو حضرت عمار کے اعمام میں سے تھے، حضرت علی کی خدمت میں

حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ای ابوالحسن جو قرابت ہم کو آپ کے والد ماجد حضرت ابو طالب سے ہے آپ بخوبی جانتے ہیں اور جو حقوق ہم نے حاصل کئے ہیں ان کی تفصیل کی ضرورت نہیں آج عثمان نے یہ کلمہ عمارؓ کے حق میں کہا ہے اور حکم دیا ہے کہ ان کو مدینے سے نکال کر زبدہ میں بھیجا جائے۔ ہم لوگ آپ کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ کو ان واقعات پر مطلع کر دیں آپ کو معلوم ہے کہ اس نے ایک مرتبہ ان کو مارا، اور رنج پہنچایا اور گفتنی و ناگفتنی سب کچھ کہا، ہم نے نہ معلوم کیا سوچ سمجھ کر خاموشی اختیار کی اور کوئی مفسدہ برپا نہ کیا، اب اس کی ایذار سانی دم بدم بڑھتی جاتی ہے، گویا ہمارے سکوت سے اسکے منہ کو خون لگ گیا، آپ اس کو جان لیجئے کہ اگر عمار شہر سے نکال دئے گئے تو پھر ہم میں اور عثمان میں وہ تلوار چلے گی کہ خون کے دریا مدینہ میں بہتے نظر آئیں گے، کیا فائدہ کہ بعد میں اُسے اور ہمیں پشیمان ہونا پڑے اور خلق خدا مفت قتل ہو، ہم جانتے ہیں کہ اس بارے میں سوائے آپ کے اور کوئی شخص ہمیں نیک مشورہ نہیں دے سکتا۔ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ براہِ کرم عثمان کے پاس تشریف لے جائیں اور ان تمام واقعات کو ظاہر کر کے اس کو ہدایت فرمائیں، تاکہ وہ عمار سے مزاحم نہ ہو، اور ان کو اسی شہر میں رہنے دے۔ حضرت نے ان ٹوٹے دلوں کو تسلی دی اور فرمایا جلدی نہ کرو میں اس کی اصلاح کے لئے جاتا ہوں۔ تمہارے معاملہ میں کوشش کرنی میرے اوپر فرض ہے۔

یہ کہہ کر حضرت عثمان کے پاس تشریف لائے، اور فرمایا اے عثمان بعض کاموں میں تم جلدی کر جاتے ہو، اور ناصح مشفق کی بات نہیں سنتے اس سے قبل تم نے ابوذر کو جو اصحاب رسولؐ اور اخیار مہاجرین سے تھے، مدینہ سے نکال کر ربذہ میں بھیج دیا، یہاں تک کہ انہوں نے اسی غربت میں رحلت فرمائی اور مسلمان تم سے برگشتہ اور منحرف ہو گئے۔ اب میں سنتا ہوں کہ تمہارا ارادہ عمار کو بھی شہر سے نکال دینے کا ہے۔ دیکھو یہ طریقہ اچھا نہیں، خدا سے ڈرو اور عمار سے اس معاملہ میں تعرض نہ کرو، صحابۂ رسولؐ کو ایذا دینا اچھا نہیں۔ عثمان نے آنحضرتؑ کے اس کلام کو پسند نہیں کیا اور کہا یا علیؑ مناسب یہ ہے کہ پہلے تم ہی کو اس شہر سے نکالا جائے کیوں کہ عمار وغیرہ کو تم ہی خراب کرتے ہو، نہ تم یہاں ہو گے نہ لوگوں کو میری مخالفت پر آمادہ کرو گے۔ یہاں جو کچھ بھی ہو رہا ہے سب تمہاری ہی وجہ سے ہے اس عقل اور خرد کے قربان جایئے کیا اچھا نتیجہ نکالا اور خوب سمجھے۔ بے شک ان ہی کو نکالو۔ مگر اس قدر یاد رہے (کس نیاید ....)

امیر المومنینؑ کو یہ سن کر غصہ آگیا، اور فرمایا اے عثمان تیری کیا مجال ہے جو میری نسبت ایسا خیال دل میں لائے تو ہرگز اس پر قادر نہیں اگر اس بارہ میں کچھ بھی شبہ ہو تو (بسم اللہ) امتحان کر لے تاکہ حقیقت حال منکشف ہو جائے، یہ تو کیا کہتا ہے کہ میں عمار وغیر عمار کو خراب کرتا ہوں اور نزاع و فساد کا باعث ہوں، وہ سب بے قصور ہیں

خود تو ایسے امور بجا لا رہا ہے جو بالکل خلاف شریعت و خلاف حکم رسول ؐ ہیں، لوگ کیوں کر ان کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے تیرے مخالفوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔ تجھ کو یہ بات چونکہ ناگوار معلوم ہوتی ہے، اس لئے ان کی ایذا پر آمادہ ہو جاتا ہے، اور الٹا الزام مجھ پر لگاتا ہے، یہ فرما کر حضرت باہر تشریف لے آئے۔ بنی مخزوم حاضر خدمت ہوئے، اور حقیقت حال دریافت کی، حضرت نے من و عن تمام واقعہ نقل کر دیا۔ سب نے کہا کہ آپ کا جواب بہت مناسب تھا، مگر اب عثمان جب کسی پر ناراض ہوگا اس کی ناراضی کا سبب آپ ہی کی طرف منسوب ہوگا، اور جس سے ناخوش ہوگا اسے شہر بدر کرے گا، اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب کوئی شخص ہم میں سے وطن میں رہ ہی نہ سکے گا، اور ہر شخص غربت میں انتقال کریگا۔ یا علیؑ ایسی صورت میں ہم کس سے وصیت کریں گے، اور اپنے عزیزوں کو کس کے سپرد کریں گے، بخدا ہم اعزا کے درمیان مرنے کو حیاتِ ابدی سے بہتر سمجھتے ہیں، حضرت علیؑ نے جب اصحاب کی ایسی باتیں سنیں تو رقت طاری ہوئی اور فرمایا عمار رض سے کہدو کہ اپنے گھر میں بیٹھیں اور باہر نہ نکلیں۔ خدا ان کو شر عثمان سے محفوظ رکھے گا، کسی کی مجال نہیں کہ ان کو نکال سکے، اِس ارشاد سے بنی مخزوم کی تسکین ہوگئی اور عرض کی کہ یا علیؑ ہم آپ کے جاں نثار ہیں، اگر آپ ہماری مدد کریں گے عثمان ہرگز آپ کو ایذا نہ دے سکے گا۔ کسی نے عثمان سے بھی جاکر

یہ تمام واقعہ نقل کر دیا۔ یہ سن کر بہت غصہ آیا اور عمارؓ کی طرف سے اپنے ارادہ کو پھر پلٹا جو شخص دار الخلافت میں آتا تھا۔ حضرت علی علیہ السلام کی شکایت کی جاتی تھی مگر پھر لوگوں نے سمجھایا بجھایا ہو گا کہ اس خیال سے باز آنا ہی بہتر ہے ورنہ خرابی میں پڑ جاؤ گے۔

عمار اور ابن مسعود شارح نہج البلاغہ عبد الحمید ابن ابی الحدید معتزلی نے نقل کیا ہے کہ عبد اللہ ابن مسعود نے عمارؓ کو وصیت کی کہ عثمان میرے جنازہ کی نماز نہ پڑھے۔ پس جب ابن مسعود نے انتقال کیا تو عمار یاسر رض نے جنازہ کی نماز پڑھی اور دفن کر دیا، جب یہ بات عثمان کو معلوم ہوئی تو ابن مسعود کی قبر پر آ کر عمار سے کہا کہ تم کو کس چیز نے اس امر پر آمادہ کیا کہ عبد اللہ ابن مسعود کے مرنے کی خبر مجھ کو نہ کی، عمار نے کہا کہ مجھ کو وصیت کی گئی تھی کہ خلیفہ کو میرے مرنے کی خبر نہ ہو، اور وہ میرے جنازہ کی نماز نہ پڑھے۔ عثمان عمار سے یہ جواب سن کر حد درجہ ناخوش ہوئے اور یہی امر زیادتی کینہ کا باعث ہوا۔

عمار کا جزم و یقین حضرت امیر المومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ مومن کے لئے اسوقت تک کسی طرح کی ذلت نہیں، جب تک کہ وہ اپنے دین میں شک پیدا کرنے والا نہو، اور اس کے یقین میں تزلزل نہ آئے۔ چنانچہ یہی خیال پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت عمار یاسر جنگ صفین میں معاویہ اور ان اصحاب معاویہ سے فرماتے تھے، بخدا اے اصحاب معاویہ یاد رکھو اگر تم مجھ کو اور میرے اصحاب کو اتنا مارو کہ ہم لوگ پیچھے ہٹتے ہٹتے موضع ہجر (یمن میں ایک مقام کا نام ہے)

جا پہنچیں، جب بھی ہم اس بات کا علم و یقین نہ چھوڑیں گے کہ ہم حق پر ہیں۔ اور تم باطل پر ہو۔

عمار رازدار رسول تھے بیہقی نے اپنی تاریخ میں مسلم سے روایت کی ہے کہ ۱۴ ار ڈسا منافقین اس عقبہ پر جو راہ تبوک میں واقع ہے، اس قصد سے مجتمع ہوئے کہ چراغ رسالت کو خاموش کر دیں وہ سب کے سب اِن حضرت کے تشریف لانے کے منتظر تھے کہ جس وقت ادھر سے گذریں گے تو کسی حیلے سے حضرت کے شتر سواری کو بھڑکا دیں گے تاکہ اونٹ حضرت کو گرا دے اور ہمارے ہاتھ میں زمام حکومت آجائے اور پھر جو کچھ چاہیں خوب دل کھول کر عمل میں لائیں، آنحضرت ؐ پہلے ہی سے ان کے فیصلے پر مطلع ہو چکے تھے، نہایت استقلال کے ساتھ اس طرف کو روانہ ہوئے جب وہ مقام قریب آگیا، حذیفہ یمانی اور عمار کو حکم دیا کہ تم میں سے ایک شخص ناقہ کی مہار تھام لے (بعض کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خدمت حضرت عمار ہی سے متعلق تھی۔) اور دوسرا شخص ناقہ کا سائق ہو یعنی ہنکاتا چلے۔ منافقین کو جب یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت بالائے عقبہ پہنچا چاہتے ہیں تو چند مبتوں کو جن کے اندر سنگریزے بھرے ہوئے تھے اور حرکت دینے سے وہ بجتے تھے۔ اس اندھیری رات میں اوپر سے لڑھکا دیا جب وہ بھیانک آواز پہاڑ میں گونجی تو ناقۂ مبارکہ کو اضطراب ہوا قریب تھا کہ فرار اختیار کرے۔ مگر جس کو خدا بچائے اس کا اذیت دینے والا بھلا کون ہو سکتا ہے، الطاف الٰہی جس کے ناقہ کی مہار پکڑے ہوئے ہوں اس کو کون بھڑکا سکتا

فوراً الہام غیبی اور ہاتف لاریبی نے یہ کہہ کر اس ناقہ کو تسلی دی کہ اے مبارکہ نامی ناقہ ثابت قدم رہ، اس ندا کے سنتے ہی ناقہ کا اضطراب دفعتاً زائل ہو گیا۔ جب ان بے حیاؤں اور شریر طبیعتوں نے دیکھا کہ یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی، تو بے شرم چہروں پر مخالفت کی نقاب ڈالے آگے بڑھے تاکہ کوئی دوسری شعبدہ بازی کو کام میں لائیں اور ایسی چال چلیں کہ محبوب الٰہی مع ناقہ کے پہاڑ پر سے گر جائیں، جب آنحضرت صؐ نے ان خبیثوں اور بد باطنوں کی یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو زور کے ساتھ ڈانٹا، رسول اللہ کی آواز کا بلند ہونا تھا کہ عمار و حذیفہ اس تیرہ و تار رات میں چمکتی تلواریں لے کر آگے بڑھے تاکہ جستجو کر کے قتل کریں کہ اتنے میں خسرو خاوری نے اپنے چہرے پر سے نقاب شب الٹ کر جلوہ دکھا دیا یعنی صبح ہو گئی۔ منافقین روسیاہ اس خوف سے کہ مبادا زیادہ رسوا ہوں اپنا کالا منہ لے کر بھاگے۔ حضرتؐ نے حذیفہ سے فرمایا تم نے ان کو پہچانا، عرض کی نہیں پہچانا، اور کیونکر پہچانتا ان کے چہروں پر نقابیں پڑی ہوئی تھیں فرمایا یہ وہ لوگ ہیں کہ قیامت تک منافق رہیں گے۔ اس کے بعد ان کے اور ان کے آباء کے نام حذیفہ و عمار کو بتائے۔

حذیفہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ، آخر ان لوگوں کا کیا ارادہ تھا۔ فرمایا چاہتے تھے کہ میرا ناقہ فرار کرے اور میں زمین پر آرہوں اور یہ سب لوگ جمع ہو کر مجھے قتل کر ڈالیں حذیفہ نے کہا یا حضرت اگر آپ حکم دیں تو ہم کچھ لوگ ان کے قوم و قبیلہ میں بھیجیں تاکہ وہ ان کے سر کاٹ کر ہمارے پاس لے آئیں، فرمایا مجھے یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ عرب کل کو مجھے یہ طعنہ دیں گے

کہ محمدؐ نے ایک جماعت کے ساتھ دشمنوں پر حملہ کیا، اور جب فتح پائی تو خود
اپنی جماعت ہی کو قتل کیا، پھر آنحضرتؐ نے دست مبارک دعا کے
لئے اٹھائے اور کہا بارالہا اس جماعت کو دبیلہ کی تکلیف میں مبتلا کر حذیفہ
نے دریافت کیا دبیلہ کیا چیز ہے، فرمایا آگ کا وہ شعلہ ہے جو ان کے دلوں
میں لگے اور بھڑکے نہ بجھے یہاں تک کہ ہلاک ہوں اسکے بعد حذیفہ و عمار
سے فرمایا دیکھو یہ راز ہے اس کو پوشیدہ رکھنا۔ تاکہ وہ جماعت رسوا نہ ہو،
اللہ اللہ رسول کو تو منافقین کی رسوائی کا اس درجہ خیال مگر مسلمانوں کو
رسول کے خاندان کی عزت و حرمت کا ذرہ بھر لحاظ نہ ہوا، اور وہ طریقے
ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ذلت کے لئے نکالے گئے، جو کسی ذلیل سے ذلیل گروہ
یا قوم کے حق میں بھی روا نہیں رکھے جاتے۔ افسوس۔ کجا شام و کوفہ کا بازار کجا
رسول کی نواسیاں، کجا نیزہ، قرآن ناطق کے فرزند۔۔ پارۂ جگر کا سر کجا۔ کجا
شراب و کباب کی محفل، رقص و سرود کے جلسے کہاں۔ فرزند رسول کا فرق مطہر
کجا طوق و زنجیر کجا، امام برحق کی نازک گردن، لاغر ہاتھ اور رہبر زاہد عمار حقیقت
یہ ہے کہ جن کو معرفت الٰہی کا خزانہ حاصل ہو جاتا ہے، ان کی نگاہ میں دنیوی
جاہ و جلال، عزت و کمال مال و منال و دولت و اقبال سب ہیچ ہو جاتا
ہے۔ حضرت عمار یاسر جو شب و روز سرتاج زہاد و افتخار عباد کی صحبت و
خدمت رہتے تھے، اور دنیا کی بے ثباتی کے لاکھوں مشاہدے بچشم
بصیرت کے سامنے گزر چکے تھے، کیونکر ممکن تھا کہ بندہ حرص و ہوا
اور خواہشات نفسانی میں مبتلا ہو کر آخرت سے منہ موڑتے دیکھو زندگی

بسر کرنے کا کیا سادہ طریقہ ہے، ایک وقت کھا کر یہ فکر نہیں ہوتی کہ دوسرے وقت کیا ہوگا، دنیا والے برسوں کا سامان کر کے گھر میں رکھتے ہیں۔ مگر یہ گھر میں ذخیرہ کرنے سے خوف کھاتے ہیں جو ضرورت سے زیادہ سمجھا فوراً فقراء و مساکین کی نظر کر دیا، ایک بار حضرت عمار سے کسی نے پوچھا کیا سبب ہے کہ تم اکثر فکر معاش میں متفکر رہتے ہو اور ایک مرتبہ حاصل کر کے گھر میں ذخیرہ نہیں کر لیتے کہ اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرو، فرمایا مجھے یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ روز اپنے خالق کا محتاج بنا رہوں اور اس سے غنی ہو کر منہ نہ موڑوں۔ ممکن ہے ذخیرہ کرنے سے محبت دنیا میرے دل میں جگہ پکڑ جائے اور اطاعت معبود میں فرق آئے۔

عمار کا قاتل دوزخی ہے ایک مرتبہ دو شخص حضرت عمار کے بارے میں جھگڑا کر رہے تھے۔ ہر ایک ان میں سے کہتا تھا کہ میں نے ان کو قتل کیا ہے عبداللہ ابن عمر نے ان کا جھگڑا دیکھ کر کہا کہ یہ لوگ اس بارے میں جھگڑا کر رہے ہیں کہ ان میں سے کون آتش جہنم میں جائے۔ میں نے رسول سے سنا ہے کہ عمار کا قاتل اور ان کے ہتھیار و لباس لینے والا جہنمی ہے ایضاً حمیدی نے جمع بین الصحیحین میں نقل کیا ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے، افسوس ہے عمار کے حال پر، اس کو قتل ایک باغی جماعت کریگی، اور وہ ان لوگوں کو بہشت کی طرف بلائے گا۔ اور وہ جماعت اس کو دوزخ کی طرف، چنانچہ جنگ صفین میں قول رسول ص کی کی تصدیق ہو گئی، حضرت عمار یاسر اس معرکہ میں امیرالمومنین علیہ السلام

کے ساتھ ساتھ تھے۔ اور اسی میں شہید کئے گئے، جب معاویہ کو یہ خبر پہونچی تو کہنے لگا کہ عمار رض کا قاتل وہی شخص ہے جو انہیں اس معرکہ میں لایا، ابن عباس نے اس کو کیا اچھا الزامی جواب دیا کہ اے معاویہ اس بناء پر حضرت حمزہ کے قاتل حضرت رسالت مآب قرار پاتے ہیں، بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قول اول کا قائل عمرو عاص ہے۔ بہر حال شاہ ہوں یا وزیر۔ امیر ہوں یا سپہ سالار ہیں دونوں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے۔ دیکھئے اس عداوت کی کوئی حد ہے۔ اِس بغض کی کوئی انتہا ہے، آج جن کو دنیا امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، نائب رسول کہہ رہی ہے، ان کی پاک نفسی و نیک نیتی کو ذرا ملاحظہ فرمائیے کس خوبی سے آئی بلا ٹال رہے ہیں۔ سخت حیرت ہوتی ہے ان مسلمانوں کی عقلوں پر جو ایسے لوگوں کو اپنا پیشوا اور دین کا مقتدا مانتے ہیں۔ ایک نہیں ہزاروں عیب جس کی ذات میں موجود ہوں، طرح طرح کے بدعات جس کے ہاتھوں دین اسلام میں ہو چکے ہیں۔ چشم عقیدت کو اس کی دستار خلافت پر حقیقت و عصمت کا طرہ چمکتا ہی نظر آتا ہے۔ کیسے زمانہ شناس ہیں، کیسے سراغرساں ہیں جن سے تیرہ سو برس کی طولانی مدت میں یہ چالاکی و خود غرضی کا طلسم نہ ٹوٹ سکا، اور انکشاف حقیقت سے محروم رہے، اگر تعصب کی آنکھوں کو جانے کا راستہ نہ ملتا تھا تو کسی سہارے گئے ہوتے، اور ذرا جا کر دیکھتے تو کہ جس قلعہ کی دیواروں پر صناعوں نے اس قدر گہرا اور چمکدار پالش پھیر کر رنگ برنگ کے بیل بوٹے بنائے ہیں

اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کیا ہے، اس کے اندر کیا مال بھرا ہوا ہے، اور کس جنس کی محافظت کا یہ سامان ہے، ظاہری حسن ہی پر مرے جاتے ہو، جس مارسیاہ کی چمکیلی دھاریوں کے دلدادہ وشیدائی بنے ہو ذرا اس کا منہ کھول کر تو دیکھو۔ کتنی بڑی زہر کی پوٹلی دبائے ہوئے ہے، اور خدا کی کتنی بے قصور مخلوق کو ڈس چکا ہے، جاننے والے سب جانتے ہیں اور اس جال کے پھندے سے واقف ہیں، ایک روز کا واقعہ سنئے۔ میرے ایک دوست کے یہاں مجلس تھی اور مجھ سے انہوں نے ذاکری کا وعدہ کیا تھا کہ میں نے اثناء ذاکری میں حسب موقعہ امیر شام کی زندگی کا بھی ایک دھندلا سا پہلو دکھایا اور روشن خیالوں نے جو کچھ اس میں چاند تاروں کا جال تنا تھا، اہل مجلس کی چشم بصیرت کو اقوال رسول کی دوربین سے معائنہ کرایا، اسلام کے راستہ میں جہاں تک اس راہ رَو کے قدم پڑے تھے، ان کے خفیف سے نشانات دکھاتے ہوئے اخلاقِ حمیدہ اور عاداتِ پسندیدہ کے خوبی بھرے باغ کی سیر کرائی ولائے علیؑ وآل علیؑ نے زبان کو مجبور کر کے یا افراط جوش ایمانی نے دل پر دباؤ ڈال کے وہ حسن سلوک بھی بیان کرا چھوڑا جو بعد رحلت رسول ان کے اہل بیت کے ساتھ عنوان مختلفہ سے کیا گیا تھا، جب سلسلہ بڑھا تو پھر بھلا ان احسانات کا ذکر کیسے نہ کیا جاتا جن کے بار سے گردن اسلام خم ہو کر رہ گئی، اتفاقاً اس مجلس میں ہمارے ایک مسلمان بھائی تشریف رکھتے تھے، میری نگاہیں منبر سے ان کے بگڑے تیور محسوس کر رہی تھیں، اور ان کے دل کی بے قراری سمجھ رہا تھا جب

میں منبر سے اترا تو وہ شعلے جو دل و دماغ کو ہی اندر جھلس رہے تھے۔ الفاظ کی صورت میں زبان پر آئے اور آنکھوں میں خون بن کر چھائے۔ بگڑ کر کہا واہ جناب آپنے تو امیر صاحب کے تمام ہی محاسن پر پانی پھیر دیا، یہ جس قدر واقعات آپ نے پڑھے بالکل غلط اور بے اصل ہیں، کہاں امیر صاحب کہاں یہ بہتان۔ معاذ اللہ! امیر صاحب نے تو وہ احسان اسلام پر کیا ہے، کہ کوئی نہ کریگا جسکو مسلمانوں کے دل جانتے ہوں گے، اگر نظر غور سے دیکھا جائے تو بیخ اسلام کے استحکام کا باعث ان ہی کی ذات تھی رہی یہ بات کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہ سے محاربہ کیوں کیا تو یہ جنگ برحق تھی حضرت عثمان غنی کے خون کا بدلہ ان سے لیا گیا تھا، کیونکہ وہ جناب بایں معنی قاتل عثمان تھے کہ ان کے قتل کے مشورہ میں شریک تھے، میں نے کہا امیر صاحب کی روح آج آپ کی اس حمایت سے بالنسوں اچھلی ہوگی، آپ نے ان کی ذات پر بڑا احسان کیا، مگر ایک دوستانہ رائے میری مان لیجئے تاکہ وہ آپ سے اور زیادہ خوش ہوں وہ یہ کہ جس طرح انہوں نے ہزاروں لاکھوں حدیثیں جن میں فضائل علیؑ کا ذکر تھا صفحہ ہستی سے مٹا دیں، آپ ان احادیث کو جو امیر صاحب کی مذمت میں رسول اللہ فرما گئے ہیں جس طرح بنے مٹا دیجئے کہ اگر پدر نتواند پسر تمام کنند کے آپ مصداق ہو جائیں، کلام الٰہی اور قول رسالت پناہی کا جلانا اور مٹانا آپ کا آبائی پیشہ ہے، آپ کے لئے اس میں کوئی وقت نہیں۔ منجھی ہوئی چوٹیں ہیں بہت آسانی سے ہو جائے گا، پھر امیر صاحب کو گود میں بٹھائے چمکارا کیجئے گا، کوئی کچھ نہ کہے گا، چونکہ یہ واقعہ موضوع

بحث سے خارج ہے اس تمام تقریر کا درج کرنا جو میرے اور ان کے درمیان ہوئی۔ مناسب نہیں معلوم ہوتا اس حکایت کے بیان کرنے سے صرف اسی قدر مطلب تھا کہ دیکھو جو اقوال بزرگوں کے تھے راسخ الاعتقادی اور ہوا خواہی نے سب خوردوں کے سینوں میں بھر دیئے۔ سچ ہے جو اپنے بڑوں سے نقل ہو کر آیا اسی کو اطاعت نے صداقت کا لباس پہنایا۔ امیر صاحب کا جنگ صفین کے لئے اٹھنا محض اسی خیال پر مبنی تھا کہ خون عثمان کا مطالبہ ہے کیونکہ اگر دوسرے رنگ کا پھریرا صفین میں اڑتا تو مسلمان چونکتے، اور ضرور چونکتے اس مقصد کے نقارہ کی آواز نے عوام الناس کے دل پر ایسا جادو کیا کہ علیؑ کے خون کے پیاسے ہو گئے، اور اس آڑ میں ان جناب سے معاویہ کو دیرینہ کاوشوں کا بدلہ لینے کے لئے خاصہ پہلو نکل آیا، مگر چلتی گاڑی میں ایک روڑا اور اٹکا یعنی عمار یاسر شہید ہو گئے، چونکہ صحابی رسول تھے اس لئے کچھ لوگ بھڑکے مگر بہت جلد تدبیروں نے اس اثر انگیز واقعہ پر یوں روغن قاز مل دیا کہ امیر المومنین علیہ السلام عمار رض کے قاتل ہیں نہ اس پیرانہ سالی میں ان کو گھر سے نکال کر لاتے، نہ ہماری فوج کے ہاتھوں قتل ہوتے دیکھو ابھی خونِ عثمان ہی کا رنگ چہروں سے نہ اڑنے پایا تھا کہ یہ اور نیا واردش ہو گیا۔ عقلمند لوگوں نے اپنے تمام الزام دوسروں پر قائم کر دیئے اور اس کا چسکا ایسا لگا کہ ہر مقام پر یہی الفاظ زبانوں پر آنے لگے۔ چنانچہ کربلا میں اسی خیال کا خاکہ اس طرح اڑا کہ حسینؑ اپنے نانا کی تلوار سے قتل ہوئے، وہاں معاویہ کی داڑھی سے عمار اور ہزاروں مومنین کے لہو کا دھبہ دھو یا گیا، یہاں ان کے لخت جگر

کے ہاتھ جو حسین بیکس کے خون میں رنگین تھے، رسول کی تلوار کے دامن سے صاف کئے گئے۔ بہر حال جن تاویلوں کی ڈھالوں سے معتداؤں نے اپنا چہرہ چھپا لیا تھا تابعین نے اس پر دلیلیں قائم کرکے اور چار چاند لگا دئے۔
اے میرے شیعہ بھائیو اپنے دل میں یہ نہ سمجھنا کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام پر جو جو مظالم ہوئے ان کے ارتکاب سے ظالمین و تابعین ظالمین کو کچھ ندامت و پشیمانی ہوئی ہے لا واللہ ایسا ہر گز نہیں، خاندان اہل بیت کا ستانا جس طرح اس وقت حق بجانب سمجھا گیا تھا وہی خیال آج تک راسخ ہے، کیسی پشیمانی اور کیسی خجالت، وہ اور ہی لوگ ہوتے ہونگے جو برا کام کرکے پچھتانے ہونگے۔ یہاں اس کا نشان نہیں، اگر شرمندگی کا پسینہ کسی قدر بھی ایمان کی پیشانی پر آجاتا تو خاندان رسول کی قربانیاں اس بے دردی اور بے رحمی سے علم اسلام کے نیچے نہ ہوتیں اور کاش اگر ان ہدایت کے چراغوں کو خاموش کرنے کے بعد بھی دل میں اپنی غلطی کا احساس ہوتا تو آج مسلمانوں میں ہر گز یہ باہمی عداوت نہ ہوتی۔

عمار و خلیفہ ثانی صحیح بخاری میں ہے کہ ایک شخص نے عمر خطاب سے پوچھا میں جنب ہوں اور پانی نہیں ملتا پس کیا کرنا چاہیئے، نماز پڑھوں، عمر نے جواب دیا کہ نماز نہ پڑھ۔ عمار وہاں موجود تھے۔ یہ سنتے ہی بے قرار ہوگئے اور کہا کہ اے عمر خدا کے لئے بے تحقیق حکم نہ لگا یا کرو دیکھو تو خدا قرآن مجید میں آیہ تیمم میں کیا فرماتا ہے، کیا غضب کی بات ہے کہ جو کچھ جی میں آتا ہے کہہ دیتے ہو۔

عمار کی شہادت اول تو یہ خیال کرو کہ سنہ ۳۶ ہجری میں جب امیر المومنین جنگ صفین کو جارہے تھے تو حضرت عمار یاسر رضؓ کا سن مبارک ۱۰۵ برس تک پہنچ چکا تھا، پیرانہ سالی اگر مدینہ پر رہ جانے پر مجبور کرتی تو کوئی تعجب خیز بات نہ تھی۔ مگر جوشِ محبت علیؑ نے اس کی اجازت نہ دی کہ عمر بھر کا ساتھ چھوڑ دے، جس حال میں تھے چلنے پر آمادہ ہو گئے، یہ وہ بھی بخوبی جانتے ہوں گے کہ اب میرا یہ سن اس قابل نہیں کہ میدان جنگ میں تلوار چلاؤں اور شجاعت و طاقت کے جوہر دکھاؤں مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی خیال کرتے ہوں گے کہ کشتی حیات ساحل فنا پر آلگی ہے، مرنے کے لئے بیٹھا ہوں، اگر نصرتِ دین میں قتل کر دیا گیا تو ایسے ہاتھوں شہادت کا مرتبہ بھی مل جائے گا۔ رسول کے سامنے سرخروئی سے جاؤں گا۔ وفاداروں میں تاقیامت ہوا خواہی کا چرچا رہے گا۔ نیک نامی آفتاب ہو کر چمکے گی۔ خدا کی خوشنودی قیامت تک زندہ رکھے گی، اور بہت ممکن ہے کہ یہ بھی سوچے ہوں کہ اگر کبر سنی بالفرض مقاتلہ سے مانع بھی ہو گی تو وصی رسول کے مشورہ ہی میں کام آؤں گا، نیز یہ کہ جب کسی وقت تلوار کھینچ کر کھڑا ہو جاؤں گا تو فوج اسلام کے نوجوانوں کی ہمت میرے جوش دیکھ کر بڑھ جائے گی۔ میری سفید داڑھی پر نظر کر کے لوگوں کو جان چرانے سے شرم آئے گی ہر حال کچھ مصلحتیں اس سال خوردہ کے سر ہنگانہ لباس میں چمکتی ہوں گی جنہوں نے ہمت کی کمر کو شجاعت کے پٹکے سے بند ہوایا، اور جناب امیر المومنین علیہ السلام کے ہمرکاب کر دیا، گو اعضاء میں اضمحلال بدن میں شکستگی صورت پر آثار ضعیفی نمایاں

تھے۔ مگر جوش وولولہ جوانوں کے قدم پیچھے ہٹاتا تھا۔ خاندانِ رسالت کی الفت کا خون، جب رگوں میں موجیں مارتا، تو شباب کا رنگ چہرہ پر چمکنے لگتا۔ جوانی کی سی گدگدی دل میں پیدا ہوتی۔ ارادہ کہت تھا کہ آسمان کو زمین پر لا رکھیئے۔ ہمت کہتی تھی کہ مشرق سے مغرب تک فتح حاصل کیجئے۔ لڑنے کو جاتے ہیں، مگر چہرہ پر بشاشت نمایاں ہے مرنے پر آمادہ ہیں مگر دل میں مسرت کا جوش ہے۔ جنابِ امیرالمومنین کا لشکر روانہ ہوا۔ راہ کی تعب۔ سفر کی تکان، آفتاب کی حدت ریگستان کی ہوائیں جوانوں کو کملا رہی ہیں، مگر یہ گلشن صحبتِ رسول کا پرانا پھول اسی طرح تر وتازہ بنا ہوا ہے۔ ہر سختی و مصیبت کا شکر خدا کرکے جھیلتا ہے۔ اور خوشی خوشی چلا جاتا ہے، رزم گاہ کا میدان دکھائی دیا۔ لشکر اترا، اور رختِ سفر کھولا گیا، لڑائی کی تیاریاں ہوئیں، سوار اپنے اپنے سرداروں کی ماتحتی میں آئے جنگ پر کاربند ہوئے۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے اس بوڑھے خیر خواہ کو پیادوں کا سالار مقرر کیا اور بازارِ مصاف گرم ہوا۔ صفین کی لڑائی ایک دو روز میں ختم ہونے والی نہ تھی، ہر روز پرے جمتے۔ فوجیں آتیں نقارۂ رزمی کے شور سے زمین کی چھاتی دہلتی۔ سپاہیوں کے سر لاشے زمین پر تڑپتے۔ مگر کامیابی روپوش رہتی۔ دونوں طرف کھٹکا لگا ہوا تھا کہ دیکھئے میدان کس کے ہاتھ رہے۔ موت چیل کی طرح منڈلا رہی تھی۔ سینکڑوں جانوں کو پنجوں میں دبا کر ادھر ادھر ہو جاتی جوانوں پر جوان بہادر پر بہادر قتل ہوتا۔ خون کے فواروں سے زمین

گلنار بن جاتی لیکن فتح علیحدہ کھڑی تماشا دیکھتی۔ چند روز جنگ جوئی کے بعد پرانے خون نے جوش مارا، بوسیدہ ہڈیوں میں جان پڑی شیب نے شباب کی صورت اختیار کی، یعنی فوج خدا کے بہادروں کے سردار رسول اللہ صلعم کے پرانے جاں نثار حضرت عمار کے تیور بگڑے، خمیدہ کمر کو پٹکے سے چست باندھا۔ تلوار شعلہ بار کو حمائل کیا۔ آنکھوں پر چھائے ہوئے ابرو، رومال سے کس کر اوپر کو باندھے۔ سلاح حرب سے آراستہ ہو کر امام دوجہاں کی خدمت میں حاضر ہوئے، اذن جہاد طلب کیا، امیرالمومنینؑ نے جب اس نیک سیرت بزرگ کے اس جوش محبت اور شوقِ شہادت کو دیکھا، فرط الفت سے آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور سینۂ عمارؓ سے لپٹ گئے۔ یہ پتہ نہیں چلتا کہ ان بزرگواروں میں اسوقت کیا گفت گو ہوئی۔ مگر مقتضائے محل بتا رہا ہے کہ امیرالمومنینؑ نے ضرور یہ کہا ہوگا کہ اے عمار تم کو کس دل سے اجازت کارزار دوں کیوں کر یہ کہوں کہ جاؤ اور اس عالم ضعیفی میں تلواریں کھاؤ۔ اِس شمع بزم رسول کو کیونکر کفر و زندقہ کی تیز و تند ہوا میں رکھ دوں۔ تم سے مجھے تقویت ہے صحبت محمدی کی یادگار ہو۔ عمارؓ نے جواب میں کہا ہوگا۔ اے میرے سید و سردار دنیا فانی ہے، ایک روز سب کو مرنا ہے مقتضائے عقل یہی ہے کہ کسی نیک کام میں انسان اپنی جان گنوادے یوں تو سب ہی مرتے ہیں۔ مگر جواں مردی کی موت وہی ہے، جو دوسروں کی بھلائی کا فدیہ قرار پائے اور اپنے دین و مذہب کی نصرت میں کام آئے۔

اگر میں آج اس دار و گیر سے بچ کر نکل بھی گیا تو کے روز کے لئے۔ عمر حیات کی منزل تمام کر چکی، وہ چار قدم مشکل سے باقی ہوں گے۔ اب مجھے اس سعادتِ عظمٰے سے محروم نہ رکھئے، اور جام شہادت نوش کرنے دیجئے بہرحال اجازت دے دی، عمار خوشی خوشی گھوڑے پر سوار ہوئے اور چلتے وقت یہ الفاظ اپنی زبان پر لائے کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جو قیامت کے دن خدا کے سامنے اپنے دشمنوں کی شکایت کرنے اور ان کی خصومت و دشمنی کا عوض لینے کھڑا ہوں گا، یہ کہہ کر میدان کارزار میں آئے، رجز خوانی کی کہ جو شخص جانتا ہے وہ جانتا ہے۔ جو نہیں جانتا وہ پہچان لے کہ میں ہوں، عمارؓ صحابی رسول ص، آج اس کبر سنی میں وہ تیغ آزمائی کروں گا کہ صفحۂ عالم پر ہمیشہ کے لئے یادگار رہے گی جس کسی کو دعوٰی مردانگی ہو، وہ میرے مقابل آئے، اور جوہر شجاعت دکھائے دیکھ لو یہ میری وہ تلوار ہے جو اکثر رسول اللہ کے ساتھ کفار کا خون بہاتی رہی ہے۔ اے قوم میں خوب جانتا ہوں کہ تم لوگ باطل پر ہو اور ہم حق پر مجھے جام شہادت پی کر جوارِ رحمت الہٰی میں جانا ہے۔ اور تم کو قتل ہو کر جہنم کے شعلوں میں رہنا ہے، غرضکہ حضرت عمّار رجز پڑھتے ہوئے فوج بد شعار پر حملہ آور ہوئے اور دیر تک لڑتے رہے۔ مگر افسوس کہ وہ پیر دیرینہ سال جس کی رگ رگ میں ایمان کا خون دوڑ رہا تھا، جس کی ہڈیوں کے مغز تک میں عشق الہٰی سرایت کئے ہوئے تھا، نیزوں کی زد میں رکھ لیا گیا۔ لعنت خدا ہو اس مردانِ بد ایمان پر کہ جس نے اس برگزیدۂ باری کو ایک تیر زہر

آلودا ایسا مارا کہ چکر اکر گھوڑے سے زمین پر آرہا اور وہ بزم رسول ص کی یادگار شمع خاموش ہو گئی، جب یہ خبر لشکر امیر المومنین میں پہونچی ان کی قوم و قبیلہ میں آواز فریاد و شیون بلند ہوئی، وصی رسول ص کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور عمارؓ کی موت سے دل شکستہ ہو گئے اور فرمایا کہ عمار پر بہشت واجب ہے اور بے شک ان کا قاتل دوزخی ہے۔۔

تمام شد

(مطبوعہ دیال پرنٹنگ پریس دہلی)

جلاء العینین

سارباں اہل بیت امام زین العابدین علیہ السلام
کی یہ سوانحعمری بھی مولوی مظہر حسن صاحب قبلہ کی شدید
کاوش کا نتیجہ ہے جس میں مولانا موصوف نے صدہا کتب
معتبر سے مظلوم ابن مظلوم کی مصائب و آلام سے لبریز زندگی
کو اخذ کرکے اِس طریقہ پر سپرد قلم فرمایا ہے کہ ہر ہر دلدوز
منظر آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ مصائبِ اہل بیت
پر آنسو بہانے والے حضرات کے لئے یہ کتاب نعمتِ غیر
مترقبہ ہے، دورانِ مطالعہ میں آنسوؤں کا تار نہ ٹوٹے گا

قیمت دو روپے آٹھ آنہ (عہ)

پتہ

منیجر مطبع یوسفی دہلی

کشفُ الحقائق

یہ بحر العلوم واقف اسرارِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی وہ سوانحعمری ہے جو مومنین بے خوف ہو کر امام المسلمین کی سوانحِ حیات کے مقابل پیش کر کے جملہ علماء اہلسنت والجماعت کو قطعاً ساکت کر دیتے ہیں ہر کسی مومن دیندار کا گھر اس کتاب سے خالی نہ ہونا چاہیئے کیونکہ یہ وہ سپر ہے جو ہزاروں مخالفین کے حملوں سے انشاء اللہ محفوظ رکھے گی۔ ہٹ دھرم سے ہٹ دھرم مسلمان کو اس کے مطالعے کے بعد بغیر اعتراف کئے چارہ نہ ہوگا کہ نائب رسول منصوص من اللہ ہوتا ہے۔

قیمت دو روپے آٹھ آنہ

ملنے کا پتہ

منیجر مطبع یوسفی دہلی